اسلام

(قرآن و حدیث کے آئینے میں)

ایمانیات اور عبادات

جلد اوّل

قاضی حبیب الرحمٰن

الاحسان

Marfat.com

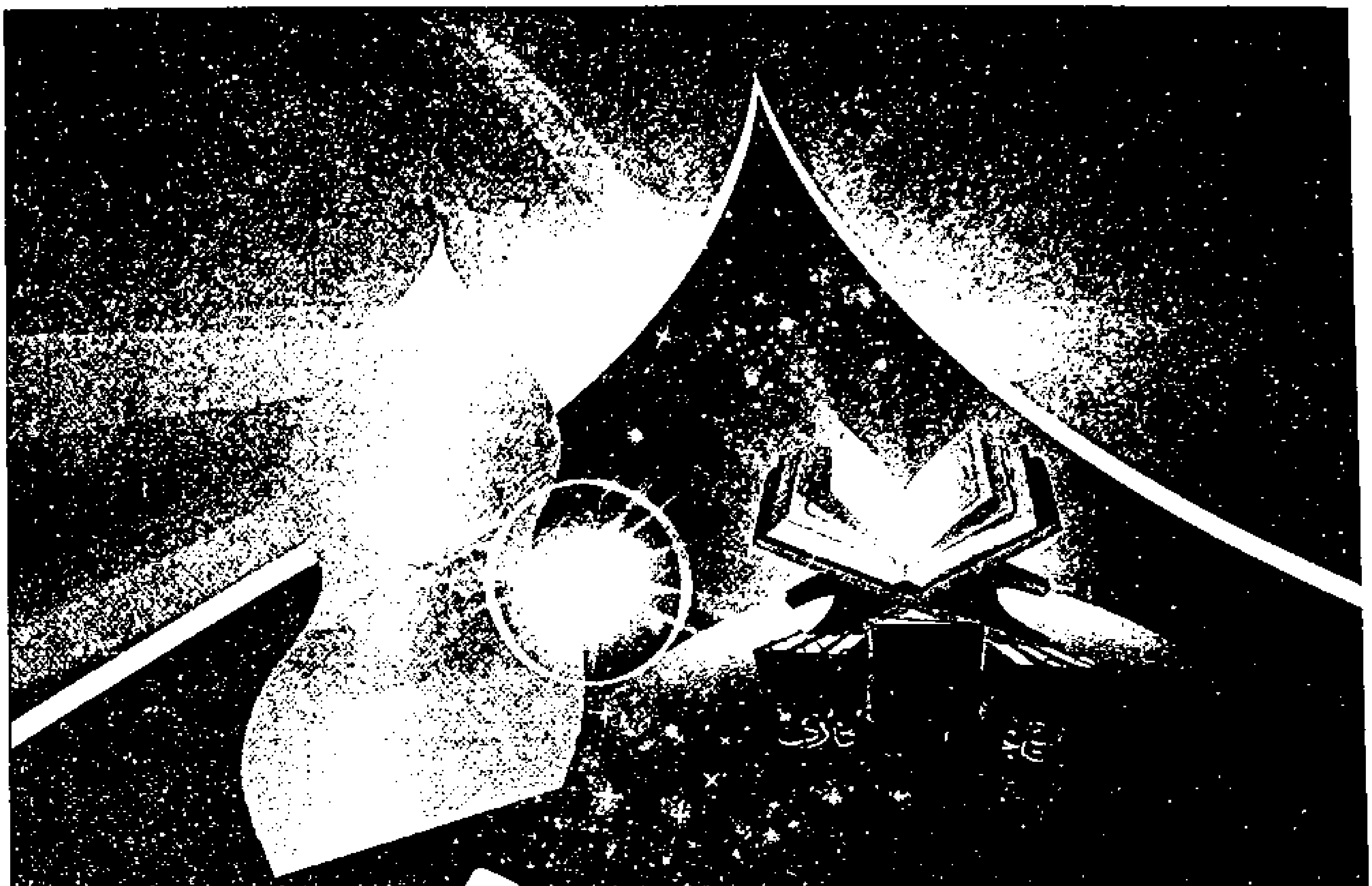

اسلام

(قرآن و حدیث کے آئینے میں)

ایمانیات اور عبادات

جلد اوّل

قاضی حبیب الرحمن

الاحسان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق قاضی حبیب الرحمٰن محفوظ ہیں

نام کتاب ---------------- اسلام (جلد اوّل)

تالیف ---------------- قاضی حبیب الرحمٰن

صفحات ---------------- 480

پہلا ایڈیشن ---------------- مئی 2017ء

قیمت ---------------- 700 روپے

طابع ---------------- الاحسان پبلشرز، اسلام آباد

297-82
9 26 2
14002 جلد ۲ س ۲

ملنے کے پتے

1۔خلیل الرحمٰن چشتی E-11/4 اسلام آباد، فون:0300-4460900

2۔ادارۂ منشورات اسلامی، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔فون:042-37840584

3۔ادارۂ معارف اسلامی D-35، Block 5 فیڈرل B ایریا، کراچی

فون:021-36349840,36809201,0307-2358829

4۔دارالکتب السلفیہ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔فون:042-37361505

5۔مکتبہ تحریک محنت، جی ٹی روڈ، واہ کینٹ، پاکستان، فون:051-4535334

6۔البلاغ۔18 عدنان پلازہ، جی ٹین مرکز، اسلام آباد، فون:051-2224146,47

7۔البلاغ۔16 شالیمار سینٹر ایف ایٹ مرکز، اسلام آباد۔فون:051-2281420

8۔البلاغ۔LG-5 لینڈ مارک پلازہ، جیل روڈ، گلبرک، لاہور۔فون:042-35717842-3

9۔البلاغ۔ایل چوک، نزد بیریئر نمبر 3، شاہ ولی کالونی، واہ کینٹ۔فون:051-4541148

10۔بک ڈسٹری بیوٹرز B-153، فلیٹ A-3، GF، خداداد کالونی، کراچی

فون:021-32787137, 0334-3922268

Marfat.com

فہرست

❖ مقدمہ......از خلیل الرحمن چشتی حفظہ اللہ 15

پیش لفظ 19

پہلا حصہ:...... ایمانیات

پہلا باب: **توحید** 25

❖ اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعارف بزبانِ قرآن 25

❖ اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعارف بزبانِ حدیث 67

❖ عقیدۂ توحید کی اہمیت 70

❖ شرک نا قابلِ معافی ہے 70

❖ شرک اللہ کی اتھارٹی کے خلاف چیلنج ہے 71

❖ مہلت دینا اللہ کا کرم ہے 72

❖ آخرت میں نجات کے لیے خاتمہ بالا یمان ضروری ہے 73

❖ ایمان کے بغیر اچھے کاموں کی حیثیت 74

❖ توحید پر ایمان کے تقاضے 76

❖ اللہ سے محبت 76

❖ اللہ سے محبت ایمان کا تقاضا ہے 77

❖ ایمان کی تکمیل 77

❖ اللہ کی تائید 78

❖ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت 80

❖ کامیابی کا مفہوم 81

❖ اللہ کی بادشاہت کا انحصار ہماری اطاعت پر نہیں 81

Marfat.com

❖ انسان کی بھلائی اطاعت ہی میں ہے 83
❖ قرآن مجید سے توحید کے دلائل 84
❖ ہر نبی کی دعوت کا بنیادی نقطہ توحید ہے 84
❖ اللہ کی خالقیت اور اس کا اقتدار 85
❖ شرک کا کوئی جواز نہیں 87
❖ خدا انسان کے اندر موجود ہے 88
❖ عہدِ الست 89
❖ انسانی اعضاء اور جوارح پر بھی اللہ کا اختیار ہے 90
❖ شرک کی تردید 92
❖ معبودانِ باطل کی کمزوری 92
❖ اللہ کی بے مثال صناعی 93
❖ اللہ رگِ جاں سے بھی قریب ہے 95
❖ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا سمجھنا شرک ہے 96
❖ جس عمل میں ذرہ برابر بھی شرک کا شائبہ ہو وہ نامقبول ہے 97
❖ ریاء اور مخفی شرک 100
❖ ریاء کاری کی سزا 103
❖ خواہشات کی بے قید غلامی شرک ہے 104
❖ انداد کا شرک 105
دوسرا باب: **رسالت** 108
❖ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت لازمی ہے 108
❖ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے 109
❖ رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بغیر ایمان کا دعویٰ باطل ہے 110

Marfat.com

❖ اطاعت کے بغیر اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کا دعویٰ باطل ہے 112
❖ انسانی رہنمائی کے دو راستے 113
❖ تمام انبیاء ورسل پر ایمان لانا ضروری ہے 113
❖ الہامی تعلیمات نہ ہوتیں تو انسان آج بھی وحشی ہوتا 114
❖ ہر قوم کی طرف نبی بھیجا گیا 116
❖ محمد ﷺ کی رسالت 118
❖ محمد ﷺ کی رسالت عالمی وابدی ہے 119
❖ محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں 121
❖ محمد ﷺ کی تعلیمات محفوظ ہیں 123
❖ ہدایت کے لیے صحیح تعلیم اور اس کا عملی نمونہ ہونا ضروری ہے 124
❖ نجات کے لیے محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل ناگزیر ہے 125
❖ نیکی وہ ہے جس کی سند اللہ اور رسول ﷺ سے ملے 127
❖ صراطِ مستقیم ایک ہی ہے 127
❖ محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے 129
❖ اسوۂ رسول ﷺ 132
❖ چلتا پھرتا قرآن 132
❖ اللہ کا رسول ﷺ 132
❖ ترکِ دعوت کے لیے لالچ 134
❖ ترکِ دعوت کے لیے دھمکی 137
❖ طائف میں دعوت 137
❖ سراپا دعوت 138
❖ اللہ کا بندہ 139

Marfat.com

❖ بندگی کی مثالیں 140
❖ نمازوں میں طوالت 143
❖ اللہ کے حضور عاجزی 145
❖ تواضع ومروت 147
تیسرا باب: **آخرت** 150
❖ اسلامی اخلاقیات کا اہم ستون 150
❖ آخرت کا امکان 153
❖ قیامت کا منظر 153
❖ موجودہ دور میں منظر قیامت کو سمجھنا آسان ہے 156
❖ آخرت کی زندگی انسانی عقل کا تقاضا ہے 157
❖ اسلام کا تصورِ آخرت انسانی فطرت کے تقاضوں کی تکمیل ہے 158
❖ روزمرہ کا مشاہدہ دوسری زندگی کی تائید کرتا ہے 159
❖ آخرت کا انکار دلیل کی بنیاد پر نہیں جوابدہی سے بچنے کی خواہش پر ہے 160
❖ منکرین آخرت کے اعتراضات کا جواب 162
❖ زندگی آزمائش ہے 166
❖ آزمائش عدل کا تقاضا ہے 168
❖ موت اور اس کے بعد کے مراحل 169
❖ موت فنا نہیں عالم برزخ میں منتقلی ہے 170
❖ برزخی زندگی کی نوعیت 171
❖ برزخی زندگی نیند سے مشابہ 171
❖ اللہ وقت کو روک دینے پر قادر ہے 173
❖ عالم برزخ میں وقت کا شعور نہیں ہوگا 175

Marfat.com

❖ موت کے وقت فرشتوں کا رویہ 176
❖ مومن کی جانکنی 176
❖ کافر کی جانکنی 177
❖ عِلّیّین وسِجّین 178
❖ قبر کا ثواب اور عذاب 179
❖ یومِ قیامت 183
❖ قیامت اچانک آئے گی 183
❖ قیامت کے پہلے مرحلے کا منظر 184
❖ قیامت کا دوسرا مرحلہ 187
❖ تخلیق ثانی 188
❖ قیامت کے دوسرے مرحلے کا منظر 189
❖ یومِ محشر کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا 192
❖ دمکتے چہرے اور خاک آلود چہرے 194
❖ یومِ محشر کی سختی 195
❖ شفاعت کبریٰ 197
❖ یومِ حساب 197
❖ مال واولاد، دوستی وسفارش کسی کام نہ آئیں گے 199
❖ شفاعت کا غلط تصوّر 200
❖ اللہ کی مرضی اور اذن کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا 200
❖ جس سے حساب لے لیا گیا وہ تو مارا گیا 204
❖ بغیر حساب جنت میں جانے والے 205
❖ قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا 206

Marfat.com

❖ روزِ قیامت ادائیگیاں اعمال کی صورت میں ہوں گی 207
❖ قیامت کے دن اللہ کی صفتِ رحمت کا اظہار 208
❖ کفار و منافقین کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی 209
❖ مجرمین کے خلاف چار قسم کی گواہیاں 210
❖ مجرمین کے اعمالنامے پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے 213
❖ متقین کے اعمالنامے سامنے سے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے 214
❖ اہلِ ایمان گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں پہنچ جائیں گے 215
❖ جنت 216
❖ بہترین ٹھکانا 216
❖ جنت کی کہانی اللہ کی زبانی 217
❖ جنت کی کہانی رسول ﷺ کی زبانی 228
❖ جہنم 232
❖ بدترین ٹھکانا 233
❖ جہنم کا بیان بزبانِ قرآن 234
❖ جہنم کے کھانوں میں نہ مزہ ہوگا نہ غذائیت 243
❖ جہنم کا بیان بزبانِ حدیث 243
چوتھا باب: **الہامی کتب پر ایمان** 247
❖ تحریف شدہ الہامی کتب پر ایمان کیوں ضروری ہے 249
❖ ایمان کے چھ ارکان 251
پانچواں باب: **فرشتوں پر ایمان** 252
❖ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا 252
❖ انسان کی فضیلت کی وجہ 252

Marfat.com

❖ فرشتے، جنوں اور انسانوں کی طرح با اختیار مخلوق نہیں 254
❖ فرشتوں کی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے ان کی پرستش کی گئی 255
❖ فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے 257
❖ اللہ کے کارندے اور ان کے کام 258
چھٹا باب: **تقدیر پر ایمان** 260
❖ تقدیر کے معنی 260
❖ اللہ نے مخلوقات کی تقدیر ان کی تخلیق سے بہت پہلے لکھ دی 262
❖ تقدیر پر راضی ہونا اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے 264
❖ لوحِ محفوظ 265
❖ عمل اور دعائیں بھی تقدیر کا حصہ ہیں 266
❖ انسان صرف اس علم کا پابند ہے جو اسے دیا گیا ہے 267
❖ تقدیر سراسر خیر ہے 270

دوسرا حصہ:...... عبادات

ساتواں باب: **نماز** 275
❖ نماز تمام گزشتہ امتوں پر فرض تھی 275
❖ پانچ نمازوں کی فرضیت اور اوقات قرآن کی رو سے 279
❖ پانچ نمازوں کی فرضیت اور اوقات حدیث کی رو سے 282
❖ نماز کی اہمیت 284
❖ نماز کی اہمیت قرآن کی رُو سے 285
❖ نماز کی اہمیت حدیث کی رو سے 290
❖ نبی ﷺ کی قراءات اور نماز کا طریقہ 293
❖ نماز میں خشوع کی اہمیت 294

Marfat.com

❖ خشوع کی مثالیں 298
❖ نماز کی حفاظت 308
❖ نماز باجماعت کی اہمیت 311
❖ نماز باجماعت کی مثالیں 314
❖ نماز میں طہارت کا مقام 315
❖ وضو کی اہمیت 319
❖ وضو کے فرائض 321
❖ وضو کی سنتیں 322
❖ وضو کے مستحبات 322
❖ غسل کے فرائض 323
❖ غسل کی سنتیں 323
❖ غسل کے مستحبات 324
❖ تیمم 324
❖ تیمم کے فرائض 325
❖ تیمم کا مسنون طریقہ 325
❖ کردار سازی میں نماز کی اہمیت 325
آٹھواں باب: **زکاۃ** 328
❖ زکاۃ کی اہمیت 328
❖ زکاۃ کی حیثیت گزشتہ شریعتوں میں 332
❖ زکاۃ نہ دینے کا انجام 334
❖ زکاۃ کس پر فرض ہے 338
❖ مصارفِ زکاۃ 340

Marfat.com

❖ زکاۃ کا نصاب اور شرح 340
❖ زکاۃ کے علاوہ بھی مالدار کے مال میں نادار کا حق ہے 342
❖ حقیقی مالک اللہ اور انسان اس کا خلیفہ ہے 343
❖ اصل بچت 344
❖ صدقہ کا فائدہ 345
❖ بخل کا وبال 348
❖ انسان کے دو بڑے دشمن 349
❖ سخاوت اور بخل 350
❖ انفاق فی سبیل اللہ کا اجر 353
❖ کب اور کہاں خرچ کرنا افضل ہے 355
❖ بہترین نیکی 360
❖ مقروض کو مہلت دینا بہترین صدقہ ہے 361
❖ اللہ کے ذمے قرض 363
❖ صدقہ کا ضیاع 365
نواں باب: **روزہ** 369
❖ روزے کا مقصد 372
❖ تقویٰ کیا ہے 373
❖ تقویٰ اللہ کو پسند ہے 375
❖ متقین کا انعام 377
❖ رمضان...... ماہِ صیام 378
❖ نفل روزے 382
❖ قرآن...... اللہ کی کتاب 384

Marfat.com

❖ تنزیلِ قرآن کا مقصد 385
❖ قرآن کے دو نزول 388
❖ ترکِ قرآن کا وبال 390
❖ قرآن کی عظمت 392
❖ لیلۃ القدر 398
❖ شب قدر...... پندرہ شعبان یا رمضان کی رات 401
❖ اعتکاف 407
دسواں باب: **حج** 411
❖ عبادات کا مجموعہ 411
❖ بیت اللہ 412
❖ بیت اللہ کی برکات 412
❖ ابراہیم علیہ السلام کی پکار 414
❖ ابراہیم علیہ السلام کی دعا 414
❖ مقامِ ابراہیم 415
❖ دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ 416
❖ بیت اللہ کی تاریخ 416
❖ حطیم کو کعبہ کی عمارت سے باہر رکھنے کی حکمت 420
❖ بیت اللہ کا غلاف 420
❖ حج کی اہمیت 421
❖ حج کس پر فرض ہے 424
❖ حج کیسے کیا جائے 425
❖ میقات 426

Marfat.com

❖ اِحرام 427

❖ احرام......مساوات کا پیغام 428

❖ طواف 429

❖ رمل اور اضطباع 430

❖ طواف کی مسنون دعائیں 430

❖ طواف کی اقسام 432

❖ طواف کی اہمیت 433

❖ حج کی اقسام 434

❖ سعی کی تاریخ 435

❖ چاہِ زم زم کی تاریخ 436

❖ سعی کا طریقہ 438

❖ حج کا طریقہ 439

❖ رمی کرنا 441

❖ رمی کی حقیقت 442

❖ قربانی، حلق/تقصیر، طواف الافاضہ 443

❖ قارن اور متمتع کے لیے قربانی کا نعم البدل 443

❖ طواف الوداع 444

❖ مدینہ منورہ کی زیارت 444

❖ مسجد نبوی اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت 446

❖ مدینہ منورہ میں اہم مقامات کی زیارت 448

گیارھواں باب: **قربانی** 450

❖ تاریخ انسانی کی پہلی قربانی 450

Marfat.com

❖ قربانی کی اہمیت 450
❖ سنتِ ابراہیمی 451
❖ قربانی کا فلسفہ 454
❖ قربانی کا وقت 455
❖ ذبح کا طریقہ 455
❖ گوشت تقسیم کرنے کا مستحب طریقہ 456
❖ قربانی کا جانور کیسا ہو؟ 456
بارہواں باب: **اللہ کی راہ میں جہاد** 458
❖ جہاد کی تعریف 458
❖ جہاد فرضِ عین یا فرضِ کفایہ 459
❖ جہاد کب فرض ہوا 462
❖ جہاد کے مقاصد 464
❖ جہاد کی اہمیت 468
❖ جہاد کی فضیلت 472
❖ شہادت 478

Marfat.com

مقدمہ

از......خلیل الرحمن چشتی

قاضی حبیب الرحمن صاحب ۱۵ فروری ۱۹۴۰ء کو قطبال، تحصیل گوجر خان، ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ کونتریلا سے ۱۹۵۷ء میں میٹرک کیا۔ ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۵ء میں علی الترتیب بی۔اے اور ایم اے کیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد کچھ دن پاکستان میں ملازمت کی۔ پھر فروری ۱۹۶۸ء میں برطانیہ ہجرت کی۔ وہاں فن تدریس کا ڈیڑھ سالہ کورس مکمل کر کے لندن میں تدریسی کام شروع کیا۔ گیارہ سال لندن میں قیام کیا اور پڑھاتے رہے۔ برطانیہ کی شہرت حاصل کی۔ ۱۹۷۹ء میں سعودی عرب منتقل ہو گئے۔ ریاض یونیورسٹی سے عربی زبان کا کورس مکمل کیا، جو غیر عربی افراد کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ تقریباً بیس سال سعودی عرب میں قیام کیا اور وہاں پڑھاتے رہے۔ اس طرح اُردو کے علاوہ انگریزی اور عربی زبان میں پڑھنے، لکھنے اور بولنے کی اچھی صلاحیت پیدا کر لی۔ ہمارا دَور یہ تقاضا کر رہا ہے کہ ہمارے علماء اور دین دار افراد ان تینوں زبانوں پر عبور حاصل کر لیں۔ اُردو، برصغیر ہندو پاک کی غالب زبان ہے اور اس میں بہت بڑا اسلامی لٹریچر موجود ہے۔ انگریزی، دُنیا میں رابطے کی سب سے بڑی زبان ہے۔ عربی، آخری رسول محمد ﷺ پر نازل ہونے والی آخری وحی (قرآن وسنت) کی زبان ہے۔ یہ تینوں زبانیں ہماری ضرورت ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ قاضی حبیب الرحمٰن صاحب ان تینوں زبانوں پر اچھی خاصی مہارت رکھتے ہیں۔

قیامِ انگلستان (۱۹۶۹ء) کے زمانے میں ہی سے یہ مفکر اسلام مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کی تحریروں سے متاثر ہوئے اور یو۔کے۔ اسلامک مشن کے رکن بن گئے۔ ۱۹۷۶ء تا ۱۹۷۹ء یہ سعودی عرب منتقل ہونے تک مشن کے سکریٹری جنرل رہے۔ ریاض میں تحریک اسلامی سے وابستہ افراد کو منظم کرنے میں ان کا اہم کردار ہے۔

Marfat.com

۱۹۹۸ء قاضی صاحب سعودی عرب سے مستقل طور پر پاکستان منتقل ہو گئے اور جماعت اسلامی پاکستان کے باقاعدہ رکن بن گئے اور اسلام آباد کی ضلعی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔

یہی وہ زمانہ تھا، جب مجھے قاضی حبیب الرحمٰن صاحب سے تعارف کا شرف حاصل ہوا۔ یہ آئی ٹین (I-10) اور اسلام آباد کے دیگر علاقوں میں درس قرآن دینے لگے۔

میری تالیفات کے انگریزی تراجم کے لیے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی، جو اُردو، انگریزی اور عربی سے اچھی طرح واقف ہو اور تحریکی اور دعوتی مزاج بھی رکھتا ہو۔ اس کام کے لیے میرے احباب میں قاضی حبیب الرحمن صاحب سے بہتر کوئی اور ہستی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے، انھوں نے میری پندرہ (۱۵) سے زیادہ اُردو کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ شوق و ذوق کے اس سفر کی منزلیں صرف وہی طے کر سکتا ہے، جو عمر عزیز کے سرمائے کو ایک امانت خداوندی سمجھ کر صرف کرتا ہے۔ قاضی حبیب الرحمن صاحب اس ایمانی سعادت سے مالا مال ہیں۔ مادہ پرستی کے اس دور میں خالصۃً للہ کام کرنے والے کتنے ہیں؟ مولانا مودودی رحمہ اللہ نے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ سے اپنی آخری ملاقات میں شکایت کی تھی کہ کیا کروں پتہ مار کر کام کرنے والے نہیں ملتے۔

''معارف نبوی ﷺ'' کا ترجمہ (جو ۵۰۰ منتخب احادیث برائے حفظ کا مجموعہ ہے) قاضی صاحب نے کیا اور شاندار کیا۔ اس کتاب کے کئی اُردو اور انگریزی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

''قرآنی سورتوں کا نظم جلی'' کا ترجمہ، جس میں قرآنِ مجید کی تمام ۱۱۴ سورتوں کے مضامین کو پیراگرافوں میں تقسیم کر کے ربط کلام اور سورت کے مرکزی مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے، آسان کام نہ تھا۔ قاضی صاحب نے یہ کام بھی حسب معمول دل جمعی اور خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

بدر ہاشمی صاحب نے جو انگریزی پر عبور رکھتے ہیں اور خود کئی کتابوں کے مصنف ہیں، خود مجھ سے رابطہ کیا کہ نظم جلی کی یہ کتاب لاجواب ہے۔ انھوں نے قاضی حبیب الرحمٰن

Marfat.com

صاحب کے ترجمے کو سراہا، جو Macro-Stracture of the Soorahs of Holy Quran کے نام سے شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ ۸۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ امریکہ، کینڈا، آسٹریلیا اور خود پاکستان کے انگریزی دان طبقے میں بہت مقبول ہے۔

دو جلدوں میں ''قواعد زبان قرآن'' بھی میری ایک ضخیم تالیف ہے۔ جو علی الترتیب ۷۶۰ اور ۹۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان دونوں کا ترجمہ بھی قاضی حبیب الرحمٰن نے دن رات کی محنت شاقہ سے کیا۔ جولائی ۲۰۱۶ء میں جب میں نے امریکہ میں قرآنی عربی کا کورس پڑھایا تو قاضی صاحب ہی کا ترجمہ طلبہ کے حوالے کر دیا۔ یہ ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔ لوگ دُنیا میں آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، لیکن اُن کا اچھا کام باقی رہتا ہے اور اُن کے حسنات میں اضافے کا سبب بنا رہتا ہے۔

اِسی طرح میری تالیف ''حدیث کی اہمیت وضرورت'' کا حال ہے۔ قاضی حبیب الرحمٰن صاحب نے اس کتاب کا بھی انگریزی ترجمہ کیا، جو ۴۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف حدیث کی حفاظت کا پس منظر بیان کیا گیا ہے، بلکہ اصطلاحاتِ حدیث کی وضاحت کے علاوہ منکرین حدیث کے اعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے ۲۰ سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ انگریزی کے علاوہ سندھی میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور سندھ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل ہے۔ مغربی ممالک میں موجود علومِ حدیث کے ابتدائی طالب علموں کے لیے یہ کتاب بھی بے حد مفید ہے اور قاضی صاحب کے لیے صدقہ جاریہ۔

آج کل یہ میری کتاب ''مراسم نماز اور روحِ نماز'' کے ترجمے میں مصروف و منہمک ہیں۔ (Form and Spirit of Salat)، زیر مطالعہ کتاب ''اسلام قرآن و حدیث کے آئینے میں'' ان کی اپنی پہلی تصنیف ہے، سرِ دست اس کی دو جلدیں شائع کی جارہی ہیں۔ پہلی جلد ایمانیات اور عبادات سے متعلق ہے اور دوسری جلد معاشرت اور اخلاقیات کے بارے میں ہے۔ تیسری جلد معاشیات اور سیاسیاتِ اسلام سے متعلق ہو گی۔

Marfat.com

قاضی حبیب الرحمٰن صاحب کی اس تصنیف کی مندرجہ ذیل خصوصیات ہیں:

۱۔ زبان و بیان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔

۲۔ قرآن اور احادیث کے مکمل حوالے درج کرتے ہوئے، ٹھیٹ اور خالص اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور مسلکی تعصّبات سے اپنے آپ کو اور قارئین کو بچا کر چلتے ہیں۔

۳۔ دین کا جامع تصور پیش کرتے ہیں۔

۴۔ قاری کے دل میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت پیدا کر کے، اُسے اللہ اور رسول ﷺ کے اتباع کی طرف اُبھارتے اور اُکساتے ہیں۔

۵۔ اپنے موضوع سے ہٹتے ہیں اور نہ غیر ضروری باتیں کرتے۔ قاری کی پوری توجہ متعلقہ موضوع ہی پر مرکوز کرانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، یہی وہ انداز ہے جو امام نووی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین نے اختیار کیا ہے کہ پہلے قرآنی آیات سے استدلال کر کے احادیث نبویہ کو پیش کیا جائے کہ مضمون منقح ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ قاضی حبیب الرحمٰن صاحب کی اس علمی کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرمائے۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

۲۵ جنوری ۲۰۱۷ء

اسلام آباد

طالب دُعائے خیر

خلیل الرحمٰن چشتی

❀❀❀❀

Marfat.com

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ،

اَمَّا بَعْدُ!

قارئین کرام! محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر آج تک اسلام پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، اس کے حق میں بھی اور اس کی مخالفت میں بھی، اور قیامت تک لکھا جاتا رہے گا۔ اس لحاظ سے میری یہ کاوش کوئی نئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی میرا یہ دعویٰ ہے کہ اس سے آپ کے علم میں کوئی اضافہ ہوگا۔ میں تو یہ کوشش صرف اپنی عاقبت کے لیے کر رہا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بلا شبہ، اسلام چودہ سو سال پرانا ہے، بلکہ اس سے بھی بہت پرانا، اتنا پرانا جتنا خود انسان۔ اسلام تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کا نام ہے۔ جب خالقِ کائنات نے جن وانس کی تخلیق کا مقصد ہی اپنی عبادت قرار دیا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾ (الذاریات:56) تو اسلام بھی اتنا ہی پرانا ہوا جتنا انسان۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوئی دو انسان ایک جیسے پیدا نہیں فرمائے، ہر انسان کا اپنا ایک تشخص ہے۔ اسی طرح ہر لکھنے والا دوسرے سے مختلف ہے۔ اسلام کے بارے میں جب بھی کوئی شخص لکھے گا تو معلومات تو وہی ہوں گی، ان میں کوئی جدّت نہیں ہوسکتی اور نہ ہی قرآن وحدیث میں کوئی اضافہ ہوسکتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین مکمل فرما دیا اور اپنی نعمت تمام کردی ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ﴾ (المائدہ:۳)

Marfat.com

قرآن وحدیث میں موجود ان معلومات کو پیش کرنے کا انداز ہر شخص کا اپنا ہے، ہر شخص اپنے ذہن سے سوچتا اور اپنی سمجھ کے مطابق ان معلومات سے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں دوسروں سے اختلاف ہوسکتا ہے، اور اسی میں ہر لکھنے والے کا اپنا رنگ جھلکتا ہے۔

میں نے پوری دیانتداری سے کوشش کی ہے کہ جو کچھ بھی لکھوں اس کی اساس قرآن و حدیث پر ہو۔ اسلام کی یہی دو حقیقی بنیادیں ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ میں دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں: ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول ﷺ کی سنت۔ جب تک تم ان پر عمل کرتے رہو گے، راہِ حق پر رہو گے۔ ان دو بنیادوں کے علاوہ اسلام کو سمجھنے کی جتنی بھی بنیادیں ہیں وہ انسانی عقل وفکر کا نتیجہ ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے فرمایا تھا:

نغمہ کجا و من کجا ، سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

نہ تو میں لکھاری ہوں نہ عالم دین۔ تعلیم وتدریس سے تعلق ہونے کے باوجود بھی سوائے تدریسی نوٹس کے کبھی کچھ لکھنے کی جسارت نہیں کی۔ البتہ جب سے اسلام کا شعور حاصل ہوا ہے، یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ کسی طرح اللہ کے بندوں کا اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ تعلق جُڑ جائے۔ اس تحریر میں بھی میری یہی کوشش ہے کہ کسی طرح میرا اور آپ کا تعلق اللہ سے جُڑ جائے، ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت اور اس کے احسانات کا شعور حاصل ہو جائے اور اس کے سامنے پیشی کا احساس غالب ہو جائے۔

اسلام بہت وسیع ہے اور کسی ایک کتاب میں اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ ایک ایک پہلو پر سیکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ لیکن آج زندگی اتنی تیز رفتار ہو گئی ہے کہ کسی کے پاس کتاب کے لیے وقت ہی نہیں رہا۔ اس لیے میری کوشش ہے کہ اسلام کی بنیادی اور ضروری تعلیمات جن کا علم ہر مسلمان کو ہونا چاہیے ایک ہی کتاب میں پیش کر دی

Marfat.com

جائیں، اس کتاب کے چھ حصے ہیں۔ ہر حصہ میں موضوع کے مطابق قرآن وحدیث کی روشنی میں ضروری بنیادی معلومات پیش کی گئی ہیں۔ پہلا حصہ ایمانیات، دوسرا حصہ عبادات، تیسرا حصہ معاشرت، چوتھا حصہ اخلاقیات، پانچواں حصہ معاشیات اور چھٹا حصہ سیاسیات پر مشتمل ہے۔ یہ چھ حصے ایک جلد میں شائع کرنے سے کتاب کے زیادہ ضخیم ہونے کا خدشہ ہے، اس لیے اسے تین جلدوں میں شایع کیا جا رہا ہے۔ پہلی جلد پہلے دو حصوں ایمانیات اور عبادات پر مشتمل ہے اور دوسری جلد دوسرے دو حصوں معاشرت اور اخلاقیات پر مشتمل ہے۔ جب کہ پانچواں اور چھٹا حصہ معاشیات اور سیاسیات، ان شا اللہ تیسری جلد میں پیش کیے جائیں گے بشرط زندگی۔ قارئین کرام اور خصوصاً اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ میری غلطیوں سے مجھے متنبہ فرمائیں۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ — آپ کی دعاؤں کا طالب

۲۵ جنوری ۲۰۱۷ء — حبیب الرحمٰن قاضی

مکان نمبر ۹۷۵، گلی نمبر ۵۲، فیز ٹو، بحریہ ٹاؤن، اسلام آباد

Marfat.com

١٩٥٥٢٢
Marfat.com

پہلا حصہ

ایمانیات

Marfat.com

اس حصے میں ان باتوں کا ذکر ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ ایمان کے چھ اجزا ہیں جن میں سے ہر چیز کا ذکر الگ باب میں کیا گیا ہے۔ ایمان کا سب سے اہم اور بنیادی جز توحید ہے اس لیے پہلے باب میں توحید کا تفصیلی ذکر ہے۔ دوسرے باب میں رسالت، تیسرے میں آخرت، چوتھے میں الہامی کتب، پانچویں میں فرشتوں اور چھٹے میں تقدیر پر ایمان کی تفصیل ہے۔ ایمان کی اصل تو فی الواقع اللہ کی وحدانیت پر ایمان ہی ہے لیکن اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے اور اس کو سمجھنے کے لیے ایمان کے دوسرے اجزا پر ایمان لانا بھی ناگزیر ہے۔ اللہ کا صحیح اور تفصیلی تعارف انسان کو رسولوں کی وساطت سے ہی حاصل ہوا ہے اور رسولوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا تعارف وحی کے ذریعے کرایا ہے جس میں فرشتے ایک اہم واسطہ ہیں۔ اللہ کی صفت عدل اور رحمت کے کامل اظہار کے لیے آخرت کا ہونا ضروری ہے اور آخرت کی جوابدہی کے احساس کے بغیر انسان کا صراطِ مستقیم پر قائم رہنا ناممکن ہے۔ رسولوں کی تعلیمات الہامی کتب کے ذریعے انسان تک پہنچی ہیں۔ انسان اگر الہامی تعلیمات سے مستفیض ہونا چاہتا ہے تو الہامی کتب پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں۔ تقدیر پر ایمان لانا توحید پر ایمان کا تقاضا ہے۔ تقدیر پر ایمان، اللہ کے علم اور اس کے فیصلوں کو ماننے کا نام ہے۔ جو شخص اللہ کے علم پر ایمان نہ رکھے اور اس کے فیصلوں پر اعتراض کرے وہ کیسے مومن ہو سکتا ہے؟ الغرض ایمان کا ہر جز توحید پر ایمان سے جڑا ہوا ہے۔ اس لیے ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان اجزا کا تفصیلی جائزہ ایمانیات کے چھ ابواب میں ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

پہلا باب:

توحید

اسلام اور توحید لازم و ملزوم ہیں۔ توحید کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ہر الہامی مذہب کی بنیاد توحید ہی ہے لیکن امتدادِ زمانہ کے ساتھ اسلام کے سوا باقی الہامی مذاہب میں توحید کا تصور ماند پڑ گیا ہے۔ اسلام میں توحید کا تصور اتنے زوردار انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اس کی چمک دمک اب بھی پوری آب و تاب کے ساتھ قائم ہے اور ان شاء اللہ قیامِ قیامت تک قائم رہے گی۔

توحید کا مطلب ہے اللہ کی واحدانیت، یکتائی اور کبریائی کا ایسا ادراک کہ اس کے مقابلہ میں کسی ہستی کی کوئی حیثیت نہ رہے۔ اللہ کی ذات و صفات پر ایسا غیر متزلزل ایمان کہ اس کے بھروسے پر انسان دنیا کی ہر قوت سے ٹکرانے کے لیے تیار ہو جائے۔ اس طرح کا ایمان اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات کا صحیح ادراک نہ ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات کو مکمل طور پر سمجھنا تو انسان کے لیے ناممکن ہے، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات غیر محدود ہیں اور انسانی عقل محدود ہے۔ محدود غیر محدود کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے؟ ذیل میں قرآن مجید اور حدیث سے اس ہستی کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ ان آیات سے اللہ کی ذات و صفات، انسان کی ابتدا، دنیا میں اس کی حیثیت اور اس کے انجام کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا تعارف بزبانِ قرآن

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۳ ﴾

(الفاتحہ: ۱ ـ ۴)

"تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے، نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا

Marfat.com

ہے، روزِ جزا کا مالک ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(البقرہ: ۲۰۔۲۲)

''یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے۔ تمہارے بچنے کی توقع اسی صورت سے ہو سکتی ہے، وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا، آسمان کی چھت بنائی، اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لیے رزق بہم پہنچایا۔ پس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مدِّ مقابل نہ ٹھیراؤ۔''

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝﴾ (البقرہ: ۲۹)

''وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لیے پیدا کیں پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا، اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

﴿وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۷۳)

''اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا، تو اس میں باہم جھگڑنے لگے۔ لیکن جو بات تم چھپا رہے تھے، خدا اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ تو ہم نے کہا کہ اس بیل کا کوئی سا ٹکڑا مقتول کو مارو۔ اس طرح خدا مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔''

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ۝﴾ (البقرہ: ۱۰۶۔۱۰۷)

''کیا تم نہیں جانتے کہ خدا ہر بات پر قادر ہے تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی

Marfat.com

بادشاہت خدا ہی کی ہے، اور خدا کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔"

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝﴾ (البقرہ: ۱۱۵۔۱۱۷)

"اور مشرق اور مغرب سب خدا ہی کا ہے۔ تو جدھر تم رخ کرو۔ ادھر خدا کی ذات ہے۔ بے شک خدا صاحبِ وسعت اور باخبر ہے اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے۔ (نہیں) وہ پاک ہے، بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کا ہے اور سب اس کے فرماں بردار ہیں (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ: ہوجا تو وہ ہوجاتا ہے۔"

﴿فَاذْكُرُوْنِيْۤ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۲)

"سو تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔ اور میرے احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔"

﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

"خدا (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، زندہ، ہمیشہ رہنے والا، اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے؟ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے اسے سب معلوم ہے، اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے)۔ اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے

Marfat.com

ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں۔ وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔"

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۖ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٨٤﴾﴾

(البقرہ: ۲۸۴)

"آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ کا ہے تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ بہر حال ان کا حساب تم سے لے لے گا۔ پھر اسے اختیار ہے، جسے چاہے، معاف کر دے اور جسے چاہے، سزا دے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

﴿وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤﴾ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٥﴾ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦﴾﴾

(آل عمران: ۴۔۶)

"اللہ بے پناہ طاقت کا مالک ہے اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔ زمین اور آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ وہی تو ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں، جیسی چاہتا ہے، بناتا ہے۔ اُس زبردست حکمت والے کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔"

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٦﴾ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۖ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾﴾ (آل عمران: ۲۶۔۲۷)

"کہو! خدایا! مُلک کے مالک! تو جسے چاہے، حکومت دے اور جس سے چاہے، چھین لے، جسے چاہے، عزت بخشے اور جس کو چاہے، ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں۔ جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے اور بے جان میں سے جاندار کو، اور جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے۔"

Marfat.com

﴿قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾ (آل عمران:۷۳۔۷۴)

''اے نبیؐ! ان سے کہو کہ ''فضل وشرف اللہ کے اختیار میں ہے، جسے چاہے عطا فرمائے۔ وہ وسیع النظر ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ اپنی رحمت کے لیے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے۔''

﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:۹۷)

''اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے، تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

﴿وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰي مَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ .... ﴿وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(آل عمران:۹۸۔۹۹)

''جو حرکتیں تم کر رہے ہو اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ تمہاری حرکتوں سے اللہ غافل نہیں ہے۔''

﴿وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝﴾ (آل عمران:۱۰۸۔۱۰۹)

''اللہ دنیا والوں پر ظلم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ زمین وآسمان کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہے اور سارے معاملات اللہ ہی کے حضور پیش ہوتے ہیں۔''

﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝﴾ .... ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

(آل عمران:۱۲۶۔۱۲۹)

''فتح ونصرت جو کچھ بھی ہے اللہ کی طرف سے ہے، جو بڑی قوت والا اور دانا وبینا ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا مالک اللہ ہے، جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، وہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔''

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

Marfat.com

نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴾

(آل عمران:۱۴۵)

''کوئی ذی روح اللہ کے اذن کے بغیر نہیں مرسکتا۔ موت کا وقت تو لکھا ہوا ہے۔ جو شخص ثواب دنیا کے ارادہ سے کام کرے گا اس کو ہم دنیا ہی میں سے دیں گے، اور جو ثواب آخرت کے ارادہ سے کام کرے گا، وہ آخرت کا ثواب پائے گا اور شکر کرنے والوں کو ہم اُن کی جزا ضرور عطا کریں گے۔''

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① ﴾ (النساء:۱)

''لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔''

﴿ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴾ (النساء:۴۷)

''اور یاد رکھو کہ اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔''

﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴾...... ﴿ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴾ ...... ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴾ (النساء:۸۵۔۸۷)

''اور اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ تم سب کو اُس قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں، اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچی بات اور کس کی ہوسکتی ہے۔''

﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا

Marfat.com

النَّاسُ وَ یَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا ﴿۱۳۳﴾ (النساء: ۱۳۲۔۱۳۳)

''ہاں اللہ ہی مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور کار سازی کے لیے بس وہی کافی ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا کر تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے، اور وہ اِس کی پوری قدرت رکھتا ہے۔''

﴿وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾﴾ (المائدہ: ۱۷)

''اللہ تو زمین اور آسمانوں کا اور اُن سب چیزوں کا مالک ہے جو زمین اور آسمانوں کے درمیان پائی جاتی ہیں، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔''

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿۲﴾ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَهْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾﴾ (الانعام: ۱۔۳)

''ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور اندھیرا اور روشنی بنائی۔ پھر بھی کافر (اور چیزوں کو) خدا کے برابر ٹھیراتے ہیں۔ وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مدت اس کے ہاں اور مقرر ہے۔ پھر بھی تم (اے کافرو خدا کے بارے میں) شک کرتے ہو۔ اور آسمانوں اور زمین میں وہی (ایک) خدا ہے۔ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو سب سے واقف ہے۔''

﴿قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَ النَّهَارِ ؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ یُطْعِمُ وَ لَا یُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

Marfat.com

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٤﴾ (الانعام: ۱۲ ـ ۱۴)

''ان سے پوچھو، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟ کہو سب کچھ اللہ ہی کا ہے، اس نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے (اسی لیے وہ نافرمانیوں اور سرکشیوں پر تمہیں جلدی سے نہیں پکڑ لیتا)۔ قیامت کے روز وہ تم سب کو ضرور جمع کرے گا، یہ بالکل ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے۔ مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود تباہی کے خطرے میں مبتلا کر لیا ہے وہ اسے نہیں مانتے۔ رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے میں جو کچھ ٹھیرا ہوا ہے، سب اللہ کا ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ کہو، اللہ کو چھوڑ کر کیا میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنا لوں؟ اُس خدا کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان کا خالق ہے اور جو روزی دیتا ہے، روزی لیتا نہیں ہے؟ کہو، مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں اُس کے آگے سر تسلیم خم کروں (اور تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شرک کرتا ہے تو کرے) تو بہر حال مشرکوں میں شامل نہ ہو۔''

﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾﴾ (الانعام: ۱۷ ـ ۱۸)

''اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے، اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے اور دانا اور باخبر ہے۔''

﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ

Marfat.com

اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ
اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ
تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ
الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ (الانعام: ۵۹۔۶۵)

''اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک وتر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے، پھر دوسرے روز وہ تمہیں اِسی کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے تاکہ زندگی کی مقرر مدت پوری ہو۔ آخر کار اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے، پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ اپنے بندوں پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر سب کے سب اللہ، اپنے حقیقی آقا کی طرف واپس لائے جاتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ، فیصلہ کے سارے اختیارات اسی کو حاصل ہیں اور وہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔ اے محمدؐ! ان سے پوچھو، صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں کون تمہیں خطرات سے بچاتا ہے؟ کون ہے جس سے تم (مصیبت کے وقت) گڑگڑا، گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعائیں مانگتے ہو؟ کس سے کہتے ہو کہ اگر اس بلا سے تو نے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور شکرگزار ہوں گے؟ کہو، اللہ تمہیں اُس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے پھر تم دوسروں کو اُس کا شریک ٹھیراتے ہو۔ کہو، وہ اِس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کردے، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کردے، یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھوادے۔ دیکھو، ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں ان کے سامنے

Marfat.com

پیش کر رہے ہیں، شاید کہ یہ حقیقت کو سمجھ لیں۔"

﴿وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾﴾

(الانعام: ۷۳)

"وہی ہے جس نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا کہ حشر ہو جائے، اسی دن وہ ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد عین حق ہے، اور جس روز صور پھونکا جائیگا، اس روز بادشاہی اُسی کی ہوگی۔ وہ غیب اور شہادت ہر چیز کا عالم ہے اور دانا اور باخبر ہے۔"

﴿اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَىَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَىِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِىْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِىْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾﴾ (الانعام: ۹۵۔۱۰۳)

"دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہے، وہی زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور وہی مُردہ کو زندہ سے خارج کرتا ہے۔ یہ سارے کام کرنے والا اللہ ہے، پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو؟

Marfat.com

پردہ شب کو چاک کر کے وہی صبح نکالتا ہے، اُسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے، اُسی نے چاند اور سورج کے طلوع و غروب کا حساب مقرر کیا ہے، یہ سب اُسی زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے ٹھیرائے ہوئے اندازے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔ دیکھو، ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے ایک متنفس سے تم کو پیدا کیا، پھر ہر ایک کے لیے ایک جائے قرار ہے، اور ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ۔ یہ نشانیاں ہم نے واضح کر دی ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے ہر قسم کی نباتات اگائی، پھر اس سے ہرے ہرے کھیت اور درخت پیدا کیے، پھر ان سے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں، اور انگور، زیتون اور انار کے باغ لگائے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں، اور پھر اُن کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو، اِن چیزوں میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ اِس پر بھی لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھیرا دیا، حالانکہ وہ اُن کا خالق ہے، اور بے جانے بوجھے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کر دیں، حالانکہ وہ پاک اور بالاتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ کوئی اس کی شریک زندگی ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق، لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔"

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝١١٧﴾

(الانعام:۱۱۷)

"درحقیقت تمہارا رب زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے اور کون

Marfat.com

سیدھی راہ پر ہے۔"

﴿وَ رَبُّكَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا یَشَآءُ كَمَاۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۱۳۴﴾﴾

(الانعام: ۱۳۳۔۱۳۴)

"تمہارا رب بے نیاز ہے اور مہربانی اس کا شیوہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور تمہاری جگہ دوسرے جن لوگوں کو چاہے لے آئے جس طرح اُس نے تمہیں کچھ اور لوگوں کی نسل سے اٹھایا ہے۔ تم سے جس چیز کا وعدہ کیا جا رہا ہے وہ یقینا آنے والی ہے اور تم خدا کو عاجز کر دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔"

﴿وَ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّ غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ النَّخْلَ وَ الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَ الزَّیْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾﴾ (الانعام: ۱۴۱)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغ اور تاکستان اور نخلستان پیدا کیے، کھیتیاں اگائیں جن سے قسم قسم کے ماکولات حاصل ہوتے ہیں، زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے جن کے پھل صورت میں مشابہ اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں۔ کھاؤ ان کی پیداوار جب کہ یہ پھلیں، اور اللہ کا حق ادا کرو جب اس کی فصل کاٹو، اور حد سے نہ گزرو کہ اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۵﴾﴾ (الانعام: ۱۶۵)

"وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیے، تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اسی میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔"

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۫

Marfat.com

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾ (الاعراف: ۵۴)

''درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر اپنے تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہوا، جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے، جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کیے سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو! اُسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ، سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔''

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾﴾ (یونس: ۳۔۵)

''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی خدا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر تختِ حکومت پر جلوہ گر ہوا اور کائنات کا انتظام چلا رہا ہے۔ کوئی شفاعت (سفارش) کرنے والا نہیں اِلّا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے لہٰذا تم اُسی کی عبادت کرو، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ اسی کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے بے شک پیدائش کی ابتدا وہی کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا، تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ان کو پورے انصاف کے ساتھ جزا دے، اور جنہوں نے کفر کا طریقہ اختیار کیا وہ کھولتا ہوا پانی پییں اور دردناک سزا بھگتیں اُس انکارِ حق کی پاداش میں جو وہ کرتے رہے۔ وہی ہے جس نے سُورج کو اجیالا بنایا اور چاند کو

Marfat.com

چمک دی اور چاند کے گھٹنے بڑھنے کی منزلیں ٹھیک مقرر کر دیں تاکہ تم اُس سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ سب کچھ (کھیل کے طور پر نہیں بلکہ) بامقصد ہی بنایا ہے۔ وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔''

﴿هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝٢٢ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؗ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٢٣﴾ (یونس: ۲۲۔۲۳)

''وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے، اُس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دُعائیں مانگتے ہیں کہ ''اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے۔'' مگر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو، تمہاری یہ بغاوت اُلٹی تمہارے ہی خلاف پڑ رہی ہے۔ دنیا کے چند روزہ مزے ہیں (لوٹ لو)، پھر ہماری طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے، اُس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔''

﴿اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝٥٥ هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٥٦﴾ (یونس: ۵۵۔۵۶)

''سنو! آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے۔ سُن رکھو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، مگر اکثر

Marfat.com

انسان جانتے نہیں ہیں۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے۔"

﴿اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝﴾ (یونس:٦٦۔٧٠)

"آگاہ رہو! آسمان کے بسنے والے ہوں یا زمین کے، سب کے سب اللہ کے مملوک ہیں اور جو لوگ اللہ کے سوا کچھ (اپنے خودساختہ) شریکوں کو پکار رہے ہیں وہ نرے وہم و گمان کے پیرو ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا۔ اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو (کھلے کانوں سے پیغمبر کی دعوت کو) سنتے ہیں۔

لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ سبحان اللہ! وہ تو بے نیاز ہے، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس کی ملک ہے۔ تمہارے پاس اس قول کے لیے آخر کیا دلیل ہے؟ کیا تم اللہ کے متعلق وہ باتیں کہتے ہو جو تمہارے علم میں نہیں ہیں؟ اے محمدؐ، کہہ دو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹے افترا باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پا سکتے۔ دنیا کی چند روزہ زندگی میں مزے کرلیں، پھر ہماری طرف اُن کو پلٹنا ہے، پھر ہم اس کفر کے بدلے جس کا ارتکاب وہ کر رہے ہیں ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔"

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَنْ

Marfat.com

اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا
كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٧﴾ (یونس:۱۰۴-۱۰۷)

''اے نبیؐ! کہہ دو کہ لوگو، اگر تم ابھی تک میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو سن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کی بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا، بلکہ صرف اسی خدا کی بندگی کرتا ہوں جس کے قبضے میں تمہاری موت ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ اور مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ تو یکسو ہو کر اپنے آپ کو ٹھیک اِس دین پر قائم کر دے، اور ہرگز ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہو۔ اور اللہ کو چھوڑ کر کسی ایسی ہستی کو نہ پکار جو تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان۔ اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا۔ اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِىْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى
الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ﴾ (ھود:۶-۷)

''زمین میں چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو اور جس کے متعلق وہ نہ جانتا ہو کہ کہاں وہ رہتا ہے اور کہاں وہ سونپا جاتا ہے۔ سب کچھ ایک صاف دفتر میں درج ہے، اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا جبکہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تم کو آزما کر دیکھے، تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ

Marfat.com

الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ
تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳ وَ
فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ
يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ ۝۴ ﴾ (الرعد: ۲۔ ۴)

''وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں، پھر وہ اپنے تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا، اور اُس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا۔ اِس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقت مقرر تک کے لیے چل رہی ہے اور اللہ ہی اِس سارے کام کی تدبیر فرما رہا ہے۔ وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے، شاید کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو اور وہی ہے جس نے یہ زمین پھیلا رکھی ہے، اس میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ رکھے ہیں اور دریا بہا دیے ہیں۔ اُسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کیے ہیں، اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ ان ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور دیکھو، زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔ ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''

﴿ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ
بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ
مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

Marfat.com

بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَ مَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ
الَّذِیۡ یُرِیۡکُمُ الۡبَرۡقَ خَوۡفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنۡشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَ یُسَبِّحُ الرَّعۡدُ بِحَمۡدِهٖ وَ
الۡمَلٰٓئِکَۃُ مِنۡ خِیۡفَتِهٖ ۚ وَ یُرۡسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیۡبُ بِهَا مَنۡ یَّشَآءُ وَ هُمۡ یُجَادِلُوۡنَ فِی
اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِیۡدُ الۡمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعۡوَۃُ الۡحَقِّ ؕ وَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا یَسۡتَجِیۡبُوۡنَ
لَهُمۡ بِشَیۡءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیۡهِ اِلَی الۡمَآءِ لِیَبۡلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ
اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَ لِلّٰهِ یَسۡجُدُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡهًا وَّ ظِلٰلُهُمۡ بِالۡغُدُوِّ وَ
الۡاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ (الرعد: ۸-۱۵)

''اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اُس کے ہاں ایک مقدار مقرر ہے۔ وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص خواہ زور سے بات کرے یا آہستہ، اور کوئی رات کی تاریکی میں چھپا ہوا ہو یا دن کی روشنی میں چل رہا ہو، اس کے لیے سب یکساں ہیں۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے اس کے مقرر کیے ہوئے نگراں لگے ہوئے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی اور جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی، نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔ وہی ہے جو تمہارے سامنے بجلیاں چمکاتا ہے جنہیں دیکھ کر تمہیں اندیشے بھی لاحق ہوتے ہیں اور امیدیں بھی بندھتی ہیں۔ وہی ہے جو پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھاتا ہے۔ بادلوں کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور فرشتے اس کی ہیبت سے لرزتے ہوئے اُس کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہ کڑکتی ہوئی بجلیوں کو بھیجتا ہے اور (بسا اوقات) اُنہیں جس پر چاہتا ہے، عین اس حالت میں گرا دیتا ہے جبکہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں۔ فی الواقع اس کی چال بڑی زبردست ہے۔

Marfat.com

اسی کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ دوسری ہستیاں جنہیں اس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ اُن کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں۔ اُنہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اُس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا، حالانکہ پانی اُس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں مگر ایک تیر بے ہدف! وہ تو اللہ ہی ہے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرہاً سجدہ کر رہی ہے اور سب چیزوں کے سائے صبح و شام اُس کے آگے جھکتے ہیں۔"

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ۝ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝﴾ (ابراھیم: ۳۲۔۳۴)

"اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اُس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کر نہیں سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔"

﴿وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ۝ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَ مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ۝ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ۝ وَ اِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَ نُمِیْتُ وَ نَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝﴾ (الحجر: ۱۶۔۲۳)

Marfat.com

"یہ ہماری کارفرمائی ہے کہ آسمان میں ہم نے بہت سے مضبوط قلعے بنائے، اُن کو دیکھنے والوں کے لیے (ستاروں سے) آراستہ کیا، اور ہر شیطان مردود سے ان کو محفوظ کر دیا۔ کوئی شیطان ان میں راہ نہیں پا سکتا، الا یہ کہ کچھ سن گن لے لے، اور جب وہ سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے تو ایک شعلۂ روشن اُس کا پیچھا کرتا ہے۔

ہم نے زمین کو پھیلایا، اُس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی۔ اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کیے، تمہارے لیے بھی اور اُن بہت سی مخلوقات کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔ کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں، اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔ بارآور ہواؤں کو ہم ہی بھیجتے ہیں، پھر آسمان سے پانی برساتے ہیں، اور اُس پانی سے تمہیں سیراب کرتے ہیں۔ اِس دولت کے خزانہ دار تم نہیں ہو۔ زندگی اور موت ہم دیتے ہیں، اور ہم ہی سب کے وارث ہونے والے ہیں۔"

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝۴ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵﴾
(النحل: ۳۔۵)

"زمین کو برحق پیدا کیا ہے، وہ بہت بالا و برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ اُس نے انسان کو ایک ذرا سی بُوند سے پیدا کیا اور دیکھتے دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑالو ہستی بن گیا۔ اس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی، اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔"

﴿اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝۷﴾ (النحل: ۷)

"حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔"

﴿وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۴۹﴾ (النحل: ۴۹)

Marfat.com

''زمین اور آسمانوں میں جس قدر جان دار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ ہیں، سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں۔ وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے۔''

﴿وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙۗ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۠ وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۠ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ﴾ (النحل: ۷۰۔ ۷۲)

''اور دیکھو، اللہ نے تم کو پیدا کیا، پھر وہ تم کو موت دیتا ہے، اور تم میں سے کوئی بدترین عمر کو پہنچا دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔ حق یہ ہے کہ اللہ ہی علم میں بھی کامل ہے اور قدرت میں بھی۔

اور دیکھو، اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عطا کی ہے، پھر جن لوگوں کو یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں کی طرف پھیر دیا کرتے ہوں تاکہ دونوں اس رزق میں برابر کے حصہ دار بن جائیں۔ تو کیا اللہ ہی کا احسان ماننے سے اِن لوگوں کو انکار ہے؟

اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے پوتے عطا کیے، اور اچھی اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں۔ پھر کیا یہ لوگ (یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی) باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں۔''

﴿وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۠ وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۠﴾ (النحل: ۷۷۔ ۷۸)

Marfat.com

''اور زمین و آسمان کے پوشیدہ حقائق کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ کچھ دیر نہ لے گا مگر بس اتنی کہ جس میں آدمی کی پلک جھپک جائے، بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اُس نے تمہیں کان دیے، آنکھیں دیں، اور سوچنے والے دل دیے، اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ (النحل:۱۲۸)

''اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔''

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾.... ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل:۱۱۰۔۱۱۱)

''اے نبیؐ، اِن سے کہو، اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اُس کے لیے سب اچھے ہی نام ہیں۔ اور کہو ''تعریف ہے اس خدا کے لیے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا، نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے، اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا پشتیبان ہو'' اور اس کی بڑائی بیان کرو، کمال درجے کی بڑائی۔''

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (الکہف:۱۰۹)

''اے محمدؐ، کہو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں، بلکہ اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ﴾ (الحج:۱۷۔۱۸)

Marfat.com

''ہر چیز اللہ کی نظر میں ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کے آگے سربسجود ہیں وہ سب جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں۔''

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿٦٣﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٦٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾﴾ (الحج:٦٣۔٦٦)

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کی بدولت زمین سرسبز ہو جاتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہ لطیف وخبیر ہے۔ اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ بے شک وہی غنی وحمید ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اُس نے وہ سب کچھ تمہارے لیے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے۔ اور اسی نے کشتی کو قاعدے کا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے، اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اِذن کے بغیر وہ زمین پر نہیں گر سکتا؟ واقعہ یہ ہے کہ اللہ لوگوں کے حق میں بڑا شفیق اور رحیم ہے۔ وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی ہے، وہی تم کو موت دیتا ہے اور وہی پھر تم کو زندہ کرے گا۔ سچ یہ ہے کہ انسان بڑا ہی منکرِ حق ہے۔''

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٨٠﴾﴾ (المومنون:٧٨۔٨٠)

''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سُننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیے مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ گردش لیل ونہار اسی کے قبضہ قدرت

Marfat.com

میں ہے۔ کیا تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ؟‘‘

﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۟ۙ ﴾ (النور: ۳۵)

’’اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو چاہے آگ اس کو نہ لگے، (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں)۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے، وہ لوگوں کو مثالوں سے بات سمجھاتا ہے، وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔‘‘

﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۝۴۱ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ۝۴۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُزْجِیْ سَحَابًا ثُمَّ یُؤَلِّفُ بَیْنَهٗ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ ؕ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝۴۳ یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝۴۴ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤی اَرْبَعٍ ؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۴۵ ﴾ (النور: ۴۱-۴۵)

’’کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اڑ رہے ہیں؟ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے، اور یہ سب

Marfat.com

جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے، پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے، پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف ابر بنا دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے خول میں سے بارش کے قطرے ٹپکتے چلے آتے ہیں اور وہ آسمان سے، اُن پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں، اولے برساتا ہے، پھر جسے چاہتا ہے ان کا نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ان سے بچا لیتا ہے۔ اُس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔ رات اور دن کا الٹ پھیر وہی کر رہا ہے۔ اِس میں ایک سبق ہے آنکھوں والوں کے لیے۔ اور اللہ نے ہر جاندار ایک طرح کے پانی سے پیدا کیا، کوئی پیٹ کے بل چل رہا ہے تو کوئی دو ٹانگوں پر اور کوئی چار ٹانگوں پر۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝١ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝٢ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝٣﴾

(الفرقان: ١۔٣)

''نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہان والوں کے لیے نذیر ہو، وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔ لوگوں نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، جو نہ مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں، نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں۔''

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ۝٦١ وَ هُوَ الَّذِیْ

Marfat.com

جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾﴾ (الفرقان: ۶۱-۶۲)

''بڑا متبرک ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک چمکتا چاند روشن کیا۔ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا، ہر اس شخص کے لیے جو سبق لینا چاہے، یا شکر گزار ہونا چاہے۔''

﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾﴾ (القصص: ۵۹)

''اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہ تھا جب تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول نہ بھیج دیتا جو ان کو ہماری آیات سناتا۔ اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے رہنے والے ظالم نہ ہو جاتے۔''

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾﴾

(القصص: ۶۸-۷۳)

''تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے، یہ انتخاب اِن لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور بہت بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ تیرا رب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی

Marfat.com

کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔اے نبیؐ، اِن سے کہو، کبھی تم لوگوں نے غور کیا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ کیا تم سُنتے نہیں ہو؟ اِن سے پوچھو، کبھی تم نے سوچا کہ اگر اللہ قیامت تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن طاری کر دے تو اللہ کے سوا وہ کونسا مَعبود ہے جو تمہیں رات لا دے تا کہ تم اس میں سکون حاصل کر سکو؟ کیا تم کو سُوجھتا نہیں؟ یہ اسی کی رحمت ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تا کہ تم (رات میں) سکون حاصل کرو اور (دن کو) اپنے رب کا فضل تلاش کرو، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔"

﴿وَ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾﴾ (القصص:۸۸)

"اور اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے مَعبود کو نہ پکارو! اُس کے سوا کوئی مَعبودنہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کی ذات کے۔فرماں روائی اُسی کی ہے اور اُسی کی طرف تم سب پلٹائے جاؤ گے۔"

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیُحْیٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖۗ مِّنَ الْاَرْضِ ۖۗ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَ لَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۷﴾﴾ (الروم: ۲۱-۲۷)

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں

Marfat.com

بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبّت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہے اُن لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش، اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانشمند لوگوں کے لیے۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے تمہارا رات اور دن کو سونا اور تمہارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے یقیناً اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو (غور سے) سُنتے ہیں۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی، اور آسمان سے پانی برساتا ہے، پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں پھر جونہی کہ اُس نے تمہیں زمین سے پکارا، بس ایک ہی پکار میں اچانک تم نکل آؤ گے۔ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اُس کے بندے ہیں، سب کے سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔ وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے، پھر وہی ان کا اعادہ کرے گا اور یہ اس کے لیے آسان تر ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اس کی صفت سب سے برتر ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔"

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ۝۵۴﴾ (الروم: ۵۴)

"اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت میں تمہاری پیدائش کی ابتدا کی، پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝۲۶ وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ

Marfat.com

شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝٢٧ مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝٢٨
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؗ
كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝٢٩﴾ (لقمان: ٢٦ـ ٢٩)

’’آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے، بے شک اللہ بے نیاز اور آپ سے آپ محمود ہے۔ زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں، تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ تم سارے انسانوں کو پیدا کرنا اور پھر دوبارہ جِلا اُٹھانا تو (اُس کے لیے) بس ایسا ہے جیسے ایک متنفس کو (پیدا کرنا اور جلا اٹھانا)۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ سُننے اور دیکھنے والا ہے۔

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں؟ اُس نے سُورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، سب ایک وقت مقرر تک چلے جا رہے ہیں، اور (کیا تم نہیں جانتے) کہ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے؟‘‘

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ
مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا شَفِيْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝٤ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى
الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝٥ ذٰلِكَ عٰلِمُ
الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝٦ الَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ
مِنْ طِيْنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝٨ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ
رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٩﴾

(السجدہ: ۴ـ ۹)

’’وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کے بعد عرش پر جلوہ فرما ہوا، اُس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی و مدد

Marfat.com

گار ہے، اور نہ کوئی اُس کے آگے سفارش کرنے والا، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟ وہ آسمان سے زمین تک دُنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد اُوپر اُس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔ وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، زبردست، اور رحیم۔ جو چیز بھی اس نے بنائی، خوب ہی بنائی۔ اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی۔ پھر اُس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے۔ پھر اس کو نِک سُک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دِل دیے۔ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔"

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِى الْاَرْضِ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاٰخِرَةِ ؕ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَ هُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝﴾ (سبا: ۱۔۲)

"حمد اُس خدا کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے اور آخرت میں بھی اسی کے لیے حمد ہے۔ وہ دانا اور باخبر ہے۔ جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اُس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے، ہر چیز کو وہ جانتا ہے، وہ رحیم اور غفور ہے۔"

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِىْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾
(فاطر: ۱۔۲)

"تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے، (ایسے فرشتے) جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں۔ وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ جس

Marfat.com

رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں۔ وہ زبردست اور حکیم ہے۔"

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾ (فاطر: ۱۱)

"اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمہارے جوڑے بنا دیے (یعنی مرد اور عورت)۔ کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے یہ بہت آسان کام ہے۔"

﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝۸۱ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۸۲ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۳﴾ (یس: ۸۱-۸۳)

"کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اِس پر قادر نہیں ہے کہ اِن جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں، جبکہ وہ ماہر خلاق ہے۔ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے، اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔"

﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِۨ الْكَوَاكِبِ ۝۶ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝۹ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰﴾ (الصافات: ۴-۱۰)

"تمہارا معبود حقیقی بس ایک ہی ہے، وہ جو زمین اور آسمانوں کا اور تمام اُن چیزوں کا مالک ہے جو زمین و آسمان میں ہیں، اور سارے مشرقوں کا مالک۔ ہم نے آسمان دنیا کو تاروں کی

Marfat.com

زینت سے آراستہ کیا ہے۔ اور ہر شیطان سرکش سے اس کو محفوظ کر دیا ہے۔ یہ شیاطین ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے، ہر طرف سے مارے اور ہانکے جاتے ہیں، اور ان کے لیے پیہم عذاب ہے۔ تاہم اگر کوئی ان میں سے کچھ لے اڑے تو ایک تیز شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَ لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾ (الزمر: ۳۔۷)

''اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکر حق ہو۔ اگر اللہ کسی کو بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا برگزیدہ کر لیتا۔ پاک ہے وہ اس سے (کہ کوئی اُس کا بیٹا ہو)۔ وہ اللہ ہے، اکیلا اور سب پر غالب۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ وہی دن پر رات اور رات پر دن کو لپیٹتا ہے، اُسی نے سورج اور چاند کو اس طرح مسخر کر رکھا ہے کہ ہر ایک، ایک وقتِ مقرر تک چلے جا رہا ہے۔ جان رکھو، وہ زبردست ہے اور درگزر کرنے والا ہے۔ اُسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اُس جان سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے۔ وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے، یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے۔ بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟ اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے،

Marfat.com

لیکن وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو تو اسے وہ تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ آخر کار تم سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ وہ تو دلوں کا حال تک جانتا ہے۔"

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾﴾ (الزمر: ۲۳)

"اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں۔ اُسے سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں، اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس سے وہ راہ راست پر لے آتا ہے جسے چاہتا ہے، اور جسے اللہ ہی ہدایت نہ دے اس کے لیے پھر کوئی ہادی نہیں ہے۔"

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾﴾

(الزمر: ۴۴)

"کہو، شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے، پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔"

﴿اَوَ لَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾﴾ (الزمر: ۵۲-۵۳)

"اور کیا انہیں معلوم نہیں ہے کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے؟ اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ (اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے

Marfat.com

مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور و رحیم ہے۔''

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝﴾ (المومن: ۲۔۳)

''اِس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے، سب کچھ جاننے والا ہے، گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔''

﴿رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝﴾ (المومن: ۱۵۔۱۷)

''وہ بلند درجوں والا، مالک عرش ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح نازل کر دیتا ہے تا کہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کر دے۔ وہ دن جبکہ سب لوگ بے پردہ ہوں گے، اللہ سے ان کی کوئی بات بھی چھپی ہوئی نہ ہوگی۔ (اُس روز پکار کر پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (سارا عالم پکار اٹھے گا) اللہ واحد قہار کی! (کہا جائے گا) آج ہر متنفس کو اُس کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کی تھی، آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہو گا اور اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔''

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ هُوَ الْحَيُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (المومن: ۶۴۔۶۵)

''وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا، اور اوپر آسمان کا گنبد بنا دیا، جس نے تمہاری صورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ بنائی، جس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔ وہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے، بے حساب برکتوں والا ہے وہ کائنات کا

Marfat.com

رب۔ وہی زندہ ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی کو تم پکارو اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔"

﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۹﴾ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾﴾ (حٰم السجدہ: ۹۔۱۲)

"اے نبیؐ! اِن سے کہو، کیا تم اُس خدا سے کفر کرتے ہو اور دوسروں کو اُس کا ہمسر ٹھیراتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنا دیا؟ وہی تو سارے جہان والوں کا رب ہے۔ اُس نے (زمین کو وجود میں لانے کے بعد) اوپر سے اس پر پہاڑ جما دیے، اور اس میں برکتیں رکھ دیں، اور اس کے اندر سب مانگنے والوں کے لیے ہر ایک کی طلب و حاجت کے مطابق ٹھیک انداز سے خوراک کا سامان مہیا کر دیا۔ یہ سب کام چار دن میں ہو گئے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اُس وقت محض دھواں تھا، اُس نے آسمان اور زمین سے کہا: "وجود میں آ جاؤ، خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔" دونوں نے کہا: "ہم آ گئے فرمانبرداروں کی طرح۔" تب اُس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیے، اور ہر آسمان میں اُس کا قانون وحی کر دیا۔ اور آسمان دنیا کو ہم نے چراغوں سے آراستہ کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک زبردست علیم ہستی کا منصوبہ ہے۔"

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾﴾

(الشوریٰ: ۱۱۔۱۲)

Marfat.com

''آسمانوں اور زمین کا بنانے والا، جس نے تمہاری اپنی جنس سے تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے، اور اسی طرح جانوروں میں بھی (اُنہی کے ہم جنس) جوڑے بنائے، اور اِس طریقہ سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں، وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے، اُسے ہر چیز کا علم ہے۔''

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝﴾

(الشوریٰ: ۴۹۔۵۰)

''اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾

(الزخرف: ۸۴۔۸۵)

''وہی ایک، آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین میں بھی خدا، اور وہی حکیم و علیم ہے۔ بہت بالا و برتر ہے وہ جس کے قبضے میں زمین اور آسمانوں اور ہر اُس چیز کی بادشاہی ہے جو زمین و آسمان کے درمیان پائی جاتی ہے، اور وہی قیامت کی گھڑی کا علم رکھتا ہے، اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔''

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝﴾

(الدخان: ۳۸۔۴۲)

Marfat.com

"یہ آسمان و زمین اور اِن کے درمیان کی چیزیں ہم نے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنا دی ہیں۔ اِن کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اِن سب کے اٹھائے جانے کے لیے طے شدہ وقت فیصلے کا دن ہے، وہ دن جب کوئی عزیز قریب اپنے کسی عزیز قریب کے کچھ بھی کام نہ آئے گا، اور نہ کہیں سے انہیں کوئی مدد پہنچے گی سوائے اِس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم کرے، وہ زبردست اور رحیم ہے۔"

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۚ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾﴾ (الجاثیہ: ۱۲۔۱۳)

"وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کیا تا کہ اس کے حکم سے کشتیاں اُس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر گزار ہو۔ اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے۔ اِس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔"

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۙ﴿۴﴾﴾ (الفتح: ۴)

"وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ وہ ایک ایمان اور بڑھا لیں۔ زمین اور آسمانوں کے سب لشکر اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ علیم و حکیم ہے۔"

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴿۲۸﴾﴾ (الفتح: ۲۸)

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اُس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے اور اِس حقیقت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔"

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ

Marfat.com

الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾ (ق: ۱۶)

''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں ابھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں۔''

﴿ اَلرَّحْمٰنُ ﴿١﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿٢﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ﴿٣﴾ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ﴿٤﴾ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ﴿٦﴾ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ﴿٧﴾ ﴾

(الرحمن: ۱۔۷)

''رحمٰن نے اِس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا، اور اسے بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں، اور تارے اور درخت سب سجدہ ریز ہیں۔ آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔''

﴿ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢﴾ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٤﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٥﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۭ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٦﴾ ﴾ (الحدید: ۱۔۶)

''اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اُس چیز نے جو زمین اور آسمانوں میں ہے، اور وہی زبردست دانا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک وہی ہے، زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی، اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اُس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم

Marfat.com

ہو۔ جو کام بھی کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔ وہی زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے اور تمام معاملات فیصلے کے لیے اُسی کی طرف رجوع کیے جاتے ہیں۔ وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے، اور دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔''

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾﴾ (الحشر: ۲۲۔۲۴)

''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا، وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اُس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح کر رہی ہے، اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔''

﴿یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ ۫ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴﴾﴾

(التغابن: ۱۔۴)

''اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن، اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے

Marfat.com

ہو۔ اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے، اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے، اور اسی کی طرف آخرکار تمہیں پلٹنا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اسے علم ہے۔ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب اس کو معلوم ہے، اور وہ دلوں کا حال تک جانتا ہے۔''

﴿اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ۬ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۠﴾ (الطلاق: ۱۲)

''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی اُنہی کے مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے، (یہ بات تمہیں اس لیے بتائی جا رہی ہے) تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔''

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ۟ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ۟ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۟ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ ۟ وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ۟﴾

(الملک: ۱۔۵)

''نہایت بزرگ و برتر ہے وہ جس کے ہاتھ میں کائنات کی سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے، تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے والا بھی، جس نے تہ بر تہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے، پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ، تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔ ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے، اور اُنہیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ اِن شیطانوں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ ہم

Marfat.com

نے مہیا کر رکھی ہے۔‘‘

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۝ۙ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ۝﴾

(الملک:۱۵ ـ ۱۷)

’’وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو اُس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رزق، اُسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔ کیا تم اِس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تمہیں زمین میں دھنسا دے، اور یکا یک یہ زمین جھکولے کھانے لگے؟ کیا تم اِس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے؟ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری تنبیہ کیسی ہوتی ہے۔‘‘

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۝﴾ (الدھر ۱ ـ ۴)

’’کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا؟ ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور اِس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔ کفر کرنے والوں کے لیے ہم نے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔‘‘

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ۙ وَّ الْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ۙ وَّ خَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝ۙ وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ۙ وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ۝ۙ وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۪ وَّ بَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝ۙ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۪ۙ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا ۝ۙ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝ؕ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِیْقَاتًا ۝ۙ﴾ (النبا:۶ ـ ۱۷)

Marfat.com

''کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ہم نے زمین کو فرش بنایا، اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا، اور تمہیں (مردوں اور عورتوں کے) جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا، اور تمہاری نیند کو باعث سکون بنایا، اور رات کو پردہ پوش، اور دن کو معاش کا وقت بنایا، اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان قائم کیے، اور ایک نہایت روشن اور گرم چراغ پیدا کیا، اور بادلوں سے لگاتار بارش برسائی تاکہ اس کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گھنے باغ اگائیں؟ بے شک فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔''

﴿اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝١٢ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ۝١٣ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝١٤ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝١٥ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝١٦﴾ (البروج: ۱۲-۱۶)

''درحقیقت تمہارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے، اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا، اور وہ بخشنے والا ہے، محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک ہے، بزرگ و برتر ہے، اور جو کچھ چاہے کر ڈالنے والا ہے۔''

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝٢ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝٣ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝٤ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝٥﴾ (الاعلیٰ: ۱-۵)

''(اے نبیؐ) اپنے رب برتر کے نام کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا۔ جس نے تقدیر بنائی، پھر راہ دکھائی۔ جس نے نباتات اگائیں، پھر ان کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا۔''

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝٤ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۝٥ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ اَحَدٌ ۝٧﴾ (البلد: ۴-۷)

''درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔ کیا اس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا؟ کہتا ہے کہ میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا؟''

﴿اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝١٢ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝١٣ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝١٤﴾
(اللیل: ۱۲-۱۴)

Marfat.com

''بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمہ ہے اور درحقیقت آخرت اور دنیا، دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔ پس میں نے تم کو خبردار کر دیا ہے بھڑکتی ہوئی آگ سے۔''

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾﴾ (العلق: ۱۔۵)

''پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ۬ وَ لَمْ یُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۠﴿۴﴾﴾ (الاخلاص: ۱۔۴)

''کہو، وہ اللہ ہے، یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعارف بزبانِ حدیث

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بن حصین سے روایت ہے کہ یمن کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سوال کیا کہ ابتدا میں کیا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تھا، اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور لوحِ محفوظ میں ہر چیز کو لکھ دیا۔'' (صحیح البخاری: ۳۱۹۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب لکھی، اس میں یہ لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ پس یہ لکھا ہوا عرش پر اس کے ہاں موجود ہے۔'' (صحیح البخاری: ۳۱۹۴۔ صحیح مسلم: ۲۷۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، اور جن شعلہ مارنے والے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیے

Marfat.com

گئے ہیں اور آدم جس چیز سے پیدا کیے گئے ہیں تمہیں بیان کر دی گئی ہے۔'' (صحیح مسلم:۲۹۹۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''میں ایسی چیز کو دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے۔ آسمان آواز کرتا ہے، اور اس کے لیے آواز کرنا لائق ہے۔ آسمان میں چار انگلیوں کے بقدر کوئی جگہ خالی نہیں کہ کوئی فرشتہ پیشانی رکھے ہوئے سجدہ میں نہ ہو۔ اللہ کی قسم! اگر تمہیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہیں تو تم ہنسو کم، اور روؤ زیادہ۔ اور تم بستروں پر اپنی بیویوں سے لذت حاصل نہ کرو اور تم اللہ سے پناہ طلب کرتے ہوئے پہاڑوں کی طرف بھاگ جاؤ۔'' (حسن: جامع ترمذی: ۲۳۱۲۔ ابن ماجہ: ۴۱۹۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر شان والا کام جس کو اللہ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص ہوتا ہے۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۴۸۴۰۔ سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۴ واللفظ لہ۔ یہ روایت سخت ضعیف ہے، قرہ راوی ضعیف ہے، تفصیل دیکھئے: الارواء: ۲)

معراج سے متعلق احادیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے ساتویں آسمان پر دیکھا کہ کچھ فرشتے ہیں جن کے قد بہت بڑے ہیں اور وہ سجدے کے عالم میں ہیں اور ان کے جسم کانپ رہے ہیں اور ان سے ایک عجیب سی آواز آتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔ آپؐ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ آواز کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ فرشتے سجدے کی حالت میں پیدا ہوئے اور ہمیشہ اسی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وتسبیح کرتے رہیں گے۔ اللہ رب العزت کی جلالتِ شان کا ان پر اتنا اثر ہے کہ یہ خوف کی وجہ سے کانپ رہے ہیں، اور ان کے کانپنے کی وجہ سے یہ آواز آپؐ کو سنائی دے رہی ہے۔''

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے قریب پہنچے تو آپؐ نے عرش کی آواز سنی۔ پوچھا، جبریل! یہ کیسی آواز ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عرش کی آواز ہے جو اللہ رب العزت کی عظمت کی وجہ سے اس میں سے آ رہی ہے۔'' فرش سے عرش تک ہر چیز اللہ

Marfat.com

رب العزت کی عظمت کی معترف ہے سوائے انسان کے۔" کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اُس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں؟

﴿اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ﴾

(الحدید:١٦)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اس بندے پر راضی ہوتا ہے جو ایک لقمہ کھاتا ہے تو اس پر اللہ کی تعریف کرتا ہے اور پانی کا گھونٹ پیتا ہے تو اس پر بھی الحمد کہتا ہے۔" (صحیح مسلم: ۲۷۳۴۔ مسند احمد: ۱۱۹۷۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں چودھویں رات کو چاند کے دیکھنے میں جب کہ اس کے اوپر بادل بھی نہ ہوں کوئی شک و شبہ ہوتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں سورج کے دیکھنے میں جب کہ اس پر ابر نہ ہو کبھی شک و شبہ ہوتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بس تم اسی طرح قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھو گے۔

قیامت کے دن لوگ اٹھائے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو شخص دنیا میں جس کی پرستش کرتا تھا اس کے پیچھے ہو جائے، چنانچہ کچھ لوگ سورج کے پیچھے ہو جائیں گے اور کچھ لوگ چاند کے پیچھے اور کچھ لوگ بتوں کے پیچھے چل پڑیں گے۔ اس کے بعد صرف یہ امت باقی رہ جائے گی جس میں منافق بھی شامل ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو وہ (اسے نہیں پہچانیں گے اور) کہیں گے کہ ہم اس جگہ اس وقت تک کھڑے رہیں گے جب تک ہمارا پروردگار نہیں آ جاتا، جب ہمارا پروردگار آئے گا ہم اسے پہچان لیں گے۔

Marfat.com

اس کے بعد اللہ تعالیٰ پھر ان کے سامنے آئے گا اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو وہ اقرار کریں گے کہ ہاں تو ہی ہمارا رب ہے۔اس کے بعد جہنم کی پشت پر ایک پل بنایا جائے گا اور سب کو (اس پر چلنے کی) دعوت دی جائے گی، چنانچہ رسولوں میں سب سے پہلا رسول میں ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر اس پر سے گزروں گا۔اس دن رسولوں کے سوا کوئی شخص نہ بول سکے گا اور رسولوں کی زبان پر بھی اللھم سلم، سلم (اے اللہ! جہنم سے محفوظ رکھ اور سلامتی سے گزار دے) کے کلمات ہوں گے۔(صحیح البخاری: ۶۵۷۳۔مسند احمد: ۷۷۱۷)

عقیدۂ توحید کی اہمیت

اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحید پر ہے۔توحید کا مادہ وَحَدَ، یَحِدُ ہے جس کے معنی ہیں ایک ہونا، یکتا ہونا، بے مثل ہونا۔توحید کے معنی ہیں ایک خدا پر ایمان لانا جو یکتا اور بے مثل ہے۔ اللہ کی ذات وصفات پر غور کیا جائے تو عقیدۂ توحید ہی عقلی طور پر قابلِ قبول عقیدہ ہے۔

جب ہر چیز کا خالق و مالک اور رازق اللہ ہے، جب کائنات میں کوئی ہستی اور کوئی شے اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی، جب ساری مخلوقات بشمول نباتات و جمادات اس کی تسبیح کر رہی ہیں، جب اس کے حکم کے بغیر پتا بھی نہیں ہلتا، جب دنیا اور آخرت میں انسان اسی کے فضل و کرم کا محتاج ہے،تو کیا انسان کے لیے مناسب نہیں کہ اللہ کے سامنے جھک جائے اور اس کی یکتائی اور کبریائی میں کسی کو شریک نہ کرے؟ کیا اس کے علاوہ کوئی رویہ انسان کو زیب دیتا ہے؟ کیا اللہ جیسے علیم وخبیر اور رحیم و کریم رب کی موجودگی میں شرک کا کوئی جواز بنتا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ شرک کو ظلمِ عظیم اور سب سے بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اور اسلام کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جس کے لیے چاہے سارے گناہ معاف کر دے لیکن شرک کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ چنانچہ شرک کی تردید کرتے ہوئے سورہ النساء میں فرمایا:

شرک نا قابلِ معافی ہے

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾﴾ (النساء: ۴۸)

Marfat.com

"بے شک، اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھیرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔"

اسی سورہ میں ایک دوسری آیت میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ (النساء: ۱۱۶)

"اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔"

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرک کو بہت بڑا جھوٹ، بہت بڑا گناہ اور بہت بڑی گمراہی قرار دیا ہے۔ کبھی آپ نے غور کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرک کے علاوہ باقی تمام گناہوں کے معاف ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے اور یہ امید دلائی ہے کہ جس نے اپنے آپ کو شرک سے بچا لیا اس کی بخشش ہو سکتی ہے۔ لیکن شرک کے بارے میں واضح طور پر فرما دیا کہ یہ کسی صورت میں معاف نہیں کیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اُس کے حقِ حکمرانی کا انکار نہیں کرتا۔ اس لیے مالک کی مرضی ہے چاہے تو سزا دے، چاہے تو بخش دے۔

شرک اللہ کی اتھارٹی کے خلاف چیلنج ہے

لیکن جو شرک کرتا ہے وہ گویا اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ بھی کچھ ہستیاں ہیں جو اِس کائنات کے انتظام و انصرام میں دخیل ہیں اور انسان کی قسمت سنوارنے اور بگاڑنے میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلی طور پر با اختیار ہونے کا انکار کرتا ہے اور اس کی اتھارٹی کو چیلنج کرتا ہے۔ سورہ الفرقان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شرک کی تردید ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

Marfat.com

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝۲ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ وَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَيٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ۝۳﴾

(الفرقان: ۱۔۳)

''نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کردینے والا ہو۔ وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔ لوگوں نے اسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتے، جو نہ مار سکتے ہیں نہ جلا سکتے ہیں، نہ مرے ہوئے کو پھر اٹھا سکتے ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مشرکین کے باطل خیالات کی تردید کر دی ہے خواہ وہ یہود و نصاریٰ میں سے ہوں یا مشرکینِ عرب میں سے۔ ان آیات میں واضح اعلان ہے کہ اس کائنات میں سوائے اللہ کے کوئی مقتدر ہستی نہیں ہے۔

مہلت دینا اللہ کا کرم ہے

اگر اللہ چاہتا تو ایسے لوگوں کو اسی وقت فناہ کے گھاٹ اُتار دیتا جب انہوں نے اس کی اتھارٹی کو چیلنج کیا تھا اور یہ عین انصاف کے مطابق ہوتا۔ لیکن وہ بے انتہا کریم ہے اور اس نے لوگوں کو قیامت تک کے لیے مہلت دے دی ہے کہ اگر چاہیں تو توبہ کر لیں اور آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کی زبان سے اعلان کروا دیا کہ ''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ شخص جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔''

(سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۰۔ الدعاء للطبرانی: ۱۸۰۷۔ تنبیہ: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، جب کہ ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود نے اپنے والد سے نہیں سنا لہٰذا منقطع روایت ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کی رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک ہر رات اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن بھر گناہ کرنے والا رات کو توبہ کر لے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات بھر گناہ کرنے والا دن کو توبہ کر لے“ (صحیح مسلم:۲۷۵۹۔ مسند ابی داود الطیالسی: ۴۹۲)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں:

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل ہی نہیں

اس اعلان کے بعد بھی اگر آخرت میں کوئی گرفتارِ بلا ہوتا ہے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو اسے سنبھلنے کا پورا موقعہ دیا تھا۔ جو لوگ مرتے دم تک اپنی خواہشات کی غلامی اور اللہ سے بغاوت پر مصر رہیں گے ایسے لوگوں کو قیامت کے روز ابدی عذاب سے دوچار کیا جائے گا اللہ ان کو ایسے ہی بھلا دے گا جیسے وہ دنیا میں اللہ کو بھلائے ہوئے تھے۔ ملاحظہ ہو سورہ السجدہ کی یہ آیت:

﴿فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (السجدہ: ۱۴)

”پس اب چکھو مزہ اپنی اس حرکت کا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا، ہم نے بھی اب تمہیں فراموش کر دیا ہے، چکھو ابدی عذاب کا مزہ اپنے کرتوتوں کی پاداش میں۔“

آخرت میں نجات کے لیے خاتمہ بالایمان ضروری ہے

اُخروی نجات کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت کو سچے دل سے تسلیم کرنا اور مرتے دم تک اس پر قائم رہنا بنیادی شرط ہے۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، دَخَلَ الْجَنَّةَ))

”جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ یقین رکھتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے جنت میں داخل ہوگا۔“ (صحیح مسلم: ۲۶)

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں نبی ﷺ کے یہ الفاظ مذکور ہیں:

Marfat.com

((اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِهِ اَوْ نَفْسِهِ))

''قیامت کے دن لوگوں میں میری سفارش سے فیضیاب ہونے والا سب سے خوش نصیب وہ ہوگا جس نے سچے دل سے اس بات کا اقرار کیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

(صحیح بخاری:۹۹)

عقیدہ توحید کی تاکید اور شرک کی مذمت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ. وَمَنْ لَقِيَهٗ يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ))

''جس نے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کی کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا ہو، وہ جہنم میں جائے گا۔'' (صحیح مسلم: ۹۳)

ایمان کے بغیر اچھے کاموں کی حیثیت

ان نصوص سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عقیدہ توحید پر ایمانِ راسخ کے بغیر آخرت میں نجات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ بات انسانی عقل وخرد اور منطق کے عین مطابق ہے۔ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختیار کا کُلی یا جُزوی طور پر مُنکر ہو۔ اس کا شمار اللہ کے باغیوں میں ہوگا اور باغیوں کو تو کوئی بھی حکومت معاف نہیں کرتی۔ اِلّا یہ کہ وہ اتنی کمزور ہو کہ انہیں سزا دینے کی قدرت ہی نہ رکھتی ہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ تو ہر کمزوری سے پاک ہے، پھر اس سے ایسی امید کیوں رکھی جائے۔ بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اکثر لوگ اللہ کو تو نہیں مانتے لیکن اچھے کام کرتے ہیں، انہیں سزا کیوں ملے گی؟ یہ لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ جزا وسزا کا تعلق صرف اعمال سے ہے۔ یقیناً اعمال کی بھی اہمیت ہے لیکن ان کی حیثیت ثانوی ہے۔

آپ خود ہی سوچیے کہ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کی حیثیت ہی کو تسلیم نہیں کرتا، اللہ اس پر اپنے انعام واکرام کی بارش کیوں کرے؟ یہ بھی یاد رکھیے کہ آخرت کی کامیابی صرف اور

Marfat.com

صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوگی۔ جب نبی ﷺ نے یہ بات صحابہ کرام کو بتائی تو انہوں نے حیران ہوکر پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ بھی اللہ کے فضل کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا، ہاں میں بھی۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۶)

اسی بات کو ایک پنجابی صوفی شاعر نے بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے:

عدل کریں تے تھر تھر کنبنڑ اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جانونڑ مَیں جے وی منہ کالے

یہ بات طے ہے کہ آخرت میں اس کا فضل صرف انہی لوگوں کے لیے ہوگا جو اس کے باغی نہیں تھے۔

یہ بات بھی یاد رکھیے کہ اچھا عمل صرف وہی ہے جسے اللہ اور اس کا رسول ﷺ اچھا کہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ اس معیار کے مطابق اگر دیکھا جائے تو جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے اور بظاہر کچھ اچھے کام کرتے ہیں، فی الواقع وہ اچھے کام نہیں ہیں، کیونکہ کرنے والے کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہوتا۔ صلے کی توقع تو اسی سے رکھنی چاہیے جس کے لیے آپ کچھ کریں یا کم از کم اس کی حیثیت ہی کو مانیں اور جس کی حیثیت ہی کو آپ تسلیم نہ کریں، اور نہ ہی اس کو راضی رکھنے کی آپ کے نزدیک کوئی اہمیت ہو تو اس سے صلے یا انعام واکرام کی توقع کیوں کر رکھی جا سکتی ہے؟ جو لوگ اللہ رب العالمین کو اپنا رب ہی نہیں مانتے ان کے بارے میں یہ سوچنا کہ ان کو سزا کیوں ملے گی، کیا یہ منطقی سوچ ہے؟

لیکن اس کے باوجود بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کے بظاہر اچھے اعمال کا بدلہ دو میں سے کسی ایک صورت میں دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ایک تو یہ کہ ان کے اچھے اعمال کا بدلہ مزید دنیاوی نعمتوں کی صورت میں دے دیا جائے گا، دوسرے یہ کہ ان کے اخروی عذاب میں کمی کر دی جائے گی اور یہ عین اس کا کرم ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہی ہے کہ اگر انہوں نے بظاہر کوئی اچھا کام کیا بھی تو اپنی خواہش سے کیا۔ اللہ کا حکم سمجھ کر نہیں کیا۔ اگر ایسے اعمال کا کچھ بھی صلہ نہ دیا جاتا تو عین عدل ہوتا۔

Marfat.com

توحید پر ایمان کے تقاضے

اللہ سے محبت

اللہ تبارک وتعالیٰ پر ایمان کا بنیادی اور منطقی تقاضا یہ ہے کہ اس سے محبت کی جائے اور ٹوٹ کر محبت کی جائے۔ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے سب اللہ کی دین ہے۔ اپنا تو کچھ بھی نہیں، نہ اس نے خود کو پیدا کیا، نہ وسائلِ زندگی اس کے پیدا کردہ ہیں، نہ موت پر اسے قابو ہے اور نہ ہی آخرت میں فیصلہ کرنے کا اختیار۔ اگر ہمیں زندگی کی نعمت ملی ہے تو یہ سراسر اس کا احسان ہے، زندہ رہنے کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے وہ بھی سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں، ان میں سے کچھ کا کنٹرول انسان کو دے دیا اور جو زیادہ ناگزیر تھے ان کا کنٹرول بھی اپنے پاس رکھا۔ کس نے کتنا عرصہ اس دنیا میں گزارنا ہے، اس کا فیصلہ بھی وہی کرتا ہے اور آخرت میں جزاوسزا کا فیصلہ بھی وہی کرے گا۔

کیا وہ ہستی جس نے ہمیں سب کچھ بن مانگے دیا ہے وہ اس بات کی مستحق نہیں کہ اس سے محبت کی جائے؟ جس میں ذرا سا بھی احسان شناسی کا جذبہ ہو وہ تو اللہ سے محبت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خود بھی انسان سے محبت کرتا ہے اسی لیے اس نے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ شروع کیا تاکہ وہ انسان کو گمراہی سے بچا کر صحیح بنیاد پر اللہ کے ساتھ اس کا رشتہ استوار کریں۔ چنانچہ اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ (البقرۃ:۱۶۳)

''اور تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اس رحمٰن اور رحیم کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔''

یہ اس کی رحمت کا ہی نتیجہ ہے کہ زیست کا سلسلہ انسان کی نافرمانیوں کے باوجود اب

Marfat.com

تک قائم ہے ورنہ کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔

اللہ سے محبت ایمان کا تقاضا ہے

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ﴾ (البقرة:١٦٥)

”لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں، اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی گرویدگی اللہ کے ساتھ ہونی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔“

یہ حقیقت ہے کہ لوگ جن کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں، ان سے محبت بھی کرتے ہیں، حالانکہ یہ خودساختہ کارساز ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ تو کیا اللہ جو کارسازِ حقیقی ہے اور جس نے انسان کو سب کچھ دیا ہے، وہ اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس سے شدید محبت کی جائے، جس کی طرف اوپر دی گئی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ سے شدید محبت کے بغیر ایمان کا دعویٰ بے کار ہے۔ اسی بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے درج ذیل حدیث میں واضح فرمایا ہے:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا))

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اللہ اور اس کا رسول ﷺ تمہیں ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔“

ایمان کی تکمیل

اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت ایمان کی بنیاد ہے اور ایمان کی تکمیل یہ ہے کہ بندے کا ہر فعل اللہ کی رضا کے لیے ہو جائے۔ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی خوشی کے لیے انسان ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اسی بات کو نبی ﷺ نے ان الفاظ میں واضح فرمایا۔

((عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ، قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ))

Marfat.com

''ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کی اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ ہی کے لیے روکا، اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔'' (صحیح سنن ابوداود:۴۶۸۱۔جامع ترمذی:۲۶۹۲)

یہی بات اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی ﷺ کی زبان سے کہلوائی:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝﴾ (الانعام:۱۶۲۔۱۶۳)

''(اے نبی ﷺ) کہو میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، اور میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں سب سے پہلے سر تسلیم خم کرنے والا ہوں''

ایسے لوگ اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں، ایسے ہی اطاعت کیش اور وفا شعار بندوں کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ۝﴾

(الانفال:۶۵)

''اگر تم میں سے بیس صابر لوگ ہونگے تو دو سو پر غالب ہونگے، اور اگر تم میں سے سو لوگ ہونگے تو کفار کے دو ہزار لوگوں پر غالب ہونگے کیونکہ وہ لوگ (اللہ کو) نہیں سمجھتے۔''

اللہ کی تائید

ایسے ہی لوگ تھے جن کے حکم سے دریا بھی بہنا شروع کر دیتے تھے۔ اسلام سے پہلے مصری ہر سال دریائے نیل کو ایک دوشیزہ کی قربانی پیش کیا کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ نیل کی روانی کے لیے انسانی قربانی لازمی ہے، ورنہ نیل بہنا بند ہو جائیگا۔ فتح مصر کے بعد مسلمانوں نے اس قربانی کو روک دیا۔ اتفاق سے ایک دفعہ دریائے نیل بہنا بند ہو گیا۔

Marfat.com

مصریوں نے شور مچایا کہ قربانی نہ دینے کی وجہ سے دیوتا ناراض ہو گئے ہیں۔ انہوں نے حکومت کے لیے مسئلہ کھڑا کر دیا کہ دریا انسانی جان کی قربانی مانگتا ہے۔ گورنر نے یہ سارا ماجرا حکومت کو لکھ بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ انہوں نے دریائے نیل کے نام حکمنامہ جاری کیا کہ اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو بہنا شروع کر دے اور اگر تو کسی اور کے حکم سے بہتا ہے تو ہمیں تیری ضرورت نہیں۔ یہ خط قاصد کے حوالے کیا اور اسے حکم دیا کہ اس کو جا کر دریائے نیل میں ڈال دے۔ جب یہ خط نیل میں ڈالا گیا تو دریا نے بہنا شروع کر دیا، اور آج تک پوری روانی سے بہ رہا ہے۔ (ضعیف: مسند الفاروق: ۱/ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ یہ روایت ابن لھیعہ مدلس راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

یہ واقعہ اور اس طرح کے اور بہت سے واقعات جو مختلف لوگوں سے منسوب ہیں۔ ان میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ جب انسان اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیتا ہے تو اللہ بھی اس کی لاج رکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث قدسی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے:

”جس نے میرے دوست سے دشمنی کی، اس کو میری طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اگر میرا بندہ فرض کی ادائیگی کے ذریعے مجھ سے قرب حاصل کرتا ہے تو مجھے اس سے محبوب اور کوئی ذریعہ نہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ کسی سے پناہ چاہے تو اسے پناہ بھی ضرور دیتا ہوں۔“ (صحیح بخاری: ۶۵۰۲)

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ جب خود کو کلیتاً اللہ کے حوالے کر دیتا ہے تو اسے اللہ

Marfat.com

کی تائید و نصرت حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جنگِ بدر کے موقعہ پر جب نبی ﷺ نے مٹھی بھر ریت کفار کی طرف پھینکی تو یہ ریت سب کفار کی آنکھوں میں پڑی، حالانکہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور وہ پورے میدانِ جنگ میں بکھرے ہوئے تھے۔ اسی بات کو اللہ نے سورہ انفال میں یوں فرمایا:

﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾ (الانفال:۱۷)

''ریت کی مٹھی جو تم نے پھینکی وہ تم نے نہیں پھینکی، بلکہ وہ اللہ نے پھینکی۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت

اللہ پر ایمان اور اس سے محبت کا تقاضا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل طور پر اطاعت کی جائے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾﴾ (آل عمران: ۳۱)

''اے نبی ﷺ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہاری خطاؤں سے در گزر فرمائے گا''

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہیں انہیں اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی چاہئے جس کے نتیجے میں انہیں اللہ کی محبت اور مغفرت حاصل ہو گی۔ فی الواقع دنیا اور آخرت کی کامیابی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی میں مضمر ہے، جیسا کہ سورہ احزاب میں فرمایا گیا:

﴿وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾﴾ (الاحزاب: ۷۱)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے، اس نے بڑی کامیابی

Marfat.com

حاصل کی۔''

کامیابی کا مفہوم

بعض لوگ شاید محسوس کریں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت آخرت میں کامیابی کی ضمانت تو ہو سکتی ہے لیکن دنیا میں تو نہیں۔ ہم نے تو بے شمار ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو اچھے مسلمان ہونے کے باوجود غربت کا شکار ہوتے ہیں۔

ان لوگوں کے نزدیک دنیاوی آسائشوں کی بہتات کا نام کامیاب زندگی ہے۔ حالانکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جن لوگوں کے پاس دولت کی فراوانی ہے وہ فی الواقع کامیاب اور خوش بھی ہوں۔ آپ کے مشاہدے میں بھی کئی ایسے لوگ آئے ہونگے جو دولت مند ہونے کے باوجود خوش نہیں۔ وہ ہر وقت مضطرب رہتے ہیں، انہیں اطمینان اور سکون حاصل نہیں۔ وہ اکثر پریشان رہتے ہیں۔

یہ تو جانچنے کا مادی پیمانہ ہے، اور مادے کا انسان کی خوشی اور سکون سے سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ خوشی اور سکون کا تعلق تو روح سے ہے جو کہ غیر مادی شے ہے، اور روح کو اطمینان اور خوشی تو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت ہی سے ملتی ہے۔ درج ذیل آیت میں اسی بات کا اظہار کیا گیا ہے: ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴾ (الرعد: ۲۸) ''خبر دار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔'' سکونِ قلب اور اطمینان صرف اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

اللہ کی بادشاہت کا انحصار ہماری اطاعت پر نہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہماری اطاعت یا نافرمانی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمام جن وانس اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں تو اس کی بادشاہی میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر سب ملکر اس کا انکار کر دیں تو اس کی بادشاہی میں ذرہ بھر کمی نہیں کر سکتے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی خدائی اپنے بل بوتے پر قائم ہے۔ کسی کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر نہیں۔ سورہ اخلاص میں ''اللہُ

Marfat.com

الصَّمَدُ" (اللہ بے نیاز ہے) کہہ کر اسی بات کا اظہار کیا گیا ہے۔

کائنات کی ہر چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت پر مجبور ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۱۵﴾ (الرعد:۱۵)

"وہ اللہ ہی ہے جس کو زمین و آسمان کی ہر چیز طوعاً و کرھاً سجدہ کر رہی ہے اور سب چیزوں کے سائے صبح و شام اس کے آگے جھکتے ہیں"

اسی بات کی وضاحت نبی ﷺ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، نبی ﷺ فرماتے ہیں:

"بُری باتیں سن کر اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد ثابت کرتے ہیں (حالانکہ اس کی کوئی اولاد نہیں) اور وہ انہیں رزق و عافیت دیتا ہے۔ (صحیح بخاری:۶۰۹۹۔ صحیح مسلم:۲۸۰۴)

پھر فرمایا: ہر چیز اس کی اطاعت گزار ہے۔ اس کی غلامی کی معترف ہے۔ اس کے لیے اخلاص کرنے والی ہے۔ اس کی سرکار میں قیامت کے روز دست بستہ کھڑی ہونے والی اور دنیا میں عبادت گزار ہے۔ جس چیز کو کہے یوں ہو، اس طرح بن جا، وہ اسی طرح ہو جاتی ہے اور بن جاتی ہے۔ اس طرح ہر ایک اس کے سامنے پست اور مطیع ہے۔ کفار بھی گو نہ چاہیں، لیکن ان کے سائے اللہ کے سامنے جھکتے رہتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

یہی بات سورہ آل عمران میں یوں فرمائی:

﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۸۳﴾ (آل عمران:۸۳)

"کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین چاہتے ہیں۔ (اللہ کی بندگی کے علاوہ کسی اور کی بندگی کرنا چاہتے ہیں) حالانکہ آسمان و زمین کی ساری چیزیں

Marfat.com

چاروناچار اللہ ہی کی طابع فرمان ہیں، اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔"

انسان کی بھلائی اطاعت ہی میں ہے

انسان کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ وہ بھی اس کائنات کا حصہ ہے۔ جب کائنات کی ہر چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کر رہی ہے تو انسان کے لیے بھی فطری راستہ یہی ہے کہ وہ بھی اس کی اطاعت کا راستہ اختیار کرے۔ یہی اس کی فطرت کا تقاضا ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ انسان جب بھی اس راستے سے انحراف کرتا ہے تو گویا وہ اپنی فطرت سے بغاوت کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے اور اس کے اردگرد پھیلی ہوئی اشیاء کے درمیان کش مکش شروع ہو جاتی ہے۔ جو اس کے اندر کی دنیا میں بے چینی اور باہر کی دنیا میں فساد برپا کر دیتی ہے۔

اس کے برعکس جب انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کا راستہ اختیار کرتا ہے، تو اندر وباہر کی کشمکش ختم ہو جاتی ہے، اور اس کے اندر و باہر کی دنیا میں سکون ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایک اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت ہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان دنیا اور آخرت میں فلاح حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام ہی صحیح دین (راستہ) ہے، جو انسان کی دنیوی اور اُخروی فلاح کا ضامن ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی ادیان (راستے) ہیں، گمراہی اور ناکامی پر منتج ہوتے ہیں۔

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انسانی رہنمائی کے لیے بھیجی گئی آخری کتاب ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں، توحید کے بارے میں اس کا کیا موقف ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید سے توحید کے دلائل

ہر نبی کی دعوت کا بنیادی نقطہ توحید ہے

قرآن مجید توحید کی تائید اور شرک کے ابطال کے دلائل سے بھرا پڑا ہے۔ ہر نبی کی دعوت کا بنیادی نقطہ توحید ہی تھا۔ سورہ انبیاء کی یہ آیت اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:۲۵)

''ہم نے تم سے پہلے جو بھی رسول بھیجا ہے، اس کو یہی وحی کی ہے، کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تم میری ہی بندگی کرو۔''

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ﴾ (بنی اسرائیل:۲۳)

''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے، کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی۔''

توحید پر عمل کے ساتھ ہی شرک سے اجتناب کی دعوت بھی دی گ ء ہے۔ سورہ النحل میں فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:۳۶)

''ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا، اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو!''

سورہ نسا میں فرمایا:

Marfat.com

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ (النساء: ۳٦)

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔''

صحیح مسلم میں ایک حدیثِ قدسی بیان کی گئی ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

''میں نے اپنے بندوں کو مواحد پیدا کیا، مگر شیطان نے انہیں دینِ حنیف سے ہٹا دیا۔'' (صحیح مسلم: ۲۸٦۵)

ایک دوسری حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مجھے ابنِ آدم جھٹلاتا ہے۔ اسے یہ لائق نہ تھا۔ مجھے وہ گالیاں دیتا ہے، اسے یہ نہیں چاہیے تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ میں اسے مار ڈالنے کے بعد پھر زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں، اور اس کا گالیاں دینا یہ ہے کہ وہ میرے لیے اولاد ثابت کرتا ہے، حالانکہ میں پاک ہوں اور بلند و بالا ہوں اس سے کہ میری اولاد اور بیوی ہو۔''

(صحیح بخاری: ۴۹۷۴)

اللہ کی خالقیت اور اس کا اقتدار

انسان اس بات پر گواہ ہے کہ خود اس کا اور زمین و آسمان کا خالق اللہ ہی ہے اور وہی ہے جس کا حکم اس کائنات کی ہر چیز پر چلتا ہے۔ درج ذیل آیات پر غور کیجیے۔

﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ ﴿٦٠﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ ﴿٦١﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ ﴿٦٢﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ

Marfat.com

يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۶۴﴾ قُلۡ لَّا يَعۡلَمُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الۡغَيۡبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۶۵﴾ (النمل: ۶۰-۶۵)

''بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ وہ خوشنما باغ اُگائے جن کے درختوں کا اگانا تمہارے بس میں نہ تھا؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ (نہیں) بلکہ یہی لوگ راہ راست سے ہٹ کر چلے جا رہے ہیں۔

اور وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کئے اور اس میں (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دئے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک) ہے؟ نہیں، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔

کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔

اور وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ دکھاتا ہے اور کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری دے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟ بہت بالا اور برتر ہے اللہ اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتدا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔ ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور وہ (تمہارے معبود تو یہ

Marfat.com

بھی) نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''

سورہ النمل کی ان آیات پر غور کیا جائے تو شرک کا کوئی جواز نہیں رہتا ان آیات میں اس بات کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق اللہ ہے اور وہی اس کو کنٹرول کر رہا ہے۔ زمین و آسمان اسی کے حکم سے قائم ہیں، انسان کو رزق وہی دیتا ہے وہی اس کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کی قسمت کے فیصلے بھی وہی کرتا ہے۔ وہی اقتدار بخشتا ہے اور وہی واپس بھی لیتا ہے۔ کل کیا ہونے والا ہے اس کا علم بھی صرف اسی کے پاس ہے۔ کوئی اس کے فیصلوں میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔

شرک کا کوئی جواز نہیں

جب ہر قسم کا اقتدار اور اختیار صرف اس کے پاس ہے تو دوسروں کو اس کے ساتھ شریک کیوں کیا جائے؟

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾﴾ (الزخرف:۸۷)

''اور اگر تم ان سے پوچھو، کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے، تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر کہاں سے یہ دھوکا کھا رہے ہیں۔''

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٣﴾﴾ (العنکبوت:۶۱۔۶۳)

''اگر تم ان لوگوں سے پوچھو، کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے، اور چاند اور سورج کو کس نے مسخر کر رکھا ہے، تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ کدھر سے دھوکا کھا رہے ہیں؟ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ یقیناً، اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا، تو وہ ضرور کہیں گے، اللہ نے۔ کہو، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، مگر ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔''

Marfat.com

خدا انسان کے اندر موجود ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجود کی شہادت تو انسان کے اپنے دل میں بھی موجود ہے۔ اسی لیے جب وہ کسی ایسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے، جہاں سارے رشتے اور سہارے ٹوٹ جاتے ہیں اور کہیں سے مدد کی کوئی امید نظر نہیں آتی، تو ایسے میں وہ صرف اللہ ہی کو پکارتا ہے اور صرف اسی سے مدد مانگتا ہے۔ سورہ انعام کی درج ذیل آیات اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

﴿قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۴۰۔۴۱)

''ان سے کہو، ذرا غور کر کے بتاؤ، اگر کبھی تم پر اللہ کی طرف سے کوئی بڑی مصیبت آ جاتی ہے، یا آخری گھڑی آ پہنچتی ہے، تو کیا اس وقت تم اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہو؟ بولو اگر تم سچے ہو۔ اس وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو، پھر اگر وہ چاہتا ہے، تو اس مصیبت کو تم پر سے ٹال دیتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تم اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو بھول جاتے ہو۔''

سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت پر غور کیجیے:

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۶۷)

''جب سمندر میں تم پر کوئی مصیبت آتی ہے، تو اس ایک کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارا کرتے ہو، وہ سب گم ہو جاتے ہیں، مگر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے، تو تم اس سے منہ موڑ جاتے ہو۔ انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔''

کیا یہ آیات اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ خدا انسان کے اندر موجود ہے؟ جب انسان ہر طرف سے مایوس ہو جاتا ہے تو صرف اللہ ہی کو پکارتا ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی اسے اپنی ہستی کا شعور عطا کر دیا تھا اور پھر پے در پے

Marfat.com

اپنی طرف سے انبیا اور رسول بھیج کر اس بات کی یاد دہانی کرواتا رہا کہ تمہارا خالق و مالک و رازق اللہ ہی ہے جو اس ساری کائنات کا بھی خالق و مالک ہے، اور جس کے حکم کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ اس لیے انسان کے لیے بہتر اور سیدھا راستہ یہی ہے کہ وہ ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اور صرف اللہ کی بندگی اختیار کرے۔ سورہ اعراف کی درج ذیل آیات گواہ ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں انسان کو اپنا تعارف کرایا اور اس سے یہ گواہی لی کہ وہی اس کا رب ہے:

عہدِ الست

﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ۝ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۷۲۔۱۷۴)

''اور (اے نبی ﷺ) لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا، اور ان کو خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: ضرور، آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس بات پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں قیامت کے دن تم یہ نہ کہہ دو: ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔ یا یہ نہ کہنے لگو: شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہوئے، پھر کیا آپ ہمیں اس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کار لوگوں نے کیا تھا؟ دیکھو! اس طرح ہم واضح طور پر نشانیاں پیش کرتے ہیں، اور اس لیے کرتے ہیں کہ یہ لوگ پلٹ آئیں۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کے ان عذر ہائے لنگ سے آگاہ تھا جو کل قیامت کے دن یہ

Marfat.com

پیش کرنے والا ہے۔ اسی لیے اس نے پیشگی شہادت قائم کر کے انسان کے خلاف حجت تمام کر دی ہے، تا کہ انسان اپنی گمراہی کا الزام دوسروں پر نہ رکھ سکے۔

انسانی اعضاء اور جوارح پر بھی اللہ کا اختیار ہے

انسان کی ساری قوتوں پر صرف اور صرف اللہ ہی کا اختیار ہے۔ کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں۔ پھر بندگی میں دوسروں کو کیوں شریک کیا جائے؟ ملاحظہ ہو سورہ انعام کی یہ آیت:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝﴾
(الانعام: ۴۶)

''اے نبی ﷺ! ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمہاری بینائی اور سماعت تم سے چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا اور کونسا خدا ہے جو یہ قوتیں تمہیں واپس دلا سکتا ہے؟ دیکھو! کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں، اور پھر یہ کس طرح ان سے نظر چرا جاتے ہیں!''

مشرکینِ مکہ بھی اس بات کا اقرار کرتے تھے، کہ ہر چیز کا خالق و مالک اللہ ہی ہے، سورہ مومنون کی ان آیات پر غور کیجیے:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون: ۸۴۔۸۹)

''ان سے کہو! بتاؤ، اگر تم جانتے ہو، کہ یہ زمین اور اس میں جو کچھ ہے، کس کا

Marfat.com

ہے؟ یہ ضرور کہیں گے، اللہ کا ہے۔ کہو، پھر تم ہوش میں کیوں نہیں آتے؟ ان سے پوچھو، ساتوں آسمانوں اور عرشِ عظیم کا مالک کون ہے؟ یہ ضرور کہیں گے، اللہ۔ کہو، پھر تم ڈرتے کیوں نہیں؟ ان سے کہو، بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ کہ ہر چیز پر اقتدار کس کا ہے؟ اور کون ہے وہ جو پناہ دیتا ہے، اور اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ یہ ضرور کہیں گے کہ یہ بات تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ کہو، پھر کہاں سے تم کو دھوکا لگتا ہے؟''

جو لوگ توحید کا انکار کرتے ہیں، وہ بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں، کہ رزق دینے والا، زندگی اور موت دینے والا اور اس کائنات کا انتظام چلانے والا اللہ ہی ہے، اور وہ اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ سورہ یونس کی یہ آیت اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝﴾ (یونس: ۳۱)

''ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظامِ عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ کہو پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟''

تخلیق کی ابتدا کرنے والا، اس کا اعادہ کرنے والا، ہدایت دینے والا صرف اور صرف اللہ ہے، سورہ یونس کی درج ذیل آیات ملاحظہ کیجیے:

﴿قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ

Marfat.com

لَا یَهِدِّیۡۤ اِلَّاۤ اَنۡ یُّهۡدٰی ۚ فَمَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿۳۵﴾ (یونس: ۳۴۔۳۵)

''ان سے پوچھو، تمہارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہو اور پھر اس کا اعادہ بھی کرے؟۔ کہو وہ صرف اللہ ہے، جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے اور اس کا اعادہ بھی، پھر تم یہ کس الٹی راہ پر چلائے جا رہے ہو؟۔ ان سے پوچھو، تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا بھی ہے، جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہو؟۔ کہو وہ صرف اللہ ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ پھر بھلا بتاؤ، جو حق کی طرف راہنمائی کرتا ہو وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو راہ نہیں پاتا الاّ یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے؟ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ کیسے الٹے فیصلے کرتے ہو؟''

شرک کی تردید

شرک کی نفی کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ مومنون میں فرمایا:

﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنۡ وَّلَدٍ وَّ مَا کَانَ مَعَهٗ مِنۡ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ کُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۹۱﴾﴾

(المومنون: ۹۱)

''اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے، اور کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لیکر الگ ہو جاتا، اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔''

یہ آیت نہ صرف مشرکین بلکہ یہود ونصاریٰ کے عقائد کی بھی تردید کرتی ہے، اور ان کے عقائد کے خلاف دلیلِ قاطع ہے۔

معبودانِ باطل کی کمزوری

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ حج میں معبودانِ باطل کی کمزوری کی بڑی ہی پیاری مثال دی ہے، فرمایا:

Marfat.com

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۞ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۞ ﴾ (الحج: ۷۳-۷۴)

”لوگو، ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سنو! جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو، وہ سب ملکر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں، تو نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے، تو وہ اسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔ ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوت اور عزت والا تو اللہ ہی ہے۔“

انسان کی بے بسی کا تو یہ عالم ہے کہ سارے انسان ملکر بھی ایک مکھی نہیں پیدا کر سکتے، پیدا کرنا تو دور کی بات ہے، اگر مکھی کچھ چھین کر لے جائے، تو واپس نہیں لے سکتے۔

اللہ کی بے مثال صناعی

اب اللہ کی بے مثال صناعی کو دیکھنے کے لیے سورہ رعد کی ان آیات پر غور کیجیے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۞ وَ هُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۞ وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۞ ﴾ (الرعد: ۲-۴)

Marfat.com

''وہ اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں کو ایسے سہاروں کے بغیر قائم کیا جو تم کو نظر آتے ہوں۔ پھر وہ اپنے تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہُوا، اور اس نے آفتاب و ماہتاب کو ایک قانون کا پابند بنایا۔ اس سارے نظام کی ہر چیز ایک وقتِ مقرر تک کے لیے چل رہی ہے اور اللہ ہی اس سارے نظام کی تدبیر فرما رہا ہے۔ وہ نشانیاں کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ شاید کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔ اور وہی ہے جس نے یہ زمین پھیلا رکھی ہے، اس میں پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ رکھے ہیں، اور دریا بہا دئیے ہیں۔ اسی نے ہر طرح کے پھلوں کے جوڑے پیدا کئے، اور وہی دن پر رات طاری کرتا ہے۔ ان ساری چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ اور دیکھو، زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں، جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے۔ مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔ ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔''

انسان کو غور کرنا چاہیے کہ جب اللہ ہی اسے پیدا کرنے والا، اسے رزق دینے والا، رزق میں کمی یا اضافہ کرنے والا، بیماری اور شفا دینے والا، مصائب سے نجات دینے والا، انسان کے اعضا و جوارح پر اختیار رکھنے والا، زندگی اور موت دینے والا، ہدایت دینے والا، رہنمائی کرنے والا اور موت کے بعد جزا و سزا دینے والا ہے۔ تو پھر اس ایک معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر وہ دوسرے آستانوں پر کیوں جائے، اور اس کے سوا دوسروں کے سامنے کیوں سر جھکائے، خصوصاً جبکہ اللہ نے اس فعل سے منع بھی کیا ہو اور انسان کو یہ باور بھی کرایا ہو کہ وہ انسان سے بہت قریب ہے اور اس تک رسائی کے لیے انسان کو کہیں جانے کی ضرورت نہیں، صرف اپنے اندر جھانکنے کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

اللہ رگِ جاں سے بھی قریب ہے

اللہ تو رگِ جاں سے بھی قریب ہے۔ جیسا کہ سورہ ق میں فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴾ (ق:١٦)

''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور اس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔''

اور سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴾ (البقرة:١٨٦)

''اور اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انہیں بتا دو کہ میں ان کے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب بھی مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ شاید کہ وہ راہ راست پالیں۔''

معبودانِ باطل تک رسائی کے لیے تو انسان کو وسیلے تلاش کرنے پڑتے ہیں، نذرانے پیش کرنے پڑتے ہیں، بسا اوقات ان تک پہنچنے کے لیے تکالیف بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں، اور پھر بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس، اللہ تبارک وتعالیٰ تو ہماری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اس تک پہنچنے یا اپنی بات پہنچانے کے لیے کسی وسیلے اور سہارے کی بھی ضرورت نہیں، وہ تو خود اس بات کا اعلان فرما رہا ہے کہ میں ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں اور اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔ اس اعلان کے ساتھ اس نے کوئی ایسی شرط عائد نہیں کی کہ وہ صرف متقین کی پکار ہی سنتا ہے، گناہ گاروں کی نہیں سنتا۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق وہ تو ہر اس شخص کی سنتا ہے جو اسے یقین اور خلوصِ دل سے پکارے۔ بس اعتماد اور خلوص شرط ہے۔ ایسے رحیم اور مہربان رب کو

Marfat.com

چھوڑ کر دوسروں کو پکارنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ لیکن انسان بڑا ہی جلد مایوس ہونے والا اور ناشکرا ہے۔

﴿اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝﴾ (ھود: ۹)

"بے شک وہ نا اُمید اور ناشکرا ہے۔"

اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا سمجھنا شرک ہے

یہ بات یاد رکھنی چاہیے، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاجت روا سمجھنا، خواہ وہ انبیا و رسل ہوں یا دیگر بزرگانِ دین، شرک کے زمرے میں آتا ہے۔ کسی بزرگ کے مزار پر اس اعتقاد کے ساتھ جانا کہ وہاں دعاؤں کی قبولیت کا زیادہ احتمال ہے، اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ دراصل یہ بھی انسانی سوچ کی کمزوری ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کمزوری سے پاک ہے کہ اس تک پہنچنے کے لیے بھی وسیلے کی ضرورت پڑے۔ اس تک پہنچنے کے لیے ایک ہی وسیلہ ہے اور وہ ہے اسکی بے لوث اطاعت۔ اخلاص کے ساتھ بندگی ہی اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور راستہ ہے، رشوت اور سفارش کا اس کے ہاں چلن نہیں۔ اگر اللہ کے ہاں بھی یہی سکے چلتے، تو خالق اور مخلوق میں کیا فرق رہ جاتا اور پھر ان لوگوں کا کیا بنتا جو ان وسائل سے محروم ہیں؟

اگر اللہ تبارک وتعالیٰ پیدا کرنے کے بعد اپنی مخلوق کو دوسروں کے سہارے پر چھوڑ دیتا تو کیا یہ مخلوق کے ساتھ زیادتی نہ ہوتی؟ کیا اللہ تبارک وتعالیٰ سے جو سب سے بڑا منصف ہے، ایسی ناانصافی کی توقع کی جا سکتی ہے؟ کیا وہ رحیم وکریم خالق یہ گوارہ کرسکتا ہے کہ اس کی مخلوق دوسروں کے دروازوں پر ٹھوکریں کھاتی پھرے؟ یہ تو صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) بے انصاف ہو اور اسے اپنی مخلوق کی پرواہ نہ ہو، یا وہ اپنی مخلوق کی حاجت روائی پر قادر نہ ہو۔ یا پھر کچھ ہستیاں اتنی زور آور اور زبردست ہوں، کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے اختیارات ان کے سپرد کرنے پر مجبور ہو۔

سبحان اللہ! وہ تو ہر کمزوری سے پاک ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر اور نہایت زبردست ہے۔ کوئی اس کی دسترس سے باہر نہیں اور کوئی بھی اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ عدل اس کا

Marfat.com

قانون اور رحم وکرم اس کی صفت ہے۔

در اصل یہ انسانی کمزوری ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارے میں سوچتے وقت اپنے ہاں مروجہ خیالات و نظریات کی سطح سے اوپر نہیں اٹھتا، اور اللہ تعالیٰ کو بھی انہیں کمزوریوں کا مرقع بنا دیتا جو وہ اپنے اردگرد دیکھتا ہے۔ اسی طرح کے خیالات شرک کو جنم دیتے ہیں جو سب سے گھناؤنا جرم ہے۔ جب اللہ کے بارے میں یہ گمان ہو کہ اس کے ہاں بھی سفارش چلتی ہے۔ تو لامحالہ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ انسان اللہ کے چہیتوں کو تلاش کرے اور ان کو خوش کرنے کے لیے انہیں نذر و نیاز پیش کرے۔ مشرکینِ مکہ اور دیگر مشرکین کا بھی تو یہی جرم تھا۔ کیا مشرکین کو اس بات کا ادراک نہیں ہوتا کہ شرک سب سے زیادہ ناپسندیدہ فعل ہے؟

جس عمل میں ذرہ برابر بھی شرک کا شائبہ ہو وہ نامقبول ہے

کوئی ایسا کام، کوئی ایسا جذبہ، جس میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا جائے، اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ اَبِي سَعِيدِ بْنِ اَبِي فَضَالَةَ عَنْ رَسُولِ ﷺ قَالَ: اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيْهِ، نَادىٰ مُنَادٍ مَنْ كَانَ اَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ اَحَدًا، فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ، فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ)) (صحیح مسند احمد: ۱۵۸۳۸)

”حضرت ابی سعید بن فضالہ سے مروی ہے، کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، اللہ سب لوگوں کو جمع کر لے گا تو ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا، جس کسی نے اللہ کے لیے کئے گئے کسی عمل میں کسی دوسرے کو شریک کیا، وہ اس کا اجر اسی غیر اللہ سے طلب کرے (جس کو اس نے اس فعل میں شریک کیا تھا)۔ بے شک اللہ تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہے۔“

ذرا تصور کیجئے کہ جس دن ہر شخص بشمول انبیاء و اولیاء کے نفسی نفسی پکار رہا ہوگا، اور جس

Marfat.com

دن ہر کسی کو صرف اپنی ہی فکر ہو گی، اور جس دن کسی کو بغیر اجازت لب کشائی کی جرات نہ ہو گی۔ اس دن کون ہے جو کسی کے اعمال کا بدلہ دے سکے؟

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ اَبِی مُوسیٰ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ قَیْسٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شُجَاعَۃً، وَیُقَاتِلُ حَمِیَّۃً، وَیُقَاتِلُ رِیَاءً، اَیُّ ذَالِکَ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَاتَلَ لِتَکُونَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا، فَھُوَ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ))

''حضرت ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری سے مروی ہے، کہ نبی ﷺ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنی بہادری (کی دھاک بٹھانے) کے لیے لڑتا ہے، اور جو (خاندانی) تعصب کے لیے لڑتا ہے، اور جو دکھاوے کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے کونسا اللہ کی راہ میں (شمار) ہو گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا۔ صرف اسی شخص کا جہاد اللہ کی راہ میں شمار ہو گا، جو صرف اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۷۴۵۸۔ صحیح مسلم: ۱۹۰۴)

ایک اور شخص کے سوال کرنے پر نبی ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ، قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلیٰ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ، فَقَالَ اَرَاَیْتَ رَجُلًا غَزَا یَلْتَمِسُ الْاَجْرَ وَالذِّکْرَ، مَا لَہٗ؟ قَالَ لَا شَیْءَ لَہٗ، فَاَعَادَھَا ثَلَاثَ مِرَارٍ وَیَقُولُ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ، لَا شَیْءَ لَہٗ۔ ثُمَّ قَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا کَانَ لَہٗ خَالِصًا وَابْتُغِیَ وَجْھُہٗ))

''حضرت ابی اُمامہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ جو شخص اجر اور شہرت کے حصول کے لیے جہاد کرتا ہے، اس کے بارے میں کیا فرمان ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے کچھ بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس

Marfat.com

کے لیے کچھ نہیں (کوئی اجر نہیں)۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کسی ایسے عمل کو قبول نہیں کرتا، جو صرف اور صرف اس کی خوشنودی کے لیے نہ کیا گیا ہو۔" (صحیح: سنن نسائی: ۳۱۴۰)

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے ہاں صرف وہی عمل مقبول ہے، جو خالصتاً اللہ کے لیے کیا جائے اور جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی کے سوا کوئی دوسرا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ اگر کسی فعل میں اللہ کی رضا کے حصول کے ساتھ ساتھ کسی اور کی خوشنودی یا کسی اور جذبے کی تسکین بھی شامل ہو جائے، تو وہ عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔

اس سلسلہ میں وہ حدیث بھی بڑی سبق آموز ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جن تین افراد کو جہنم میں جھونکا جائے گا ان میں سے ایک شہید ہے، دوسرا عالم دین ہے، اور تیسرا سخی ہے۔ یہ تینوں کام اللہ کے ہاں بڑے پسندیدہ اور اعلیٰ مرتبہ کے کام ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۹۰۵)

قرآن وحدیث میں ان کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ ان اعمال کے حامل افراد کو محض اس لیے جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا، کہ یہ اعمال انہوں نے محض اللہ کی رضا کے لیے نہیں کئے تھے، بلکہ ان میں نام ونمود کا جذبہ بھی شامل ہو گیا تھا۔

یہاں رک کر ہمیں بھی اپنے اعمال کا اور خصوصاً اپنی نیتوں کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہمارے اعمال اکارت تو نہیں جا رہے، یہ نہ ہو کہ اللہ کے ہاں پہنچیں تو پتہ چلے کہ ہمارا دامن تو خالی ہے۔ جو کچھ ہم نے کیا وہ تو محض دکھاوا تھا یا رسم ورواج کی پابندی تھی، اللہ بزرگ و برتر کی خوشنودی کا تو کہیں گزر ہی نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں ہمیں ہمیشہ اپنی نیت اور جذبات کو ٹٹولتے رہنا چاہیے اور ساتھ ساتھ اللہ سے دعا بھی کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہماری نیتوں کو خالص کر دے۔ اس کے حکم کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا اور دلوں کے بارے میں تو نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ "دل رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جس طرف چاہتا ہے موڑ دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵۴)

Marfat.com

نبی ﷺ خود بھی ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ مجھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔'' (صحیح: سنن ابن ماجہ: ۳۸۳۴۔ جامع ترمذی: ۲۲۷۷)

ریاء اور مخفی شرک

درج بالا احادیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ شرک صرف یہی نہیں ہے کہ اس کائنات یا دنیا کے انتظام و انصرام میں اللہ کے ساتھ کچھ دوسری ہستیوں کو شریک سمجھا جائے یا اللہ کے سوا کچھ دوسری ہستیوں کو ان صفات سے متصف مانا جائے جو صرف اللہ کے لیے مخصوص ہیں، بلکہ انسان کے وہ اعمال جو دکھاوے کے لیے کئے جائیں یا جن میں اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کوئی اور غرض بھی شامل ہو، شرک ہی کے زمرے میں آتے ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ شَدَّادِبْنِ اَوْسٍ، قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ صَلّٰی یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَکَ، وَمَنْ صَامَ یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَکَ، وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِی فَقَدْ اَشْرَكَ))

''حضرت شدّاد بن اوس سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھاوے کے لیے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا۔ اور جس نے دکھاوے کے لیے صدقہ کیا، اس نے شرک کیا۔'' (حسن: مسند احمد: ۱۷۱۴۰)

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے شرکِ خفی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

((عَنْ اَبِی سَعِیدٍ الْخُدْرِی، قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَنَحْنُ نَتَذَاکَرُ الْمَسِیحَ الدَّجَّالَ، فَقَالَ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَیْکُمْ عِنْدِی مِنَ الْمَسِیحِ الدَّجَّالِ، فَقُلْنَا، بَلٰی یَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: الشِّرْکُ الْخَفِیُّ، اَنْ یَقُومَ الرَّجُلُ یُصَلِّی، فَیَزِیدُ صَلَاتَهُ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ))

Marfat.com

''حضرت ابی سعید خدری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کا ہم پر گزر ہوا اور ہم مسیح الدجال کا ذکر کر رہے تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس فتنہ سے آگاہ نہ کروں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح الدجال کے فتنے سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ ہم نے عرض کیا، کیوں نہیں یا رسول اللہ! نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شرکِ خفی ہے۔ (اور وہ یہ ہے) کہ کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو، اور وہ اس لیے اپنی نماز لمبی کر لے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔''

(حسن: سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۴)

دجال کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے آگاہ کیا اور اس سے پناہ مانگی ہے۔ نبی ﷺ نے خود بھی اس سے پناہ مانگی اور امت کو بھی اس سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے۔ ذرا سوچیے کہ جس فتنہ کو آپ ﷺ نے فتنۂ دجال سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا ہو اس کی سنگینی کا کیا عالم ہوگا۔ نبی ﷺ نے شرکِ خفی کو امت کے لیے سب سے بڑا خطرہ اس لیے قرار دیا کہ یہ مخفی ہے اور بسا اوقات اس کا شکار محسوس بھی نہیں کرتا کہ وہ گھائل ہو چکا ہے۔

کوئی بھی شخص بآسانی اس کا شکار ہو سکتا ہے، اس سے بچنے کے لیے بہت ہی چوکنا رہنے کی ضرورت ہے، اس لیے جب بھی کوئی نیک عمل کریں تو اپنے احساسات و جذبات کا ضرور جائزہ لیں کہ اس کام کا محرک اللہ کی رضا کے علاوہ یا اس کے ساتھ کوئی دوسرا جذبہ تو نہیں، اگر صرف اللہ کی رضا مقصود ہو تو اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے اخلاصِ نیت کی توفیق بخشی اور اگر اللہ کی رضا کے سوا کچھ دوسرے محرکات بھی ہیں تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگیے۔ یہ یاد رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی آپ کے اعمال کا اجر نہیں دے سکتا، یہ تصور کیجیے کہ آپ میدانِ محشر میں ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تم نے میرے لیے تو کچھ کیا ہی نہیں، اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ یہ بات پلو سے باندھ لیجیے، کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

شرکِ خفی یا ریاکاری کا شکار عموماً نیک لوگ ہی ہوتے ہیں۔ ریاکاری کے لیے نیک عمل کا ہونا ضروری ہے، عمل کیا جائے گا، تب ہی نظر آئے گا۔ چوری وہیں ہوتی ہے، جہاں مال

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن وحدیث میں اس فعل کی سنگینی کو واضح کر دیا گیا ہے تا کہ لوگ اس کی تباہ کاریوں سے بچ سکیں۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (البقرة: ۲۶۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر ضائع نہ کرو، اس شخص کی طرح جو محض لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے، اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ ہی آخرت پر۔''

اس آیت سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ کسی کی مالی امداد کرنے کے بعد اس پر احسان جتا کر اسے تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو آپ کا صدقہ ضائع ہو گیا۔ اس صدقے کا اللہ کے ہاں کوئی اجر نہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرنا، اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں ہے۔

اگر غور کیا جائے تو یہ واقعی صحیح ہے۔ انسان آج جو کچھ بھی کر رہا ہے، کل قیامت کے دن اس کا پورا پورا بدلہ اسے دیا جائے گا، اور یہ بدلہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی اسے دیں گے۔ اگر انسان کا اس بات پر کامل ایمان ہو، تو دکھاوے اور ریاکاری کی گنجائش ہی کہاں رہتی ہے، خصوصاً جبکہ انسان کو یہ بھی معلوم ہو کہ اللہ کی خوشنودی کے سوا کسی دوسرے جذبے سے کیا گیا عمل اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہوگا، اور کل قیامت کے دن ایسا عمل نہ صرف بے ثمر رہے گا، بلکہ الٹا باعث وبال بھی ہوگا۔ بھلا کون ایسا احمق ہوگا، جو مال خرچ کر کے اپنے لیے مصیبت مول لے۔ جس شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان ہو، وہ تو ایسا نہیں کر سکتا۔ البتہ جس شخص کا اللہ اور آخرت پر ایمان نہ ہو، وہ ضرور یہ چاہے گا کہ اس کے خرچ کئے ہوئے مال کا صلہ اسے دنیا ہی میں مل جائے۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم تعریف ہی ہو جائے۔

ریاء کاری کی مذمت کرتے ہوئے سورہ الماعون میں فرمایا:

Marfat.com

﴿فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ يُرَآءُوۡنَ ۝﴾ (الماعون: ۴۔۶)

''پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں۔''

ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، اور ویل کے معنی تباہی اور بربادی بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا، کہ جو لوگ اپنی نمازوں میں تساہل سے کام لیتے ہیں اور دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں، قیامت کے دن تباہی اور بربادی ان کا مقدر ہوگی اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

ریاء کاری کی سزا

ریاء کاری کی تباہ کاری کو سمجھنے کے لیے نبی ﷺ کی اس حدیث پر غور کیجئے:

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ؟ قَالَ وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ تَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ اَرْبَعَ مِائَةِ مَرَّةٍ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَمَنْ يَدْخُلُهَا؟ قَالَ الْقُرَّاءُوْنَ لُمُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ))

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جُب الحُزن سے اللہ کی پناہ مانگو! صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! جُب الحُزن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر روز چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ پوچھا گیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! اس میں کون لوگ داخل ہونگے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ایسے قُرّا حضرات جو اپنے اعمال میں ریاء کاری کرتے ہیں۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۲۳۸۳۔ سنن ابن ماجہ: ۲۵۶۔ عمار بن سیف ضعیف اور ابو معاذ مجہول ہے۔)

اس حدیث سے ریاء کاری کے گھناؤنے پن کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی برا ٹھکانا ہو سکتا ہے جس سے خود جہنم بھی دن میں چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہو؟ ہر صاحب

Marfat.com

شعور انسان کو اس سے بچنے کی بھر پور کوشش کرنی چاہیے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا بھی کرنے چاہی کہ وہ ہمیں ریاء کاری سے محفوظ رکھے۔ لیکن توحید کی مکمل سمجھ اور اس پر کامل یقین کے بغیر یہ ممکن نہیں۔

خواہشات کی بے قید غلامی شرک ہے

نظریات کی وضاحت عموماً اضداد سے بہتر طور پر ہوتی ہے۔ توحید کو مکمل طور پر سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے شرک کو سمجھنا اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ شرک کی ایک قسم خواہشات کی غلامی بھی ہے جو آج کے دور میں ہر سو پھیلی ہوئی ہے۔ مسلم ممالک اور مسلم معاشرے پوری طرح اس کی لپیٹ میں ہیں۔ ہر شخص خواہشات کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ حدود و قیود، جائز و ناجائز، حلال و حرام کی کسی کو پرواہ ہی نہیں۔ مادہ پرستی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ خدا پرستی کی کوئی قدر ہی نہیں۔ یہ نتیجہ ہے خواہشات کی بے قید غلامی کا۔ اسی بات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ الجاثیہ میں یوں فرمایا:

﴿أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾﴾ (الجاثية: ۲۳)

"پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا، جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا خدا بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہی میں پھینک دیا۔ اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اور کون ہے جو اسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے؟"

بلا حیل و حجت اطاعت صرف اللہ ہی کی جائز ہے۔ انسان جب بغیر سوچے سمجھے اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو گویا اس نے اپنی خواہشات کو خدا کا درجہ دے دیا۔ اور جب کوئی شخص اپنی خواہشات کے پیچھے لگ جاتا ہے تو پھر اس کا علم بھی اسے گمراہی سے نہیں بچا سکتا۔ اس کا دل حق بات کو قبول کرنے اور اس کے کان حق بات کو سننے سے گریز کرتے

Marfat.com

ہیں، اس کی آنکھیں صرف وہی مناظر دیکھنا پسند کرتی ہیں جو اس کے نفس اور شیطان نے اس کے لیے خوشنما بنا دئے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ اب اللہ ہی ہے جو اس کی صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لیے یہ آیت بڑی ہی سبق آموز ہے۔

انداد کا شرک

شرک کی ایک اور قسم انداد کا شرک ہے۔ اس کا مطلب ہے کسی کو اللہ کا ہمسر ٹھیرانا۔ یہ بھی بہت ہی خطرناک قسم کا شرک ہے۔ یہ خطرناک اس لیے ہے کہ یہ بہت ہی مخفی ہے اور اس میں ملوث ہونے والے کو اکثر اس بات کا ادراک ہی نہیں ہوتا کہ وہ اس میں ملوث ہو چکا ہے۔ توحید پر ایمان کی پختگی اور تکمیل کے لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: انداد کا شرک سیاہ چٹان پر تیرہ و تاریک رات میں چھوٹی چیونٹی سے بھی زیادہ مخفی شے ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے: ''خدا کی قسم، اور اے شخص تیری زندگی اور میری زندگی کی قسم۔'' یا یہ کہے: ''کتیا نہ ہوتی تو کل رات ہمارے گھر میں چور گھس آتے۔'' یا یہ کہے: ''گھر میں بطخ نہ ہوتی تو ہمارے ہاں چور آ جاتے۔'' یا کسی کا اپنے ساتھی سے کہنا: ''جو اللہ چاہے اور جو تم چاہو'' اور یوں کہنا: ''اگر اللہ اور فلاں شخص نہ ہوتا۔'' یہ سب اللہ کے ساتھ شرک ہے۔''

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ انداد کے شرک سے بچنے کے لیے انسان کو کس قدر محتاط اور زُود حِس ہونے کی ضرورت ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی اور غفلت بھی انسان کو شرک کے گڑھے میں دھکیل سکتی ہے۔ بسا اوقات انسان بلا سوچے سمجھے اس طرح کے جملے بول جاتا ہے اور اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان کے اثرات اس کے لیے کتنے بھیانک ہو سکتے ہیں۔

توحید کے بارے میں اسلام کتنا حساس ہے، اس کا اندازہ کرنے کے لیے ملاحظہ کیجیے درج ذیل حدیث:

Marfat.com

((اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ. قَالَ لَجَعَلْتَنِیْ لِلّٰهِ نِدًّا))

''ایک آدمی نے نبی ﷺ سے عرض کیا: 'جو اللہ چاہے اور جو آپ ﷺ چاہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: 'تم نے مجھے اللہ کا ہمسر بنا دیا۔''

(صحیح: مسند احمد: ۳۲۴۷)

بظاہر یہ ایک بے ضرر سا جملہ ہے، لیکن نبی ﷺ نے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا اور اس شخص کو ٹوک دیا تا کہ کوئی غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے کہ نبی ﷺ بھی اقتدار میں شریک ہیں اور وضاحت فرما دی کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ ہی کی مرضی سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

اسی بات کی وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی شخص کو کوئی نفع پہنچانے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں تو ساری دنیا کے لوگ مل کر بھی اگر اس نفع کو اس سے روکنا چاہیں تو نہیں روک سکتے۔ اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو کوئی نقصان پہنچانے کا فیصلہ فرما دیں تو ساری دنیا کے لوگ مل کر بھی اسے اس نقصان سے نہیں بچا سکتے۔

اس بات کی وضاحت سورہ فاطر اور سورہ الاحزاب کی درج ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے۔

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ (فاطر: ۲)

''اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں۔ وہ زبردست اور حکیم ہے۔''

﴿قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝﴾

(الاحزاب: ۱۷)

Marfat.com

"ان سے کہو، کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکتا ہو اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے؟ اور کون اس کی رحمت کو روک سکتا ہے اگر وہ تم پر مہربانی کرنا چاہے؟ اللہ کے مقابلے میں تو یہ لوگ کوئی حامی و مددگار نہیں پا سکتے۔"

ان آیات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ اس کی مشیت کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں۔ ایک مومن کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ اللہ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کی زندگی کو بنانے یا بگاڑنے کی ذرا سی بھی صلاحیت رکھتی ہو، اگر اس کا یقین اس بات پر پختہ ہو گا تو وہ اللہ کے سوا نہ تو کسی سے ڈرے گا نہ کسی کے سامنے جھکے گا۔

توحید کا یہی تصور اور اس پر پختہ ایمان تھا جس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے دلوں سے ماسوا اللہ کے ہر قسم کا خوف نکال دیا تھا اور انہوں نے ایمان و یقین اور کردار کی ایسی مثالیں قائم کیں جن کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اپنی ذات پر ایسا بھروسا اور یقین عطا فرمائے جو سوائے اس کی ذات کے ہر کسی سے بے نیاز کر دے، آمین

Marfat.com

دوسرا باب:

رسالت

رسول کے معنی ہیں۔ قاصد، پیغام بر، نمائندہ اور رسالت کے معنی ہیں۔ پیغام بری، نمائندگی۔ رسول، اللہ کی طرف سے لوگوں کے لیے پیغام بر اور اللہ کا نمائندہ ہوتا ہے جو لوگوں کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیغامات و ہدایات پہنچانے اور ان پر عمل کر کے دکھانے پر مامور ہوتا ہے۔ رسول اپنی طرف سے یا اپنی مرضی سے لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا، بلکہ وہ اللہ کی مرضی سے اللہ کی ہدایت کے مطابق اللہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جیسا کہ سورہ النجم میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝﴾ (النجم: ۳۔۴)

''وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا، بلکہ یہ تو وحی ہے جو اس کی طرف کی گئی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت لازمی ہے

چونکہ نبیؑ یا رسولؑ، اللہ کی طرف سے اس کا مقرر کردہ نمائندہ ہے اس لیے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کو اپنا رب مانتے ہیں، نبیؑ اور رسولؑ کی اطاعت لازمی ہے۔ جیسا کہ سورہ النسا میں فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء: ٦٤)

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا سوائے اس غرض کے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

ظاہر ہے کہ اگر نمائندے کی بات ہی نہ مانی جائے تو وہ نمائندگی کس بات کی کرے گا۔ اس لیے نبیؑ و رسولؑ کی بات ماننا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ رسول کوئی عام قسم کا نمائندہ نہیں کہ جس کو نہ ماننے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔ اس کی بات نہ ماننا اس

Marfat.com

ہدایت کا انکار ہے جس کا اہتمام اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی رہنمائی کے لیے کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

رسول ﷺ کی اطاعت فی الواقع اللہ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ سورہ نسا میں فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴾(النساء: ۸۰)

''جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے منہ موڑا (اسے معلوم ہونا چاہیے کہ) ہم نے تمہیں ان لوگوں پر نگہبان بنا کر تو نہیں بھیجا۔''

رسول کی ذمہ داری تو حق بات لوگوں تک پہنچا دینا ہے، اس حق کو قبول کرنا یا نہ کرنا لوگوں کی اپنی ذمہ داری ہے۔ جو رسول کی اطاعت نہیں کرے گا وہ اللہ کی رہنمائی اور ہدایت سے محروم رہے گا اور اس کا وبال اس کے اپنے سر ہوگا۔ کامیابی کا انحصار سراسر رسولؐ کی اطاعت پر ہے۔ جیسا کہ سورہ الاحزاب میں فرمایا:

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴾(الاحزاب: ۷۱)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔''

یہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے نتیجے میں بڑی کامیابی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد آخرت کی کامیابی ہے۔ دنیا کی کامیابیاں آخرت کے مقابلے میں بہت ہی حقیر ہیں جیسا کہ سورہ النسا میں فرمایا:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ﴾(النساء: ۷۷)

''(اے نبی ﷺ ان لوگوں سے) کہہ دیجیے کہ دنیا کا سرمایۂ زندگی تھوڑا ہے اور آخرت اس شخص کے لیے بہتر ہے جو اللہ سے ڈرے۔''

Marfat.com

اور سورہ توبہ میں فرمایا:

﴿فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ (التوبۃ:۳۸)

''معلوم ہونا چاہیے کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔''

دنیا کی زندگی عارضی ہے اور اس کی کامیابیاں اور ناکامیاں بھی عارضی ہیں۔ اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی ابدی ہے اور اس کی کامیابی یا ناکامی بھی ابدی۔ عقلمند تو وہی ہے جو ابدی کو عارضی پر ترجیح دے۔ آخرت کی کامیابی کے لیے اللہ کے رسول ﷺ کا اتباع ضروری ہے جو رسول ﷺ سے محبت کے بغیر ممکن نہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کے بغیر ایمان کا دعویٰ باطل ہے

اسی بات کو سورہ الاحزاب میں یوں فرمایا:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:۶)

''بلاشبہ نبی ﷺ تو اہل ایمان کے لیے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے۔'' اور اسی بات کو حدیث میں ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا:

((عَنْ اَنَسٍ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اسے اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

(صحیح بخاری:۱۵۔ صحیح مسلم:۴۴)

مسلم کی ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

((لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ))

''بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اسے اس

Marfat.com

کے اہل وعیال اور مال و دولت سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘

(صحیح مسلم: ۴۴۔۶۹)

کنز العمال میں مسند احمد، بخاری اور ابو یعلیٰ کے حوالہ سے یہ الفاظ آئے ہیں:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ، لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ النَّاسِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ))

’’اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (نبی ﷺ) اسے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں بشمول اس کے باپ اور بیٹے کے۔‘‘

(صحیح بخاری: ۱۴۔ مسند احمد: ۱۸۹۶۱۔ مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۰۴۹۔ کنز العمال: ۱۳۸۶)

اور کنز الاعمال میں عبداللہ بن ہشام کے حوالہ سے یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ))

’’تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں (نبی ﷺ) اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔‘‘ (کنز العمال: ۹۲)

قرآن مجید کی اس آیت اور ان احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مومن کے لیے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہستی رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہونی چاہیے۔ ورنہ اس کا ایمان ہی مشکوک ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا اظہار ان کی اطاعت ہی سے ہوتا ہے۔ سورۃ آل عمران کی ان آیات پر غور کیجیے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ۳۱۔۳۲)

’’اے نبی ﷺ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے

Marfat.com

درگزر فرمائے گا، وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ ان سے کہو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت قبول کرو، پھر اگر وہ تمہاری یہ دعوت قبول نہ کریں تو یقینا یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سے انکار کرتے ہوں۔''

اطاعت کے بغیر اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کا دعویٰ باطل ہے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ سے محبت کا اظہار رسول ﷺ کی اطاعت سے ہوتا ہے اور رسول ﷺ کی اطاعت کے بدلے میں اللہ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ ضمناً اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ طریقت کے وہ راستے جن میں سنت کا کامل اتباع نہ ہو اللہ تک نہیں پہنچاتے اور جو لوگ سنت کے کامل اتباع کے بغیر اللہ کی محبت اور خدا رسیدگی کے دعوے کرتے ہیں وہ اپنے دعوؤں میں سچے نہیں ہیں۔

رسول کی اطاعت اختیاری نہیں ہے کہ دل چاہے تو مان لو ورنہ رد کر دو۔ رسول کی کامل اطاعت کے بغیر ایمان کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ سورہ النسا کی اس آیت پر غور کیجیے۔

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ (النساء: ٦٥)

''نہیں، اے محمد ﷺ، تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔''

یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی قسم اٹھا کر کہا ہے کہ لوگ جب تک رسول ﷺ کے فیصلوں کو دل سے تسلیم نہ کریں وہ مومن ہی نہیں ہو سکتے۔ گویا رسولوں کی بات کو دل سے تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا ایمان کی علامت ہے اور اس کے بغیر ایمان کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ جو لوگ رسولوں کی بات سنی ان سنی کر دیتے ہیں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک گونگے، بہرے اور چوپایوں کی مانند ہیں۔ ملاحظہ ہوں سورہ الانفال کی یہ آیات:

Marfat.com

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝۲۰ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۲۱ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۲۲﴾ (الانفال: ۲۰-۲۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد سرتابی نہ کرو۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ یقینا اللہ کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔''

انسانی رہنمائی کے دو راستے

انسان کی رہنمائی کے دو ذریعے ہو سکتے ہیں۔ ایک اندرونی دوسرا بیرونی۔ اندرونی ذریعہ تو انسان کی اپنی عقل وفکر اور اس کا ضمیر ہے جو اکثر اس کے ماحول، حالات، واقعات اور اس کے زمانے کی سوچ سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے حق تک پہنچنے کے لیے یہ ذریعہ انسان کا زیادہ مددگار ثابت نہیں ہوتا۔ دوسرا اور بیرونی ذریعہ وہ رہنمائی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء ورسل کی وساطت سے مہیا کی ہے۔ یہ رہنمائی ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے۔ لہٰذا انسان اگر واقعی حق تک پہنچنا چاہتا ہے تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اس رہنمائی کو تسلیم کرے اور اس پر عمل کرے۔ اس لیے انبیاء ورسل پر ایمان لانا ضروری ہے۔

تمام انبیاء ورسل پر ایمان لانا ضروری ہے

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا سچا نمائندہ مان کر ان کی طرف سے پیش کردہ تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ رسالت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ ادارہ ہے۔ اس لیے وہ تمام افراد جن کو مالکِ کائنات نے اس ادارے کی نمائندگی کے لیے وقتاً فوقتاً منتخب کیا ان سب کو سچا نبیؑ اور رسولؑ ماننا لازم ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی نفی گویا سب کی نفی ہے۔ البتہ ان کی اسناد کی جانچ پڑتال ضرور ہونی چاہیے تاکہ

Marfat.com

کوئی جھوٹا دعویدار اس گروہ میں داخل نہ ہو سکے۔

رسولوں کی تعظیم اور ان کا احترام لازم ہے، اس لیے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے منتخب نمائندے اور انسانیت کے محسن ہیں۔ انسانیت کی بھلائی کے لیے جو کام انہوں نے کیا وہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ اگر وہ نہ ہوتے تو انسان آج بھی وحشی ہوتا۔ آج جو بھی تہذیب وتمدن نظر آتا ہے وہ انہی سعید روحوں کی بدولت ہے۔ جو جتنا بھی ان کی تعلیمات پر عامل ہے اتنا ہی مہذب اور اچھا انسان شمار ہوتا ہے اور جتنا ان کی تعلیمات سے دور ہے اتنا ہی غیر مہذب اور بُرا انسان ہے۔

الہامی تعلیمات نہ ہوتیں تو انسان آج بھی وحشی ہوتا

ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ بہت سارے لوگ تو کسی الہامی تعلیم کے قائل ہی نہیں لیکن اس کے باوجود بڑے مہذب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الہامی تعلیمات کا بڑا حصہ انسانی افکار ونظریات میں سمویا ہوا ہے اور انکا مستقل حصہ بن چکا ہے اور بڑے بڑے دہریے جو اللہ اور اس کے رسولوں کے وجود کے ہی منکر ہیں ان تعلیمات پر یہ سمجھ کر عمل کر رہے ہیں کہ یہ ان کی اپنی یا انسانی فکر کا نتیجہ ہیں، حالانکہ یہ سراسر ان کی غلط فہمی ہے۔

دوسری بات یہ بھی ہے کہ لوگ مہذب نظر آتے ہیں ہوتے نہیں ہیں۔ محض پینٹ کوٹ پہننا اور ٹائی لگانا اگر تہذیب کی علامت ہے۔ پھر تو مغرب میں رہنے والا ہر شخص مہذب ہے اور یورپ اور امریکہ سے بڑھ کر کوئی مہذب نہیں اور اگر یہی تہذیب ہے تو اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

کیا یہ تہذیب ہے کہ قاتل کو کھلی چھٹی دے دی جائے کہ تو جتنے مرضی ہے قتل کر لے، تجھے پھانسی نہیں دی جائے گی؟ کیا یہ تہذیب ہے کہ نکاح تو صرف ایک عورت سے جائز ہو لیکن بغیر نکاح کے ازدواجی تعلقات جس سے اور جتنی سے چاہو قائم کر لو؟ کیا یہ تہذیب ہے کہ مرد اور عورت بغیر نکاح کے میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں؟ کیا یہ تہذیب ہے کہ مرد، مرد

Marfat.com

سے شادی کرے اور عملِ قومِ لوط کا مرتکب ہو جس پر اس قوم کو تباہ کر دیا گیا تھا؟

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تو صنفی تعلق کو نسلِ انسانی کی بقا کا ذریعہ اور ضامن بنایا تھا لیکن تہذیب کے یہ رکھوالے اس تعلق کو نسلِ انسانی کی تباہی کے لیے استعمال کرنے پر مصر ہیں۔ ایسے لوگوں کو مہذب سمجھنے والوں کی عقل پر بھی ماتم کرنا چاہیے۔

یہ سارے کام اس انسانی فطرت کے خلاف ہیں جس پر اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے اور انسانی فطرت کو مسخ کرنے والے ہیں۔ جو کام انسانی فطرت کے خلاف اور اسے مسخ کرنے والے ہوں وہ انسانی تہذیب تو نہیں حیوانی تہذیب کا حصہ ہو سکتے ہیں۔ یہ کہاں کی تہذیب ہے کہ انبیا و رسل جیسی مقدس ہستیوں کا مذاق اڑایا جائے، ان کے خاکے بنائے جائیں، ان کی خیالی تصاویر شائع کی جائیں، ان پر فلمیں بنا کر ان کی تذلیل کی جائے اور یوں کروڑوں نہیں اربوں انسانوں کے جذبات کو مجروح کیا جائے اور یہ سارا کام انجانے میں نہیں بلکہ جان بوجھ کر کیا جائے اور بار بار کیا جائے؟

کیا یہ کسی مہذب قوم کا کام ہو سکتا ہے؟ شاید کوئی یہ سوچے کہ یہ کام تو چند افراد کرتے ہیں، پھر ساری قوم کو کیوں اس میں ملوث کیا جائے؟ یقیناً کرنے والے تو چند افراد ہی ہوتے ہیں مگر ساری قوم ان کے پیچھے کھڑی ہوتی ہے۔ اسی لیے تو ان ممالک سے ان کے خلاف کبھی کوئی آواز نہیں اٹھتی اور آزادیٔ تحریر و تقریر و آزادیٔ صحافت کے نام پر اس جرم کا ارتقاب بار بار ہوتا ہے۔

چند مسلم ممالک کے بیچارے عوام اگر ان مجرموں کے خلاف آواز اٹھانے کی کوئی کوشش کرتے بھی ہیں تو ان کی اپنی حکومتیں ہی اس کو دبانے میں لگ جاتی ہیں اور نتیجتاً ان مجرم افراد یا اقوام تک یہ پیغام پہنچ ہی نہیں پاتا کہ دنیا میں اب بھی کچھ لوگ ہیں جنہیں انبیا و رسل کی عزت اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔

یہ کام تو فی الواقع مسلم حکومتوں کے کرنے کا تھا کہ وہ سرکاری سطح پر ان اقوام تک یہ واضح پیغام بھجواتیں کہ یہ دو ارب عوام کی عزت و ناموس کا مسئلہ ہے۔ اگر آپ ان مجرموں کو

Marfat.com

سزا نہیں دینگے تو نتائج کے ذمہ دار آپ خود ہونگے۔ مگر مسلم حکمرانوں کو تو اپنے ہی پیدا کردہ مسائل سے فرصت نہیں، ایسا کارِ خیر بھلا وہ کیسے کر سکتے ہیں؟

جو دہشتگردی، امریکہ دہشتگردی کو روکنے کے نام پر کر رہا ہے، کیا اس سے بڑھ کر دہشت گردی بھی کبھی ہو سکتی ہے؟ لاکھوں بے گناہ انسانوں کو موت کی بھینٹ چڑھا دینا اور بے گھر کر دینا، نہتے لوگوں پر کارپٹ بمبنگ کرنا، ملکوں کے ملک تباہ کر دینا صرف یہ کہہ کر کہ ان سے خطرے کی بو آتی ہے۔ کیا یہی تہذیب ہے؟ ایسی تہذیب سے تو انسان غیر مہذب ہی بھلا!

ہر قوم کی طرف نبی بھیجا گیا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی شروع کر دیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ انسان جس کو اللہ نے اپنا خلیفہ بنایا ہے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے اور شیطان کے جال میں پھنس کر جہنم کا ایندھن بن جائے۔ چنانچہ اس نے پہلے انسان، حضرت آدم علیہ السلام کو شرفِ نبوت سے سرفراز فرمایا اور نبوت و رسالت کے اس سلسلہ کو محمد ﷺ کی رسالت پر ختم کیا:

"حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے انبیاء و مرسلین کی تعداد دریافت کی تو آپ ؐ نے فرمایا: ایک لاکھ بیس ہزار نبی ہیں اور ان میں تین سو تیرہ رسول ہیں۔"

یہ بات طے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قوم کی رہنمائی کا انتظام فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہوں قرآن مجید کی درج ذیل آیات۔ مثلاً:

سورہ یونس میں فرمایا:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾﴾ (یونس: ۴۷)

"ہر امت کے لیے ایک رسولؑ ہے پھر جب کسی امت کے پاس اس کا رسولؑ آ

Marfat.com

جاتا ہے تو اس کا فیصلہ پورے انصاف کے ساتھ چکا دیا جاتا ہے اور اس پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔"

سورہ رعد میں فرمایا:

﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (الرعد:۷)

"بے شک آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے۔"

سورہ النحل میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ (النحل:۳۶)

"ہم نے ہر امت کی طرف رسول بھیجا کہ لوگو اللہ کی عبادت کرو۔"

اسی بات کو سورہ فاطر میں بھی ان الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْرٌ﴾ (فاطر:۲۴)

"ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بشارت دینے والا اور متنبہ کرنے والا بنا کر۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔"

ان آیات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہر گروہ، قوم یا امت کے لیے کوئی نہ کوئی نبیؑ یا رسولؑ مبعوث کیا گیا جس نے اپنے لوگوں کو یہ پیغام پہنچایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝﴾ (آل عمران:۵۰۔۵۱)

"اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی، لہٰذا تم اسی کی بندگی اختیار کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔"

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:۱۹)

"اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔" صحیح راستہ صرف اللہ کی اطاعت ہی کا راستہ ہے۔

Marfat.com

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ (آل عمران: ۸۵)

''جو شخص اسلام (اللہ کی اطاعت) کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔''

Marfat.com

محمد ﷺ کی رسالت

محمد ﷺ کی رسالت عالمی وابدی ہے

محمد ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء ورسل بھیجے گئے وہ محدود علاقے اور مختصر مدت کے لیے بھیجے گئے تھے۔ ان کی تعلیمات یا تو معدوم ہو چکی ہیں یا جزوی طور پر تحریف شدہ شکل میں موجود ہیں جو کہ انسان کی عملی رہنمائی میں چنداں مفید نہیں۔ ان کی حفاظت کا نہ تو انتظام کیا گیا نہ اس کی ضرورت تھی، اس لیے کہ نبوت کا سلسلہ جاری تھا، جب ایک نبیؑ کی تعلیمات مٹ جاتیں تو دوسرا نبیؑ بھیج دیا جاتا جو ان کی تجدید کر دیتا۔

اس کے برعکس محمد ﷺ کی رسالت اس لحاظ سے منفرد ہے کہ یہ نہ تو محدود ہے نہ مختصر۔ یہ ساری دنیا کے جن وانس کے لیے ہے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ آپؐ اللہ کے آخری رسولؐ ہیں اور آپؐ کے آنے کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ الاعراف میں فرمایا:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨالَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝﴾

(الاعراف: ۱۵۸)

”اے نبی ﷺ، کہو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی ﷺ امی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے، اور پیروی

Marfat.com

اختیار کرو اس کی، امید ہے کہ تم راہ راست پالو گے۔"

اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محمد ﷺ کو تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اب سورہ الجن کی یہ آیات ملاحظہ کیجئے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جن بھی آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لائے، آپ سے قرآن سنا اور اپنی قوم میں توحید کی تبلیغ کی:

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۝ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۝ وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۝﴾ (الجن: ۱۔۳)

"اے نبی ﷺ، کہو، میری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے غور سے سنا، پھر (جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا: ہم نے ایک بڑا عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس لیے ہم اس پر ایمان لے آئے اور اب ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے، اس نے کسی کو بیوی یا بیٹا نہیں بنایا ہے۔"

محمد ﷺ نہ صرف جن و انس کے لیے رسول ہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ملاحظہ ہو سورہ الفرقان کی یہ آیت:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا ۝﴾

(الفرقان: ۱)

"نہایت بابرکت ہے وہ ذات جس نے یہ فرقان (حق و باطل میں تمیز کرنے والی کسوٹی) اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ تمام جہانوں کے لیے خبردار کرنے والا ہو۔"

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے، مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں، میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں، میرے لیے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے، میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میری آمد سے نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۵۲۱۔ جامع ترمذی: ۱۵۵۳)

محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں

درج بالا حدیث میں بھی محمد ﷺ کے عالمی رسول ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ آپ ﷺ عالمی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے آخری نبی و رسول بھی ہیں، آپ کے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت و رسالت قیامت تک کے لیے قائم ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الاحزاب کی یہ آیت:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۧ﴾ (الاحزاب: ۴۰)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس بات کی وضاحت درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

((عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: اِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَاَحْسَنَهُ وَاَجْمَلَهُ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهِ وَيَعْجَبُوْنَ لَهُ وَيَقُوْلُوْنَ: هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری

Marfat.com

اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں اور یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔''

(صحیح بخاری: ۳۵۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک محل بنایا نہایت عمدہ اور خوبصورت، لوگ اس کے گرد پھرنے لگے اور کہنے لگے: ہم نے اس سے بہتر عمارت نہیں دیکھی مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے اور میں وہی اینٹ ہوں (جس سے قصرِ نبوت مکمل ہو گیا، اب میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہوگا)۔ (صحیح مسلم: ۲۲۸۶)

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اضافہ ہے:

''میں آیا اور پیغمبروں کو ختم کر دیا۔'' (صحیح مسلم: ۲۲۸۷)

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قصرِ نبوت مکمل ہو چکا ہے۔ اس محل کی آخری اینٹ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک کے لیے باقی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے تمام انبیا پر چھ چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے، مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں، میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں، میرے لیے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے، میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میری آمد سے نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۵۲۱۔ جامع ترمذی: ۱۵۵۳)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سلسلۂ رسالت ونبوت منقطع ہو چکا۔ چنانچہ میرے بعد کوئی رسول ہے نہ نبی۔"

(صحیح: مسند احمد: ۲۲۳۹۵۔ جامع ترمذی: ۲۲۱۹)

ان کے علاوہ بھی متعدد احادیث ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مثلاً ایک حدیث میں فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتا، ایک دوسری حدیث میں یہی بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی فرمائی۔

محمد ﷺ کی تعلیمات محفوظ ہیں

آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا لازمی تقاضا ہے کہ آپ کی تعلیمات بھی قیامت تک باقی رہیں اور ان کی حفاظت کا خصوصی انتظام ہونا چاہیے۔ اسی لیے ان کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ چنانچہ سورہ الحجر میں فرمایا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (الحجر: ۹)

"ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔"

اور سورہ حٰم السجدہ میں فرمایا:

﴿وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ (حٰم السجدہ: ۴۱۔۴۲)

"حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے سے اس پر آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ کتاب ہے۔"

آپ کی تعلیمات کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کرنا ایک طرح سے اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اللہ کے آخری نبیؐ ہیں اسی لیے آپ کی طرف بھیجی گئی وحی کی حفاظت کا خصوصی انتظام کیا گیا ورنہ آپ سے پہلے کسی نبیؐ کی طرف بھیجی گئی وحی کی حفاظت کا کوئی ربانی انتظام نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

اسی ربانی حفاظت کا نتیجہ ہے کہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود آج تک قرآن مجید کا ایک شوشہ بھی اِدھر سے اُدھر نہیں ہوا۔ حالانکہ اس اثنا میں اسلام کو مٹانے اور اس کو باطل مذہب ثابت کرنے کی بے شمار کوششیں ہوئیں جو آج بھی جاری ہیں۔ باطل قوتیں قرآن مجید سے خائف ہیں اور ہمیشہ اس کے افکار و نظریات پر حملہ آور ہوتی رہتی ہیں۔ اگر ان کا بس چلتا تو قرآن مجید کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتیں یا کم از کم اس میں ایسی تحریف کر دیتیں کہ حق اور باطل کا امتیاز مٹ جاتا اور اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو دوسری الہامی کتابوں کا ہوا ہے۔

لیکن ایسا نہ آج تک ہوا ہے نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ اللہ جو اپنی مخلوق کے لیے ستر ماؤں سے بھی زیادہ شفیق اور مہربان ہے کیسے گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی مخلوق اندھیروں میں بھٹکتی رہے اور ان کے لیے کوئی ہادی اور کوئی ہدایت نامہ نہ ہو۔ چنانچہ قرآن مجید آج تک اسی شکل میں محفوظ ہے جس میں یہ محمد ﷺ پر اتارا گیا تھا۔ یہ نہ صرف مسلمانوں کا دعویٰ ہے بلکہ اس کا اعتراف اسلام کے مخالفین بھی کرتے ہیں۔ اس کے برعکس، قرآن کے علاوہ جتنی بھی الہامی کتابیں موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی تحریف سے محفوظ نہیں ہے، اور یہ بھی نہ صرف مسلمانوں کا کہنا ہے بلکہ دیگر اہل مذاہب خود بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں۔

ہدایت کے لیے صحیح تعلیم اور اس کا عملی نمونہ ہونا ضروری ہے

ہدایت کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک تو تعلیم اور دوسرا اس تعلیم کا عملی نمونہ۔ تعلیم تو قرآن مجید کی صورت میں اور اس کا عملی نمونہ اسوہ رسول ﷺ یا آپؐ کی سنت کی صورت میں موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود رسول اللہ ﷺ کو بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الاحزاب کی یہ آیت:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد

Marfat.com

کرے۔"

ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ آپ گویا چلتا پھرتا مجسم قرآن تھے۔ (صحیح: مسند احمد: ۲۴۶۰۱)

خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے اخلاق کی گواہی ان الفاظ میں دی:

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝﴾ (القلم: ۴)

"اور آپ بے شک اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔"

رسول ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی سنت میں آپ کا اسوۂ حسنہ مکمل شکل میں موجود ہے۔ اگر آج بھی کوئی شخص آپ کے اسوۂ حسنہ کو نمونہ بنانا چاہے تو اسے کوئی دقت نہیں ہوگی۔ آپ کی نجی اور معاشرتی زندگی کی اتنی تفصیل کتبِ حدیث میں موجود ہے کہ آج کے کسی زندہ لیڈر کے بارے میں بھی اس قدر معلومات مہیا نہیں ہوسکتیں۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگو! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں......... اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت...... جب تک تم ان پر عمل کرتے رہو گے، گمراہی سے محفوظ رہو گے۔" (صحیح: مؤطا امام مالک: ۳۳۳۸)

نجات کے لیے محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل ناگزیر ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام بنی نوع انسان کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔

ملاحظہ ہو سورہ سبا کی یہ آیت:

﴿وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (سبا: ۲۸)

"اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

اس کا مطلب یہ ہوا کہ محمد کی بعثت کے بعد پچھلی تمام نبوتوں اور رسالتوں کا دور ختم ہوا، گزشتہ انبیاء ورسل کو نبی اور رسول تو تسلیم کیا جائے گا، ان کی عزت وتکریم بھی کی جائے گی،

Marfat.com

لیکن عملی رہنمائی صرف اور صرف محمد ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات سے لی جائے گی۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ بات کسی تعصب کی بنا پر نہیں کہی جا رہی بلکہ یہ تو ایک منطقی نتیجہ اور عقلی تقاضا ہے کہ جب رسولوں کو بھیجنے والا خود کسی شخص کو پوری دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجنے کا اعلان کر رہا ہو تو پھر کسی دوسرے کی گنجائش کہاں رہتی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ ایک دفعہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کے چند اوراق کے ساتھ دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ان اوراق کی تعلیمات پر عمل کے بارے میں پوچھا تو نبی ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور آپ نے جلال کی کیفیت میں فرمایا: آج اگر موسیٰ (علیہ السلام) بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری لائی ہوئی شریعت پر عمل کے سوا چارہ نہ تھا۔ (ضعیف: مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۴۲۱۔ مجالد راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: انیس الساری: ۳۰۳۱)

اب تو خیر گزشتہ انبیاء کی تعلیمات اپنی اصلی حالت میں موجود ہی نہیں ہیں تو ان پر عمل کا کیا سوال؟ لیکن اگر وہ اپنی اصل حالت میں بھی موجود ہوتیں تو بھی محمد ﷺ کے اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ اصل مقصود تو نیکی اور اللہ تک رسائی ہے پھر محمد ﷺ پر ایمان لانا اور آپؐ کا اتباع کرنا کیوں ضروری ہے وہ اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی دھوکا دے رہے ہیں۔

نیکی وہ ہے جس کی سند اللہ اور رسول ﷺ سے ملے

اس سلسلہ میں ایک بات یاد رکھئے کہ نیکی جو اللہ کے ہاں مقبول ہے وہ صرف وہی نیکی ہو سکتی ہے جس کی سند اللہ سے لی گئی ہو اور جس کو اللہ نے نیکی قرار دیا ہو اور جسے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے کیا گیا ہو، ایسے کام کا یقیناً اللہ کے ہاں اجر ہے۔

اگر کوئی شخص بظاہر کچھ اچھے کام کرتا ہے، لیکن ان کے پیچھے نہ تو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ ہے اور نہ ہی اسے معلوم ہے کہ یہ کام اللہ کو پسند ہے یا ناپسند، وہ محض اپنی فطرت یا عقل کا تقاضا پورا کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے تو اس پر اللہ سے اجر کی توقع کیونکر

Marfat.com

رکھی جا سکتی ہے؟

اللہ کے ہاں سے سند یافتہ نیکی تو وہی ہو سکتی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہو یا جسے انہوں نے نیکی قرار دیا ہو۔ چونکہ پچھلی شریعتیں مشکوک اور منسوخ ہو چکی ہیں اس لیے نیکی کا علم حاصل کرنے کے لیے بھی ہمیں شریعتِ محمدی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جو محمد ﷺ پر ایمان لائے بغیر ممکن نہیں۔ اب جو شخص بھی اللہ کی رضا اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہو اس کے لیے ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے محمد ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کا اتباع۔

صراطِ مستقیم ایک ہی ہے

یہ بھی بہت بڑا مغالطہ ہے کہ اللہ تک پہنچنے کے متعدد راستے ہو سکتے ہیں۔ یہ مغالطہ کچھ تو ہندو جوگیوں، بدھ سادھوؤں، عیسائی راہبوں نے پھیلایا اور کچھ اضافہ اس میں مسلم صوفیا نے بھی کیا۔ انہوں نے بھی طریقت کے نام پر مختلف سلسلے قائم کیے۔ کوئی قادریہ کہلایا، کوئی چشتیہ، کوئی نقشبندیہ، کوئی سہروردیہ۔ کوئی وحدت الوجود کا قائل ہوا کوئی وحدت الشہود کا۔ کسی نے کہا کہ اللہ ہر چیز میں موجود ہے اور صوفیا کا سردار ٹھہرا اور کسی نے کہا، میں اللہ ہوں تو مجذوبین کا سر تاج بنا، کاش ان میں سے کوئی یہ نعرہ بھی لگاتا کہ اللہ ایک ہے اور اس تک پہنچنے کا راستہ بھی ایک ہی ہے جسے اس نے صراطِ مستقیم کا نام دیا ہے اور وہ ہے سلسلہ محمدیہ کا راستہ۔

ایک دفعہ محمد ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ریت پر ایک موٹی، لمبی اور سیدھی لکیر کھینچی اور پھر اس کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی ٹیڑھی میڑھی لکیریں کھینچیں۔ پھر فرمایا کہ یہ لمبی اور سیدھی لکیر تو صراط مستقیم ہے جو اللہ اور اس کی جنت تک پہنچاتی ہے اور اس کے دونوں طرف جو لکیریں ہیں وہ ٹیڑھے گمراہی کے راستے ہیں جن میں سے ہر ایک کے سرے پر شیطان بیٹھا ہے، یہ سارے راستے جہنم کی طرف جاتے ہیں۔ (صحیح: مسند احمد: ۴۱۴۲۰۔ مستدرک حاکم: ۳۲۴۱)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ سیدھا راستہ جو اللہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ ایک ہی ہے، باقی جتنے بھی راستے ہیں وہ کسی نہ کسی گمراہی پر ہی منتج ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تک پہنچنے کا بھی ایک ہی مستند راستہ ہے جس کی طرف انبیاء نے رہنمائی کی ہے اور وہ ہے صراطِ مستقیم جس کے لیے ہم ہر نماز میں دعا مانگتے ہیں:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

(الفاتحہ: ۵-۶)

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔''

ان انعام یافتہ لوگوں کی تشریح سورہ النسا کی اس آیت میں کی گئی ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾

(النساء: ۶۹)

''جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔''

یہ بات تو طے ہے کہ سیدھا راستہ ایک ہی ہے جو کہ انبیا اور صلحا کا راستہ ہے اور اس کی طرف رہنمائی صرف محمد ﷺ کے اتباع ہی سے مل سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص محمد ﷺ کو رسول مان کر آپ ﷺ کی اتباع کرے گا تو اپنا ہی بھلا کرے گا، ورنہ محمد ﷺ کی رسالت میں تو اس کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لوگ نہ مانیں تب بھی آپ ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں اور اس کے لیے اللہ کی گواہی کافی ہے، جیسا کہ سورہ النسا کی درج ذیل آیت میں فرمایا گیا:

﴿وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝﴾ (النساء: ۷۹)

''اے محمد ﷺ، ہم نے تم کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ جب خود محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے تو کسی اور گواہی

Marfat.com

کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ اللہ نہ صرف آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتا ہے بلکہ آپ ﷺ پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کرنے کا اعلان بھی کرتا ہے جو آپ ﷺ سے محبت کی علامت ہے، اس کے ساتھ ہی وہ یہ اعلان بھی کرتا ہے کہ اللہ کے فرشتے بھی اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں انہیں بھی چاہیے کہ آپ ﷺ سے محبت کریں اور آپ ﷺ پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کی دعا کرتے رہیں۔

جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو نہیں مانتے، تو ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ کی رحمت سے دور رہیں گے اور آخرت میں تو انہیں نہایت سخت عذاب دیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو سورہ الاحزاب کی یہ آیت:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۞﴾ (الاحزاب: ۵۶-۵۷)

”اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا ہے۔“

محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے

اہلِ کتاب اور دوسرے غیر مسلم جو محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مذاہب کی تعلیمات پر عمل کریں تو یہ ان کی نجات کے لیے کافی ہے انہیں اپنی سوچ پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔ اگر وہ واقعی اللہ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر محمد ﷺ پر ایمان لانے میں کونسا امر مانع ہے خصوصاً جب کہ یہ بات واضح ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت

Marfat.com

تمام انسانوں کے لیے قیامِ قیامت تک باقی ہے اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ ان کے اپنے مذاہب کی تعلیمات مسخ ہو چکی ہیں اور محمد ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات اپنی اصل شکل میں موجود ہیں۔

مسلمانوں میں سے بھی بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات جو مغربی سوچ اور مغربی تہذیب سے متاثر اور مرعوب ہیں اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اصل چیز تو اللہ پر ایمان، آخرت کی جوابدہی کا احساس اور عمل صالح ہے اس لیے دوسرے اہلِ مذاہب کے لیے محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری نہیں، اگر وہ اپنے مذاہب پر عمل کر لیں تو ان کے لیے کافی ہے۔ جو لوگ اس طرح کی غلط فہمی کا شکار ہیں انہیں درج ذیل آیات پر غور کرنا چاہیے:

﴿فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾﴾ (البقرہ:۱۳۷)

''پھر اگر وہ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم لائے ہو تو ہدایت پر ہیں اور اگر اس سے منہ پھیریں تو کھلی بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی میں پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا اطمینان رکھو کہ ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے، وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

اس سے پہلے یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے اور انہی کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ ان کے ہدایت پانے کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ بھی اسی طرح محمد ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت پر ایمان لائیں جس طرح تم لوگ لائے ہو۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ﴾

(آل عمران:۱۱۰)

''اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر

Marfat.com

ایمان رکھتے ہو۔ اگر یہ اہلِ کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں اچھا ہوتا۔''

یہاں بھی اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو نبی ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ اگر اس کے بغیر ان کی نجات ممکن ہوتی تو انہیں نبی ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت پر ایمان لانے کی کبھی دعوت نہ دی جاتی کیونکہ اس صورت میں یہ ایک فضول کام ہوتا اور فضول کام اللہ سے بعید ہے۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ ءَامِنُوا۟ بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰٓ أَدْبَارِهَآ أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ أَصْحَٰبَ ٱلسَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ ٱللَّهِ مَفْعُولًا ۝٤٧﴾ (النسا:۴۷)

''اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی تھی، مان لو اس کتاب کو جو ہم نے اب نازل کی ہے اور جو اس کتاب کی تصدیق و تائید کرتی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی۔ اس پر ایمان لے آؤ قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دیں یا ان کو اسی طرح لعنت زدہ کر دیں جس طرح سبت والوں کے ساتھ ہم نے کیا تھا اور یاد رکھو کہ اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔''

یہاں بھی اہل کتاب کو قرآن پر ایمان و عمل کی دعوت دی گئی ہے اور نہ ماننے کی صورت میں سزا کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔ اگر قرآن اور اس کے لانے والے پر ایمان ضروری نہ ہوتا تو نہ ماننے والوں کو سزا کی وعید کیوں سنائی جاتی؟

ان آیات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی اور آخرت میں کامیابی چاہتے ہیں ان کے لیے محمد ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کے اسوہ کا اتباع کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

Marfat.com

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

چلتا پھرتا قرآن

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی خوبیوں کا مجموعہ تھی۔ کسی نے کیا خوب کہا:

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی تشریح اس سے بہتر کیا ہو سکتی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو چلتا پھرتا قرآن تھے۔ (صحیح: مسند احمد: ۲۴۶۰۱) جسے خود قرآن کے بھیجنے والے نے کہہ دیا ہو کہ تو اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہے اس کی تعریف میں تو یہی کہا جا سکتا ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اتنا مکمل اور اتنا مبسوط ہے کہ اس کا احاطہ کسی ایک کتاب میں نہیں کیا جا سکتا اور پھر یہ تو اس کتاب کا موضوع بھی نہیں ہے۔ یہاں صرف چند پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو عملی رہنمائی کے لیے ناگزیر ہیں۔

اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوّل و آخر اللہ کے رسول ہیں اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپؐ کی یہ حیثیت آپؐ کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ یہ دعوت لوگوں تک پہنچانے کے لیے آپ نے اتنی محنت اور جانسوزی کی کہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ کہنا پڑا:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰٓ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝﴾ (الکہف: ٦)

Marfat.com

''اچھا، تو اے نبی ﷺ، شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھو دینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔''

اس آیت سے دعوت کے بارے میں نبی ﷺ کی فکرمندی اور تڑپ کا اندازہ ہوتا ہے۔ سورہ الشعرا کی اس آیت سے بھی اسی بات کا اظہار ہوتا ہے:

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الشعراء: ۳)

''اے نبی ﷺ! شاید تم اس غم میں اپنی جان کھو دو گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

آپ ﷺ خود فرماتے ہیں:

''میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب اردگرد کا ماحول آگ کی روشنی سے چمک اُٹھا تو پتنگے اس پر گرنے لگے اور وہ شخص پوری قوت سے ان کو آگ میں گرنے سے روک رہا ہے لیکن پتنگے ہیں کہ اس کی کوششوں کو ناکام بنائے دے رہے ہیں اور آگ میں گرتے جا رہے ہیں۔ (اسی طرح) میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور تم لوگ ہو کہ آگ میں گرے جا رہے ہو۔'' (صحیح بخاری: ۶۴۸۳۔ صحیح مسلم: ۲۲۸۵)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو لوگوں کو اللہ کے عذاب سے بچانے کی کتنی فکر تھی۔ اسی بات کو سورہ التوبہ کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبة: ۱۲۸)

''دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسولؐ آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق و رحیم ہے۔''

لوگوں کی فلاح کا حریص ہونے کے بے شمار واقعات ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

Marfat.com

مکہ کا واقعہ ہے، ایک دفعہ آپ ﷺ سارا دن لوگوں کو دعوت دینے میں مصروف رہے۔ جب گھر پہنچے تو سخت تھکاوٹ ہو رہی تھی، جسم بخار سے پھنک رہا تھا۔ لیکن گھر پہنچتے ہی اطلاع ملی کہ مکہ میں ایک قافلہ اترا ہے۔ آپ ﷺ فوراً ان سے ملاقات کے لیے نکل پڑے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ابھی تھکے ماندے گھر پہنچے ہیں، آپ ﷺ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے، آپ ﷺ اس وقت آرام فرمائیں، کل ان سے مل لیجئے گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدیجہ! کیا پتہ وہ قافلہ کل تک ٹھہرتا ہے یا نہیں؟ اور ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے۔

مشرکینِ مکہ نے جب مسلمانوں کو ایذائیں دینا شروع کر دیں تو نبی ﷺ نے انہیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ مشرکین کو جب اس کا علم ہوا تو ان کو واپس لانے کے لیے تحائف کے ساتھ نجاشی شاہِ حبشہ کے دربار میں وفد بھیجا اور مسلمانوں کی واپسی کے لیے کوششیں کیں لیکن ناکامی ہوئی۔ اب انہیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ یہ دعوت اگر اسی طرح پھیلتی رہی تو وہ دن دور نہیں جب محمد ﷺ اور ان کی دعوت غالب آ جائے گی۔

ترکِ دعوت کے لیے لالچ

چنانچہ انہوں نے لالچ کے ذریعے محمد ﷺ کو رام کرنے کی سکیم بنائی اور اپنے مشہور سردار اور سرمایہ دار عتبہ بن ربیعہ کو نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس نے نبی ﷺ سے کہا: اے بھتیجے! تم نے جو یہ دھندہ پھیلا رکھا ہے اگر اس کے ذریعے تم مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہارے لیے اتنا کچھ جمع کر دیں گے کہ تم مالا مال ہو جاؤ گے۔ اگر تم عزت و وقار چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ اگر بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم تمہیں عرب کا بادشاہ بنانے کو تیار ہیں، مگر تم اپنا یہ دھندہ چھوڑ دو۔ آپ نے عتبہ بن ربیعہ کے جواب میں فرمایا: نہ مجھے مال کی ضرورت ہے اور نہ میں عزت چاہتا ہوں، اگر تم میری حقیقت سمجھنا چاہتے ہو تو قرآن کی ان آیات پر غور کرو۔ پھر آپ نے سورہ حٰم السجدہ کی تلاوت شروع کر دی۔

﴿حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

Marfat.com

لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾
وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَ فِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا
وَ بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿۵﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى
اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَ وَيْلٌ
لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۸﴾ قُلْ اَئِنَّكُمْ
لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹﴾ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ
اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ
دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾
فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا
السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾ فَاِنْ
اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ؕ

(حٰم السجدہ: ۱۔۱۳)

"ح۔م، یہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے نازل کردہ چیز ہے، ایک ایسی کتاب جس کی آیات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی زبان کا قرآن، ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرا دینے والا۔ مگر ان لوگوں میں سے اکثر نے اس سے روگردانی کی اور وہ سن کر نہیں دیتے۔ کہتے ہیں: "جس چیز کی طرف تو ہمیں بلا رہا ہے اس کے لیے ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہو گئے ہیں اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک حجاب حائل ہو گیا ہے۔ تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کیے جائیں گے۔ اے نبی ﷺ ان سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا۔ مجھے وحی کے ذریعے

Marfat.com

سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے لہٰذا تم اسی کا رخ اختیار کرو اور اس سے معافی چاہو۔ تباہی ہے ان مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے مان لیا اور نیک اعمال کئے، ان کے لیے یقیناً ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اے نبی ﷺ ان سے کہو، کیا تم اس خدا سے کفر کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھیراتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنا دیا؟ وہی تو سارے جہان والوں کا رب ہے۔ اس نے (زمین کو وجود میں لانے کے بعد) اوپر سے اس پر پہاڑ جما دیئے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس کے اندر سب مانگنے والوں کے لیے ہر ایک کی طلب و حاجت کے مطابق ٹھیک اندازے سے خوراک کا سامان مہیا کر دیا۔ یہ سب کام چار دن میں ہو گئے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا "وجود میں آ جاؤ خواہ تم چاہو، یا نہ چاہو،" دونوں نے کہا، "ہم آ گئے فرمانبرداروں کی طرح۔"

تب اس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیئے، اور ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا، اور آسمانِ دنیا کو ہم نے چراغوں سے آراستہ کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک زبردست علیم ہستی کا منصوبہ ہے۔ اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں تم کو ایک اسی طرح کے اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں جیسا عاد اور ثمود پر نازل ہوا تھا۔"

جب آپ ﷺ اس آیت پر پہنچے تو عتبہ نے بے اختیار آپ ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا کہ خدا کے لیے اپنی قوم پر رحم کرو۔

عتبہ کافر تھا پھر بھی ڈر گیا، ہم مسلمان ہونے کے باوجود بھی نہیں ڈرتے۔ میں نے یہ ساری آیات اور ان کا ترجمہ اسی لیے یہاں دیا ہے کہ شاید ان کو پڑھ کر کوئی ڈر جائے، شاید کسی کے دل میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت کا احساس پیدا ہو جائے، شاید کوئی اس کی

Marfat.com

عظمت کے سامنے جھک جائے، شاید کوئی اس بنا پر اس سے محبت کرنے لگے کہ اتنا زبردست اور طاقتور ہونے کے باوجود اس نے مجھے کتنی ڈھیل دے رکھی ہے!

ترکِ دعوت کے لیے دھمکی

جب لالچ دینے کی چال ناکام ہوئی تو مشرکین مکہ کے سارے سردار اکٹھے ہو کر ابو طالب کے پاس گئے اور کہا:

''برداشت کی حد ہو گئی، اپنے بھتیجے کو ان حرکتوں سے روک لیں ورنہ ہم اسے ختم کر دیں گے۔''

قریش کی مخالفت دیکھ کر ابو طالب نے نبی ﷺ کو بلایا اور نہایت پیار و دلسوزی سے کہا:

''بھتیجے! مجھ بوڑھے پر ترس کھاؤ اور توحید کی اس دعوت سے باز آ جاؤ، میں کمزور بوڑھا کب تک تمہاری حمایت کر سکوں گا۔''

اس کے جواب میں نبی ﷺ نے فرمایا:

''اے چچا! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لا کر رکھ دیں تب بھی میں توحید کی دعوت سے باز نہیں آ ؤں گا۔ یا تو یہ دعوت کامیاب ہو کر رہے گی یا میری جان اس میں چلی جائے گی۔''

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو اس دعوت کے ساتھ کتنا لگاؤ تھا۔ اور دعوتِ حق کے معاملہ میں آپ کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کے قائل نہ تھے۔

طائف میں دعوت

مکہ والوں سے مایوس ہو کر آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے کہ شاید وہاں آپ ﷺ کی دعوت کو پذیرائی ملے۔ آپ ﷺ وہاں کے سرداروں سے ملے اور اپنی دعوت پیش کی۔ لیکن انہوں نے آپ ﷺ کا مذاق اڑایا، آپ ﷺ سے بدتمیزی کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نہایت گھٹیا اور برا سلوک کیا اور جب آپ ﷺ وہاں سے نکل رہے تھے تو غنڈوں اور بدمعاشوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا جو راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر

Marfat.com

آپ ﷺ پر پتھر برسانے لگے۔ یہاں تک کے آپ لہولہان ہو گئے اور آپ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔

سراپا دعوت

اس مایوسی کے عالم میں جبریل امین پہاڑوں کے فرشتہ کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پہاڑوں کے اس فرشتہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اسے حکم دیں۔ پہاڑوں کے فرشتہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ حکم فرمائیں تو میں ابوقبیس اور جبل احمر کو آپس میں ٹکرا دوں کہ یہ بد بخت ان کے بیچ پس کر اپنے انجام کو پہنچ جائیں۔ اس پر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

"نہیں، نہیں، مجھے اپنی قوم میں پیغامِ حق پہنچانے کا موقع دو، ہوسکتا ہے اللہ ان کے قلوب ہدایت کے لیے کھول دے۔ یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی اولاد میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو ہدایت قبول کر لیں۔"

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کچھ نادار مجاہدین کو مجھ سے پیچھے رہ جانا گوارہ نہ ہوگا، اور میرے لیے بھی یہ ممکن نہیں کہ ان کے لیے سواری وغیرہ کا انتظام کر سکوں، تو میں راہ خدا میں نکلنے والے کسی دستے سے پیچھے نہ رہتا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔" (صحیح بخاری: ۳۶)

ابوعمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں راہ خدا میں کام آ جاؤں، یہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے کہ روئے زمین کے سارے لوگ میرے بن جائیں۔"

ان واقعات اور احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کا دین اور اس کی دعوت

Marfat.com

آپ ﷺ کو کتنے عزیز تھے آپؐ کے اسی شغف اور دلسوزی کا نتیجہ تھا کہ تیئس (23) سال کے مختصر عرصہ میں اللہ کا دین پورے عرب میں پھیل گیا، اسلام کا نظام عدل ایک غالب نظام کی حیثیت سے قائم ہو گیا اور نبی ﷺ کی وہ پیشین گوئی پوری ہو گئی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا اور وہ دن دور نہیں جب زیورات سے لدی ہوئی عورت صنعاء (یمن) سے مکہ تک اکیلی سفر کرے گی اور اسے سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ ہوگا۔ یہ پیشین گوئی آپ ﷺ نے مکہ میں اس وقت کی تھی جب مسلمان بہت کمزور تھے اور انہیں جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اس قلیل عرصہ میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک ایسی بے مثال جماعت تیار کی جس نے تھوڑی سی مدت میں اسلام کا پیغام پوری دنیا میں پہنچا دیا۔

اللہ کا بندہ

آپؐ کے اسوۂ حسنہ کا دوسرا پہلو جس کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے وہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ آپؐ کا تعلق یا احساسِ بندگی۔ آپؐ نے ہمیشہ اپنے آپؐ کو اللہ کا بندہ سمجھا اور یہی آپؐ کا امتیازی وصف تھا۔ درحقیقت انسان کا خود کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا بندہ سمجھنا ہی اسے زیب دیتا ہے۔ انسانوں میں درجات کا تفاوت ہوسکتا ہے، جیسا کہ رسولوں کے بارے میں فرمایا:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ﴾ (البقرہ: ۲۵۳)

"یہ رسول جنہیں ہم نے ایک دوسرے سے بڑھ کر مرتبے عطا کئے، ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہم کلام ہوا، کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے۔" لیکن بندگی سے کوئی نہیں نکل سکتا، اس لیے کہ انسان کو پیدا ہی بندگی کے لیے کیا گیا ہے، جیسا کہ سورہ الذاریات میں فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾﴾ (الذاریات: ۵۶)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ

Marfat.com

وہ میری بندگی کریں۔"

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی اپنی بندگی کے لیے کیا ہے تو انسان کا امتیازی وصف بھی رب کی بندگی ہی ہونا چاہیے۔ مقامِ بندگی انسانیت کی معراج ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے کہا تھا:

مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

اسی بات کو سورہ النسا میں اس طرح بیان فرمایا گیا:

﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا﴾

(النساء: ۱۷۲)

"مسیح نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ ہو اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔"

محمد ﷺ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے مقرب ترین بندے اور رسول ہیں اس لیے آپ ﷺ کا امتیازی وصف بھی بندگی ہی ہے۔ آیئے ان چند واقعات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ جن سے آپ کے اس وصف کا اظہار ہوتا ہے۔

بندگی کی مثالیں

ہجرت کا پُرخطر سفر طے کر کے جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو تین روز تک قبا میں ٹھیر کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار فرمایا، ہجرت کرتے وقت آپ ﷺ ان کو مکہ میں لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لیے چھوڑ آئے تھے۔ قبا اس وقت مدینہ سے باہر ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ اس تین روزہ عارضی قیام کے دوران آپ ﷺ نے اللہ کی بندگی کے لیے قبا میں مسجد تعمیر کرائی جس کا ذکر سورہ التوبہ میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

Marfat.com

﴿لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴾ (التوبة:۱۰۸)

''جو مسجد اوّل روز سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں، اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔''

مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے آپ کو اپنے گھر کی بجائے اللہ کے گھر کی فکر ہوئی۔ چنانچہ سب سے پہلا کام جو آپ ﷺ نے کیا وہ مسجد کی تعمیر تھی۔ مدینہ پہنچنے پر جس جگہ آپ ﷺ کی اونٹنی اللہ کے اِذن سے بیٹھی تھی وہی جگہ آپ ﷺ نے مسجد کے لیے منتخب کی اور اس کو خرید کر اس پر مسجد کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ مسجد کی تعمیر میں آپ ﷺ خود بہ نفسِ نفیس شریک رہے اور صحابہ کرام کے ساتھ گارہ اور پتھر ڈھوتے رہے۔ جب مسجد مکمل ہو گئی تو اس کے ساتھ ملحقہ جگہ پر آپ ﷺ نے اپنے لیے دو کمرے تعمیر کروائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اسے مسجد سے لگاؤ ہے، تو گواہ بن جاؤ کہ وہ شخص صاحبِ ایمان ہے۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۳۰۹۳۔ سنن دارمی: ۱۲۵۹۔ مسند احمد: ۱۱۶۵۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی سورہ توبہ کی اس آیت میں یہی بات فرمائی ہے:

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾

(التوبة:۱۸)

''اللہ کی مسجدوں کے آباد کار تو وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخر کو مانیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، انہی سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ چلیں گے۔''

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی سفر سے واپس مدینہ تشریف لاتے تو پہلے

Marfat.com

مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر گھر تشریف لے جاتے تھے۔(صحیح بخاری: ۳۰۸۸۔ صحیح مسلم: ۲۷۶۹)

جب بھی ذرا سی آندھی چلتی تو آپ ﷺ گھبرا جاتے کہ یہ کہیں اللہ کا عذاب ہی نہ ہو۔گھبرائے ہوئے مسجد کی طرف دوڑ پڑتے اور گڑگڑا کر اللہ سے دعائیں مانگتے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی خصوصی بات بتایئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''آپ ﷺ کی ہر بات ہی عجیب تھی، کس کس بات کا تذکرہ کروں: ایک مرتبہ آپ ﷺ میرے ہاں آرام فرما رہے تھے، رات کچھ گزر چکی تھی کہ یکا یک آپ ﷺ اٹھے اور باہر نکل گئے۔ میں بھی پیچھے ہو لی۔ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، کچھ دیر ٹھہر کر میں بھی اندر داخل ہوگئی اور میں نے عجیب وغریب رقت انگیز منظر دیکھا.......... آپ ﷺ ایک عاجز بندے کی طرح اپنے رب کے حضور کھڑے ہیں اور زار وقطار رو رہے ہیں، ہچکی بندھی ہوئی ہے، آنسو بہہ رہے ہیں، ریش مبارک تر ہے اور سینے تک آنسو بہہ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم......رکوع......سجود......پھر قیام میں بھی برابر روتے رہے۔ کسی طرح آپ کا رونا کم نہیں ہو رہا تھا، یہاں تک کہ ستارے ڈوبنے لگے اور بلال نے آ کر فجر کی اذان دی۔ نماز سے فارغ ہو کر جب آپ ﷺ اندر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں سوجے ہوئے ہیں، پاؤں کے انگوٹھے پھٹ گئے ہیں اور ان سے پانی رِس رہا ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ آپ کو سلامت رکھے، آپ ﷺ کیوں اپنے آپکو ہلکان کر رہے ہیں۔ جب اللہ نے آپ ﷺ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف فرما دی ہیں تو پھر آپ ﷺ اتنی مشقت کیوں اٹھا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب میرے رب نے مجھ پر بے پایاں کرم کیا ہے تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

(صحیح بخاری: ۴۸۳۶۔ صحیح مسلم: ۲۸۲۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ فتح کی ان آیات میں نبی ﷺ کو یہ خوشخبری دی ہے کہ ہم نے آپ کی اگلی پچھلی لغزشیں معاف فرما دی ہیں:

Marfat.com

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝﴾ (الفتح: ۱۔۳)

''اے نبی، ﷺ ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کر دی، تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے درگزر فرمائے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھائے اور تم کو زبردست نصرت بخشے۔''

نمازوں میں طوالت

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ رات (تہجد) میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ کی یہی نماز (تہجد) تھی۔ لیکن اس کے سجدے اتنے لمبے ہوا کرتے کہ تم میں سے کوئی نبی ﷺ کے سر اٹھانے سے قبل پچاس آیتیں پڑھ سکتا تھا۔ (اور طلوع فجر پر) فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت سنت پڑھتے۔ اس کے بعد دائیں پہلو پر لیٹ جاتے۔ آخر موذن آپ کو نماز کے لیے بلانے آتا۔''

(صحیح بخاری: ۱۱۲۳)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی رات کی نماز کتنی لمبی ہوا کرتی تھی۔ (سورہ البقرہ کے پہلے پانچ رکوعوں میں جو کہ ربع پارہ بنتا ہے چھیالیس (۴۶) آیات ہیں۔) اس کا مطلب یہ ہوا کہ نمازِ تہجد میں آپ ﷺ کا ایک سجدہ بھی ہماری پوری نماز سے بہت لمبا ہوتا تھا۔ جب ایک رکعت کا ایک سجدہ اتنا لمبا ہو تو پھر گیارہ رکعت پڑھنے میں کتنا وقت لگتا ہوگا۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ آپ ﷺ نے بندگی کا کیسا اونچا معیار قائم کیا۔ درج ذیل احادیث ملاحظہ کیجئے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ایک رات مجھے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ حضور ﷺ نے سورہ البقرہ شروع کی۔ میں نے خیال کیا آپ ﷺ سو آیتوں تک پڑھیں

Marfat.com

گے لیکن جب سو آیتیں پڑھ کر آپ ﷺ آگے بڑھے تو میں نے دل میں خیال کیا شاید آپ ﷺ پوری سورت ایک ہی رکعت میں ختم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے اس سورہ کو ختم کیا تو میں نے خیال کیا اب آپ ﷺ رکوع کریں گے لیکن آپ ﷺ نے فوراً سورۃ ال عمران شروع کر دی اور وہ بھی ختم ہو گئی تو آپ ﷺ نے سورہ النساء شروع کر دی۔ حضور ﷺ بہت ٹھیر ٹھیر کر نہایت سکون اور اطمینان سے قرات فرما رہے تھے اور ہر آیت کے مضمون کے مطابق درمیان میں تسبیح اور دعا کرتے جاتے تھے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے رکوع کیا۔ رکوع میں بھی قیام کے برابر توقف فرمایا، پھر کھڑے ہوئے اور اتنی ہی دیر کھڑے رہے، پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی اسی قدر دیر فرمائی۔" (صحیح مسلم: ۷۷۲۔ سنن نسائی: ۱۶۶۴)

حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "ایک رات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ حضور ﷺ نے مسواک کیا، وضو فرمایا اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضور ﷺ نے ایک رکعت میں پوری سورہ البقرہ پڑھی۔ جہاں رحمت کی آیت آتی، ٹھیر جاتے اور دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے۔ سورہ کے آخر پر رکوع کیا اور اتنی دیر تک رکوع میں رہے جتنی دیر سورہ البقرہ کی قرات میں لگی تھی اور رکوع میں ((سُبْحَانَ ذُو الْجَبَرُوْتِ وَا لْمَلَكُوْتِ وَالْعَظْمَةِ))... "پڑھتے تھے رکوع کے بعد اتنا ہی طویل سجدہ کیا۔ دوسری رکعت میں سورۃ ال عمران پڑھی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پوری ایک سورت پڑھتے رہے۔" (صحیح: سنن ابی داود: ۸۷۳)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ ایک رات نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ اس میں بہت دیر تک سجدہ میں رہے یہاں تک کہ اس طویل سجدہ کی وجہ سے مجھے یہ گمان ہوا کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا، میں دیکھنے کے لیے اٹھی اور

Marfat.com

آپ ﷺ کے انگوٹھے کو ہلایا تو اس میں حرکت ہوئی اور میں لیٹ گئی۔ میں نے سنا آپ ﷺ سجدے میں کہہ رہے تھے۔

((اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ اِلَيْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ))

"خدایا، میں تیری عقوبت سے بچنے کے لیے تیرے عفو کی پناہ لیتا ہوں اور تیرے غصے سے بچنے کے لیے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں اور تجھ سے بچنے کے لیے تجھی سے اور تیری ہی جانب پناہ لیتا ہوں۔ مجھ سے تیری حمد و ثناء کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی ثناء بیان فرمائی ہے۔"

(صحیح مسلم: ۴۸۶۔ سنن ابی داود: ۸۷۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رکوع کے بعد اتنی دیر قیام کرتے کہ ہم لوگ سمجھتے کہ آپ ﷺ سجدے میں جانا بھول گئے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے غزوہ بدر کی رات میں سوائے رسول اللہ ﷺ کے ہر شخص سوتا رہا مگر حضور ﷺ ایک درخت کے نیچے رات بھر نماز پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ آپ ﷺ گڑگڑا گڑگڑا کر یہ دعا کرتے رہے: "پروردگار! میں نے اپنی کل کائنات تیری رضا کے لیے بدر کے میدان میں لا ڈالی ہے۔ پروردگار! اگر یہ چند جانیں ضائع ہوگئیں تو پھر اس زمین پر کبھی تیری عبادت نہ ہو سکے گی۔" (صحیح مسلم: ۱۷۰۳ عن ابن عباس)

اللہ کے حضور عاجزی

اللہ کے برگزیدہ رسولؑ اور محبوب بندے ہونے، اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اس قدر محنت شاقہ کرنے، اس راستے میں بے شمار تکلیفیں اٹھانے اور اتنی زیادہ عبادت کرنے کے باوجود بھی آپ ﷺ ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ وفات سے پہلے یہ کلمات کثرت سے پڑھا کرتے تھے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ))

Marfat.com

''اے اللہ تو پاک ہے، اور تیری تعریف کے ساتھ میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔''

(صحیح مسلم: ۴۸۴۔ بسند اسحٰق بن راھویہ: ۱۴۴۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَاأَيُّهَا النَّاسُ! تُوبُوا إِلَى اللّٰهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ))

''اے لوگو! اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس سے استغفار کرو۔ میں دن میں سو مرتبہ اس سے توبہ کرتا ہوں۔'' (صحیح مسلم: ۲۷۰۲)

((عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كَثِيرًا مَا يَدْعُوا يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ. قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَكْثَرَ مَا تَدْعُوا بِهٰذَا الدُّعَاءِ. فَقَالَ: لَيْسَ مِنْ قَلْبٍ إِلَّا هُوَ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ، إِذَا شَاءَ أَنْ يُقِيمَهُ، أَقَامَهُ وَإِنْ شَاءَ أَنْ يُزِيغَهُ، أَزَاغَهُ))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: اللہ کے رسول ﷺ کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ، میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کیوں یہ دعا اس کثرت سے مانگتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی دل ایسا نہیں جو خدائے رحمان کی دو انگلیوں کے درمیان نہ ہو، جب وہ اسے سیدھا رکھنا چاہے سیدھا رکھتا ہے اور جب اسے ٹیڑھا کرنا چاہے ٹیڑھا کر دیتا ہے۔''

(صحیح: مسند احمد: ۲۴۶۰۴۔ وسنن ابن ماجہ: ۱۹۹۔ عن النواس)

یہ ہے وہ اسوہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ہمارے سامنے بطورِ نمونہ پیش فرمایا ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جو سب سے زیادہ اللہ کے قریب ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت کو سب سے زیادہ جانتی اور پہچانتی ہے، اسی لیے اللہ کا خوف آپ ﷺ پر ہر وقت طاری رہتا ہے، آپؐ راتوں کو طویل وقت اللہ کے سامنے رکوع وسجود اور قیام میں گڑگڑانے اور رونے میں گزارتے

Marfat.com

ہیں۔ دن میں بھی ہر وقت اللہ سے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ نے نہ کبھی اللہ کی نافرمانی کی، نہ کبھی کسی انسان کی دل آزاری کی اور آپ ؐ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تمغہ حسنِ کارکردگی اور تمغہ بخشش بھی مل چکا تھا۔ (سورہ القلم، سورہ الفتح)

ہمیں بھی سوچنا چاہیے کہ کیا اس اسوۂ حسنہ کا کوئی عکس ہم میں بھی ہے؟ کبھی ہمارے دل میں بھی اللہ کی عظمت کا احساس پیدا ہوا؟ کبھی ہماری بھی کوئی رات یا اس کا کچھ حصہ اللہ کے سامنے گڑگڑاتے گزرا؟ کیا اللہ کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کا اسوہ صرف بیان کرنے اور پڑھنے کے لیے ہیں اور عمل کے لیے ہمارا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے؟

تواضع ومروت

سبحان اللہ! اتنا جلیل القدر پیغمبر اور انبیا کا سردار ہونے کے باوجود کس قدر عجز اور تواضع ہے۔ یہ تو اللہ کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ تھا۔ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ بھی ہمیشہ تواضع اور مروت سے پیش آتے تھے اس ضمن میں ملاحظہ ہو آپ ﷺ کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ بیان۔ وہ فرماتے ہیں:

"میں نے دس سال نبی ﷺ کی خدمت میں گزارے، میں نے اس طویل مدت میں نہیں دیکھا کہ:

- آپ ﷺ نے مجلس کے ساتھیوں اور ہم نشینوں کی طرف اپنے پاؤں پھیلائے ہوں۔
- کسی نے آپ ﷺ سے مصافحہ کیا ہو اور آپ ﷺ نے پہلے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہو، آپ ﷺ برابر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے رہتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا۔
- کوئی شخص آپ ﷺ کو ملنے کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو اور آپ ﷺ اس کے پاس سے خود کبھی ہٹ گئے ہوں، آپ ؐ برابر کھڑے رہتے جب تک کہ وہ شخص خود ہی نہ ہٹ جاتا۔ (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۶۔ زید العمی ضعیف راوی ہے، البتہ مصافحہ والا جملہ صحیح اور ثابت ہے۔)

Marfat.com

❀ میں نے جو کام بھی کیا، ٹھیک ہو گیا ہو یا خراب، کبھی آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا اور ایسا کیوں کیا، نہ کبھی یہ فرمایا کہ ایسا اور ایسا کیوں نہیں کیا۔ (صحیح مسلم: ۲۳۰۹)

❀ کسی نے سرگوشی کے لیے آپ ﷺ کی طرف سر جھکایا ہو اور اس شخص کے سر ہٹانے سے پہلے آپ ﷺ نے کبھی اپنا سر ہٹایا ہو۔

اس آئینے میں ہمیں بھی اپنے آپ کو دیکھنا چاہیے اور اس کسوٹی پر اپنے اخلاق و کردار کو پرکھنا چاہیے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا وہ پسندیدہ اور مکمل نمونہ ہے جو بندوں کی رہنمائی کے لیے اس نے پیش فرمایا۔ جو اس معیار سے جتنا قریب ہو گا اتنا ہی اللہ کے قریب اور اس کا مقبول بندہ ہو گا اور جو اس معیار سے جتنا دور ہو گا اتنا ہی وہ اللہ سے دور اور اس کا ناپسندیدہ شخص ہو گا۔ یہاں نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر صرف اس پہلو سے گفتگو کی گئی ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے جو اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے پر مامور تھے۔

آپ ﷺ کی زندگی اتنی بھرپور اور آپ کی شخصیت اتنی جامع اور دل آویز تھی کہ:

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جا است

زندگی کے ہر پہلو پر خواہ وہ انفرادی پہلو ہو، خانگی پہلو ہو، معاشرتی پہلو ہو، معاشی پہلو ہو، سیاسی پہلو ہو، یا اخلاقی پہلو ہو، ہر شخص کے لیے، ایک عام نادار شخص سے لے کر ایک مطلق العنان بادشاہ تک انسان کی جتنی بھی حیثیتیں ہو سکتی ہیں، سب کے لیے کامل نمونہ ہیں۔ آپ کسی بھی حیثیت سے دیکھ لیں کہیں کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ اور ہو بھی کیسے سکتی ہے کہ اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کو رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجا ہے، جیسا کہ سورہ الانبیا میں فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

''اے نبی، ﷺ ہم نے تم کو تمام جہانوں (تمام مخلوقات) کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

اسی رحمت کا نمونہ دیکھیے درج ذیل حدیث میں:

Marfat.com

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک رات میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں، عاجز بندے کی طرح ہاتھ باندھے اللہ کے حضور کھڑے ہیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپ ﷺ یہ آیت بڑی رقت سے پڑھ رہے ہیں:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾
(المائدہ:۱۱۸)

”اگر آپ انہیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ غالب اور دانا ہیں۔“

یہی آیت پڑھتے پڑھتے آپ ﷺ نے ساری رات گزار دی، یہاں تک کہ صبح کے مؤذن نے صبح ہونے کا اعلان کیا۔ (مسند احمد: ۲۱۳۲۸۔ حسن۔ تنبیہ: اس میں صرف صبح کا ذکر ہے، مؤذن کی بات مذکور نہیں ہے۔)

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ امت کے لیے کتنے مضطرب رہتے تھے اور یہ آپ کی رحمت ہی کا تقاضا تھا۔

Marfat.com

تیسرا باب:

آخرت

اسلامی اخلاقیات کا اہم ستون

توحید کی طرح آخرت پر ایمان بھی اسلامی عقائد میں نہایت اہم عقیدہ ہے۔ اسلامی اخلاقیات کی ساری عمارت ہی توحید اور آخرت کے عقیدہ پر قائم ہے۔ صرف یہی احساس ہی انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھ سکتا ہے کہ وہ ایک ایسی ہستی کے سامنے جوابدہ ہے جو ہر وقت اس کی نگرانی کر رہی ہے اور انسان کا کوئی فعل اس سے مخفی نہیں، نہ صرف اس کے اعمال بلکہ خیالات بھی پوری طرح اس پر عیاں ہیں۔ نیز ایک دن ایسا آنے والا ہے جب موت کے بعد اسے دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور اس سے اس کی پوری زندگی کا حساب لیا جائے گا اور اس کے عقائد اور اعمال کے مطابق اسے جزا یا سزا ملے گی۔

یہ عقیدہ جتنا پختہ اور اس پر ایمان جتنا قوی ہوگا، اتنا ہی انسان گمراہیوں سے بچنے اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی قوت اپنے اندر پائے گا۔ جس قدر یہ عقیدہ کمزور ہوگا، اسی قدر وہ گمراہیوں کا شکار اور صراط مستقیم سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اسی لیے اسلام نے توحید کے بعد آخرت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔

عقیدہ آخرت سے مراد یہ ہے کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب کائنات کا موجودہ نظام لپیٹ دیا جائے گا۔ ہر چیز فناہ کر دی جائے گی۔ دنیاوی زندگی اور دنیا کے اندر موجود ہر شے کا خاتمہ ہو جائے گا، تمام مخلوقات بشمول فرشتوں کے موت کے گھاٹ اتار دی جائیں گی۔ سوائے اللہ رب العزت کی ذاتِ گرامی کے کچھ باقی نہیں رہے گا، جیسا کہ سورہ رحمان میں فرمایا گیا ہے:

Marfat.com

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾﴾

(الرحمن: ٢٦-٢٧)

"ہر چیز فناہ ہونے والی ہے۔ اور باقی رہنے والی صرف تیرے رب کی ذات گرامی ہے۔"

قرآن کے بیان کے مطابق اس دن پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے اور سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی۔ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق بھی کائنات اپنے خاتمے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ یہ قیامت یا آخرت کا پہلا مرحلہ ہوگا۔

جب تک اللہ تبارک وتعالیٰ چاہیں گے، یہی حالت قائم رہے گی۔ پھر آخرت کے دوسرے مرحلے کا آغاز ہوگا۔ تمام جن وانس کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور انہیں میدان محشر میں جمع کیا جائے گا۔ پھر ان سب کی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں پیشی ہوگی جہاں ہر شخص سے اسکی دنیوی زندگی کا حساب لیا جائے گا۔ جن لوگوں نے درست عقائد کے ساتھ نیک اعمال کیے ہوں گے، انہیں انعام کے طور پر جنت میں داخل کیا جائے گا، جہاں وہ ایک نہایت شاندار زندگی گزاریں گے۔ جنت میں انہیں ہر قسم کی آسائشیں حاصل ہوں گی، جس چیز کی بھی خواہش کریں گے، انہیں مہیا کر دی جائے گی۔

جن لوگوں نے باطل عقائد کی پیروی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی ہونگی، انہیں سزا کے طور پر جہنم میں داخل کیا جائے گا جہاں وہ نہایت ہی بُری اور موت سے بدتر زندگی گزاریں گے۔ وہ موت کی آرزو کریں گے لیکن انہیں موت بھی نہیں آئے گی کہ اس زندگی سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ عقیدۂ آخرت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ جنت اور جہنم کی زندگی کی جو تفصیلات قرآن وحدیث میں پیش کی گی ہیں انہیں دل سے تسلیم کیا جائے۔

آخرت یا دوسری زندگی کا تصور تو کسی نہ کسی صورت میں ہر مذہب میں موجود ہے، لیکن آخرت میں جوابدہی کا تصور اس انداز میں نہیں پایا جاتا جیسا اسلام میں ہے۔ دوسرے مذاہب میں نجات کے لیے انسان کے اعمال کی وہ اہمیت نہیں جو اسلام میں ہے۔ انفرادی

Marfat.com

ذمہ داری اور جوابدہی کا تصور یا تو سرے سے مفقود ہے یا اتنا کمزور کہ کردار سازی میں کسی طرح بھی مدد و معاون نہیں ہوسکتا۔ اس کے برعکس اسلام میں اخلاق کی ساری عمارت ہی عقیدۂ توحید اور آخرت پر کھڑی کی گئی ہے۔ یہ تصور کہ انسان آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے انفرادی طور پر اپنے اعمال کے لیے جوابدہ ہے، اور اس کا کوئی عمل، جذبہ اور خیال اللہ سے مخفی نہیں، انسان کو سیدھا رکھنے کے لیے کافی مددگار ہے۔

انسان کی گمراہی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اخروی زندگی کے بارے میں اس کے نظریات صحیح نہیں۔ اکثریت تو اس کے وقوع ہی کی منکر ہے، ان کے نزدیک یہی زندگی حقیقت ہے اور اس کے بعد کوئی زندگی نہیں۔ قرآن ان کے اس باطل عقیدے کو سورہ الجاثیہ میں یوں بیان فرماتا ہے:

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾

(الجاثیہ: ۲۴)

"یہ لوگ کہتے ہیں، کہ زندگی بس یہی ہماری زندگی ہے، یہیں ہمیں مرنا اور جینا ہے، اور گردش ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو۔"

وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی صرف ایک ہی دفعہ ملتی ہے۔ اس لیے اس سے جیسے اور جتنا بھی ممکن ہو، لطف اندوز ہوا جائے۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

یہ لوگ کسی قسم کی اخلاقی حدود و قیود کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک عیش وعشرت ہی زندگی کا مقصد ہے۔ ان کے خیال میں یہ دنیا ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ ایسے ہی رہے گی۔ یہ عالم ازلی اور ابدی ہے اور اسے کبھی فناہ نہیں، حالانکہ عقلی اور نقلی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ عالم نہ تو ازلی ہے نہ ابدی۔ ایک وقت ایسا بھی تھا جب کچھ نہیں تھا سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے، اور ایک وقت ایسا آئے گا جب کچھ بھی نہیں رہے گا سوائے اس ذات کے جو حیّ وقیّوم ہے۔

Marfat.com

آخرت کا امکان

کائنات کی ہر چیز میں توڑ پھوڑ واقع ہو رہی ہے اور چیزیں فنا کے گھاٹ اتر رہی ہیں۔ وہ وقت یقیناً آ کر رہے گا جب ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر فناہ کے گھاٹ اتر جائے گی۔ سائنسی تحقیقات بھی اس بات پر گواہ ہیں کہ یہ عالم رو بہ زوال ہے۔ ہمارا نظامِ شمسی آہستہ آہستہ فناہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سورج اپنی توانائی بتدریج کھو رہا ہے۔ یہ عمل اتنی آہستگی سے اور ایسے غیر محسوس طریقہ سے ہو رہا ہے کہ اس کے اثرات عام آدمی محسوس نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے کہ اس عمل کی تکمیل میں صدیاں بیت جائیں، مگر یہ بات طے ہے کہ ایک دن ایسا ہو کر رہے گا۔ سورہ تکویر میں اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

قیامت کا منظر

﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶﴾

(التکویر: ۱۔۶)

"جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے، اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی، اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دئے جائیں گے، اور جب سمندر بھڑکا دئے جائیں گے۔" (دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں نزولِ قرآن کے وقت عربوں کے نزدیک بہت قیمتی سرمایہ تھیں اور ان کی بہت دیکھ بھال کی جاتی تھی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت لوگ ہر چیز سے غافل ہو جائیں گے)۔

سورہ الانفطار میں قیامت کی منظر کشی ان الفاظ میں کی گئی ہے:

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳﴾

(الانفطار: ۱۔۳)

"جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب تارے بکھر جائیں گے، اور جب سمندر

Marfat.com

پھاڑ دیے جائیں گے۔"

قیامت کا منظر پیش کرتے ہوئے سورہ انشقاق میں فرمایا:

﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ۝١ وَ أَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝٢ وَ إِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝٣ وَ أَلْقَتْ مَا فِيهَا وَ تَخَلَّتْ ۝٤ وَ أَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝٥ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝٦﴾ (الانشقاق: ۱۔۶)

"جب آسمان پھٹ جائے گا، اور اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرے گا اور اس کے لیے حق یہی ہے (کہ اپنے رب کا حکم مانے)، اور جب زمین پھیلا دی جائے گی، اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرے گی اور اس کے لیے حق یہی ہے (کہ اس کی تعمیل کرے)۔ اے انسان! تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے، اور اس سے ملنے والا ہے۔"

سورہ مرسلات میں فرمایا:

﴿فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ ۝٨ وَ إِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۝٩ وَ إِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝١٠﴾
(المرسلات: ۸۔۱۰)

"پھر جب ستارے ماند پڑ جائیں گے، اور آسمان پھاڑ دیا جائے گا، اور پہاڑ دھنک ڈالے جائیں گے۔"

سورہ القارعۃ میں فرمایا:

﴿الْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ وَ مَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝٤ وَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝٥﴾
(القارعة: ۱۔۵)

"عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہونگے، اور پہاڑ رنگ برنگ کے

Marfat.com

دھنکے ہوئے اون کی طرح ہونگے۔"

سورہ الحج میں فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝﴾

(الحج: ۱۔۲)

"لوگو، اپنے رب کے غضب سے بچو، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (ہولناک) چیز ہے۔ جس روز تم اسے دیکھو گے، حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہونگے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔"

سورہ الزلزال میں فرمایا:

﴿إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ۝﴾ (الزلزال: ۱۔۳)

"جب زمین اپنی پوری شدت سے ہلا ڈالی جائے گی، اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی، اور انسان کہے گا کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے۔"

سورہ المزمل میں فرمایا:

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝﴾

(المزمل: ۱۴)

"یہ اس دن ہوگا، جب زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے، اور پہاڑوں کا حال ایسا ہو گا جیسے ریت کے ڈھیر ہیں جو بکھرے جا رہے ہیں۔"

Marfat.com

قیامت کا منظر بیان کرتے ہوئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''لوگ بازاروں میں ہونگے کہ اچانک سورج کی روشنی جاتی رہے گی اور پھر ناگہاں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں گے۔ پھر اچانک پہاڑ زمین پر گر پڑیں گے اور زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگے گی۔ بس پھر کیا جنات، کیا انسان، کیا جانور، اور جنگلی جانور، سب آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے۔ وہ جانور بھی جو انسان سے بھاگتے ہیں انسان کے پاس آ جائیں گے۔ لوگوں کو اس قدر بد حواسی اور گھبراہٹ ہوگی کہ بہتر سے بہتر مال (اونٹنیاں جو بچے جننے والی ہونگی) کی بھی خبر نہ لیں گے۔ جنات کہیں گے کہ ہم جاتے ہیں کہ تحقیق کریں کہ کیا ہو رہا ہے، لیکن وہ آئیں گے تو دیکھیں گے کہ سمندر میں بھی آگ لگ رہی ہے۔ اسی حال میں ایک دم زمین پھٹنے لگے گی اور آسمان بھی ٹوٹنے لگے گا، ساتوں زمینوں اور آسمانوں کا یہی حال ہوگا، ادھر سے ایک تند ہوا چلے گی جس سے تمام جاندار مر جائیں گے۔'' (ابن ابی حاتم)

موجودہ دور میں منظر قیامت کو سمجھنا آسان ہے

قیامت کا منظر جو اس حدیث اور مندرجہ بالا قرآنی آیات میں پیش کیا گیا ہے، اس کی حقیقت کو سمجھنا اور اس پر یقین کرنا نزول قرآن کے وقت اتنا آسان نہیں تھا جتنا آج ہے۔ سمندروں کو آگ لگ جانا یا پہاڑوں کا روئی کے گالوں کی طرح اڑنا اس وقت شاید دیوانگی کی باتیں لگتی ہوں۔ لیکن آج ان باتوں کو سمجھنا اور ان پر یقین کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ اگر کشش ثقل ختم ہو جائے تو کائنات کی ہر چیز بکھر کر رہ جائے گی اور اڑنا شروع کر دے گی، اور یہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک حکم ''کُن'' پر موقوف ہے۔

یہ کائنات اور اس کا پورا نظام زبردست قوانین کی بندش میں جکڑا ہوا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے ان قوانین کی بندش کو ختم

Marfat.com

کر دیں گے اور یہ سارا نظام جو آج بڑا محکم لگ رہا ہے، بکھر کر رہ جائے گا۔ آج ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ پانی جن دو گیسوں کا مرکب ہے ان میں سے ایک جلنے والی اور دوسری جلانے والی ہے۔ اگر پانی کو ان دو بنیادی اجزا میں تبدیل کر دیا جائے تو آگ بھڑک اٹھے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہیں گے سمندروں کو ان کے بنیادی اجزا میں تبدیل کر دیں گے اور سمندر بھڑک اٹھیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔ کسی چیز کا بنانا مشکل ہوتا ہے بگاڑنا نہیں۔ جس ہستی نے اتنا محکم اور مکمل نظام تخلیق کیا ہے، کیا اس کے لیے اسے ختم کرنا مشکل ہے؟

آخرت کی زندگی انسانی عقل کا تقاضا ہے

انسانی عقل وفکر نہ صرف اس نظام کے خاتمے کا تقاضا کرتی ہے، بلکہ اس کے ساتھ ایک ایسے نظام اور ایسی زندگی کا بھی تقاضا کرتی ہے، جس میں انسان کے ساتھ موجودہ زندگی میں کی گئی زیادتیوں کا ازالہ ہو سکے اور اسے اس کی جانفشانیوں کا صلہ مل سکے۔

انسانی فطرت انصاف کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی فطری تقاضے کو پورا کرنے کے لیے انسان نے موجودہ عدالتی نظام وضع کیا ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ اس زندگی میں یا تو انصاف ملتا ہی نہیں یا جزوی طور پر ملتا ہے۔ مکمل انصاف ملنا بہت ہی مشکل ہے۔ بسا اوقات جزوی انصاف بھی نہیں ملتا۔

بعض صورتوں میں تو مکمل انصاف انسان کے لیے ممکن ہی نہیں ہوتا۔ مثلاً، ایک شخص اگر دس آدمیوں کو قتل کرتا ہے، تو اسے صرف ایک ہی بار پھانسی دی جا سکتی ہے جو ایک آدمی کو قتل کرنے کی سزا ہے، باقی نو آدمیوں کو قتل کرنے کی سزا تو اسے نہیں دی جا سکی اور نو لوگوں کے ساتھ تو انصاف نہ ہوا۔ یا ایک شخص بیسیوں لوگوں کو لوٹتا ہے یا ان کی عزت سے کھیلتا ہے، تو موجودہ نظام کے تحت اسے ایک ہی دفعہ سزا دی جا سکتی ہے۔ جو لوگ لاکھوں انسانوں کی تباہی کا باعث بنتے ہیں، انہیں بھی صرف ایک ہی دفعہ موت کے عمل سے گزارا جا سکتا ہے، جو نہ تو ان کے جرم کی مناسب سزا ہے اور نہ ان مظلوموں کی دادرسی جو ان کے ظلم کا نشانہ بنے۔

Marfat.com

اسلام کا تصورِ آخرت انسانی فطرت کے تقاضوں کی تکمیل ہے

اسلام کا تصورِ آخرت ہی انسانی فطرت کے ان تقاضوں کو پورا کرتا ہے، جہاں ہر کسی کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ جیسا کہ سورہ الزلزال میں فرمایا:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝﴾ (الزلزال:۷۔۸)

''جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی اسے دیکھ لے گا۔''

دنیا میں انسان کو ایک حد تک عذاب دیا جا سکتا ہے، جب تکلیف حد سے بڑھ جاتی ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے اور انسان تکلیف سے نجات پا جاتا ہے۔ آخرت میں اسے مسلسل عذاب ہوگا مگر موت نہیں آئے گی۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر قادر ہیں جیسا کہ سورہ نسا میں فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ۖ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝﴾
(النساء:۵۶)

''جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے، انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے۔ جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ بے شک اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے''

لہٰذا ایک دوسری زندگی کا ہونا جس میں انسان کو مکمل انصاف مل سکے انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور اس کا انکار انسانی فطرت سے انحراف ہے۔ جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ کسی عقلی یا نقلی دلیل کی بنیاد پر ایسا نہیں کرتے، بلکہ وہ اپنی خواہشات کی بنیاد پر ایسا کرتے ہیں۔ وہ دنیا میں بے مہار زندگی گزارنا چاہتے ہیں، اپنی من مانی کرنا چاہتے ہیں اور

Marfat.com

آخرت کی جوابدہی سے بچنا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا حقیقت ان کی خواہشات میں ڈھل جائے گی؟ کیا آنکھیں بند کرنے سے کبوتر بلی سے بچ سکتا ہے؟ قیامت آنی ہے اور آ کر رہے گی! جو اسے مان کر اس کے لیے تیاری کرے گا، اپنا بھلا کرے گا، اور جو اس سے غافل رہے گا، اپنا نقصان کرے گا۔

روز مرہ کا مشاہدہ دوسری زندگی کی تائید کرتا ہے

ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ بھی اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ موت کے بعد انسان کو زندہ کیا جائے گا۔ تخریب کے ساتھ تعمیر کا عمل بھی جاری ہے۔ چیزیں بگڑتی ہیں تو ساتھ ساتھ بنتی بھی ہیں۔ نباتات سوکھ کر چورا ہو جاتی ہیں۔ پھر جب موسم بہار آتا ہے اور بارش برستی ہے، تو اسی زمین میں روئیدگی شروع ہو جاتی ہے اور زمین پھر سے سرسبز ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اسی بات کو دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ سورہ الحدید میں فرمایا:

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِيْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾ (الحدید: ۲۰-۲۱)

''خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہو گئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشتکار خوش ہو گئے۔ پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی۔ پھر وہ بھس بن

Marfat.com

کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔ دنیا کی زندگی ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔ دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے، جو مہیا کی گئی ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔''

سورہ کہف میں دنیا کی زندگی کی مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝﴾ (الکہف: ۴۵)

''اور اے نبی ﷺ! انہیں حیاتِ دنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسایا تو زمین کی پود خوب گھنی ہوگئی، اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

آخرت کا انکار دلیل کی بنیاد پر نہیں جوابدہی سے بچنے کی خواہش پر ہے

کفار ہوں یا مشرکین یا دہریئے، موت سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔ یہ تو سب کا روز کا مشاہدہ ہے۔ اصل نزاع موت کے بعد کی زندگی کا ہے۔ کیونکہ اس کا اقرار کرنے کے بعد پھر آخرت کی جوابدہی کا اقرار بھی کرنا پڑتا ہے، اور اسی سے انسان بچنا چاہتا ہے۔ یہ لوگ آخرت کی زندگی کو ناممکن قرار دیتے ہیں، سورہ نمل میں ان کے انکارِ آخرت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

﴿وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا

Marfat.com

﴿هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۶۸﴾

(النمل:۶۷۔۶۸)

"یہ منکرین کہتے ہیں، کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو چکے ہونگے تو ہمیں واقعی قبروں سے نکالا جائے گا؟ یہ خبریں ہم کو بھی بہت دی گئی ہیں، اور پہلے ہمارے آبا و اجداد کو بھی دی جاتی رہی ہیں، مگر یہ بس افسانے ہی افسانے ہیں، جو اگلے وقتوں سے سنتے چلے آرہے ہیں۔"

سورہ السجدہ میں ان کے انکار کو درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝۱۰﴾ (السجدہ:۱۰)

"اور یہ لوگ کہتے ہیں: جب ہم مٹی میں رَل مِل چکے ہوں گے تو کیا ہم پھر نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔"

سورہ واقعہ میں ان کے انکار کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ۬ اَئِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝۴۷ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝۴۸ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝۴۹ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ۬ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۵۰﴾ (الواقعہ:۴۷۔۵۰)

"کہتے تھے: "کیا جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے۔ تو پھر اٹھا کر کھڑے کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے جو پہلے گزر چکے ہیں؟ اے نبی ﷺ! ان لوگوں سے کہو، یقیناً، ایک دن اگلے اور پچھلے سب ضرور جمع کیے جانے والے ہیں، جس کا وقت مقرر کیا جا چکا ہے۔"

Marfat.com

منکرین آخرت کے اعتراضات کا جواب

دوسری زندگی کے بارے میں کفار و مشرکین کا سب سے بڑا اعتراض یہی رہا ہے کہ جب ہم مر کر گل سڑ جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی خاک ہو جائیں گی تو پھر ہمیں کیسے جلا اٹھایا جائے گا۔ سورہ یٰس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا اعتراض اور ساتھ ہی اس کا جواب بھی نقل فرمایا ہے:

﴿قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۞ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۞ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۞ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰي ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۞ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۞ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞﴾ (یسین: ۷۸۔۸۳)

"کہتا ہے کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہونگی؟ اس سے کہو، انہیں وہی زندہ کرے گا، جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا، اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔ وہی جس نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی، جس سے تم اپنے چولھے روشن کرتے ہو۔ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جسموں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں، جب کہ وہ ماہر خلاّق ہے۔ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا، اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے، اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔"

سورہ روم میں ان کے اعتراض کا جواب ان الفاظ میں دیا گیا:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ﴾ (الروم: ۲۷)

"اور وہی ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر وہی اس کو پیدا کرے گا،

Marfat.com

اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔"

سورہ فصلت میں فرمایا:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹﴾ (فصلت: ۳۹)

"اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے، کہ سونی پڑی ہوئی ہے۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو تر وتازہ ہو جاتی ہے اور پھول جاتی ہے۔ یقیناً جو خدا اس مری ہوئی زمین کو جلا اٹھاتا ہے، وہ مردوں کو بھی زندہ کرے گا۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

سورہ مومن میں منکرینِ آخرت کے اعتراض کا جواب یوں دیا گیا:

﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷﴾ (المؤمن: ۵۷)

"آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا انسان کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا کام ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

سورہ النازعات میں فرمایا:

﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاۗءُ ۭ بَنٰىهَا ۝۲۷ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝۲۸ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝۲۹ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝۳۰ اَخْرَجَ مِنْهَا مَاۗءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝۳۱ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝۳۲ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝۳۳﴾ (النازعات: ۲۷-۳۳)

"کیا تم لوگوں کی تخلیق زیادہ سخت کام ہے یا آسمان کی؟ اللہ نے اس کو بنایا، اس کی چھت کو اونچا کیا، پھر اس کا توازن قائم کیا، اور اس کی رات کو تاریک کیا اور دن کو روشن کیا۔ اور اس کے بعد زمین کو بچھایا اور اس کے اندر سے اس کا پانی اور

Marfat.com

اس کا چارہ نکالا اور پہاڑ اس میں گاڑ دیے۔ یہ سب کچھ تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے سامانِ زیست کے طور پر کیا۔''

ان آیات میں فرمایا گیا ہے: اے انسان! تُو جس بات کو ناممکن قرار دے رہا ہے، اس کی مثالیں تو تمہارے روزمرہ کے مشاہدے میں ہیں، تخلیق کا عمل تو ہر آن جاری ہے۔ تمہارے سامنے مردہ زمین جی اٹھتی ہے، ہری بھری گھاس ہر طرف پھیل جاتی ہے، کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں۔ پھر یہی کھتیاں بھس بن جاتی ہیں۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے زمین پھر سُونی ہو جاتی اور کچھ عرصہ یونہی مردہ پڑی رہتی ہے۔ پھر جب موسمِ بہار آتا ہے، بارشیں ہوتی ہیں تو ہر طرف سبزہ نظر آنے لگتا ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ کسی چیز کو دوسری دفعہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ اور یہ تو عام فہم سی بات ہے کہ کسی بھی کاریگر کے لیے پہلی دفعہ کوئی چیز بنانا مشکل ہو سکتا ہے، مگر اس چیز کو دوبارہ بنانا تو اس کے لیے نہایت آسان ہوتا ہے۔ تو کیا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا پہلی دفعہ پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہوگا؟ پھر بعث بعد الموت سے انکار کیوں؟

ان آیات میں انسان کی توجہ اس طرف بھی مبذول کرائی گئی ہے کہ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستاروں اور اس سارے نظامِ فلکی اور کائنات کی تخلیق تو انسان کی تخلیقِ اوّل یا تخلیقِ ثانی سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔ جو خدا یہ ساری کائنات تخلیق کر سکتا ہے اور اسے ایک ایسے محکم نظام کا پابند بنا سکتا ہے، جس سے کوئی چیز سرِ مو انحراف نہیں کر سکتی، کیا وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یقیناً وہ اس پر قادر ہے اور وہ ایسا ضرور کرے گا تا کہ انسان اپنے اعمال کا بدلہ پا سکے۔ اسی بات کے اظہار کے لیے سورۃ ال عمران میں فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۞﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

Marfat.com

”ہر شخص ایک دن موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور قیامت کے دن تم سب کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کامیاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتشِ دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔“

سورہ یونس میں فرمایا:

﴿اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَھُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝﴾ (یونس: ۴)

”تم سب نے لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ بے شک پیدائش کی ابتدا وہی کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، انہیں انصاف کے ساتھ بدلہ دے، اور جنہوں نے کفر کیا، ان کے لیے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب ہوگا، کیونکہ وہ کفر کرتے تھے۔“

سورہ تغابن میں فرمایا:

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾ (التغابن: ۷)

”جو لوگ کافر ہیں، وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے۔ (ان سے کہو) کیوں نہیں؟ میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم نے کیا ہے، تمہیں ضرور بتایا جائے گا، اور ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔“

سورہ مومنون میں فرمایا:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون: ۱۱۵)

Marfat.com

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے، کہ ہم نے تمہیں فضول ہی پیدا کیا ہے، اور تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹ کر نہیں آنا ہوگا؟''

اور سورہ قیامۃ میں فرمایا:

﴿ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝﴾ (القیامۃ: ٣٦)

''کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟''

زندگی آزمائش ہے

کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس سے اس کے اعمال کا حساب نہیں لیا جائے گا، اور اس سے باز پرس نہیں کی جائے گی؟ اگر وہ ایسا سمجھتا ہے تو یہ یقیناً اس کی غلط فہمی ہے۔ حقیقت تو بالکل اس کے برعکس ہے۔ یہ موت وحیات کا سلسلہ تو قائم ہی اس غرض سے کیا گیا ہے کہ انسان کی آزمائش کی جائے اور دیکھا جائے کہ کون اچھے اعمال کرتا ہے اور کون برے۔ جیسا کہ سورہ الملک میں فرمایا:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۝ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝﴾

(الملک: ١۔٢)

''بہت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں (کائنات کی) بادشاہی ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ کون تم میں سے نیک عمل کرتا ہے۔''

دنیا انسان کے لیے دار العمل، دار الامتحان اور آزمائش ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: ١٤٢)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے، کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے

Marfat.com

یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے ہیں اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔"

سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝﴾ (البقرہ: ۲۱۴)

"پھر کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائے گا، حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے۔ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، ہلا مارے گئے۔ حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہلِ ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ (اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ) ہاں اللہ کی مدد قریب ہے۔"

سورہ البقرہ ہی میں ایک دوسری جگہ فرمایا گیا:

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۵-۱۵۷)

"اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر ہمیں جانا ہے'، انہیں خوشخبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہونگی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔"

Marfat.com

سورہ العنکبوت میں فرمایا:

﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ﴿۲﴾ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۳﴾ ﴾

(العنکبوت: ۲۔۳)

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔''

سورہ محمد ﷺ میں فرمایا:

﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ ۙ وَ نَبْلُوَاۡ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ ﴾ (محمد: ۳۱)

''ہم ضرور تم کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کی زندگی آزمائش ہے۔ غور کیا جائے تو یہ آزمائش ضروری ہے اس لیے کہ آخرت کی زندگی تو جزا یا سزا ہے ان اعمال کی جو انسان اس دنیا میں کرتا ہے۔ ایمان اور نیک اعمال کا صلہ جنت کی صورت میں دیا جائے گا۔ کفر و شرک اور بداعمالیوں کی سزا جہنم کی صورت میں دی جائے گی۔

آزمائش عدل کا تقاضا ہے

اگر بغیر آزمائش اور امتحان کے کسی کو جنت اور کسی کو جہنم میں داخل کر دیا جائے تو اہل جہنم یقیناً اعتراض کریں گے کہ ہمیں کس بات کی سزا دی جا رہی ہے اور اہل جنت کو کس بات کا انعام دیا جا رہا ہے؟ نیز نچلے درجے والے جنتی بھی اونچے درجے والے جنتیوں پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ ہمارے درجات میں یہ تفاوت کیوں؟

Marfat.com

لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ لوگوں کو عمل کی مہلت دی جائے اور یہ اختیار بھی دیا جائے کہ ایمان وکفر اور نیکی اور برائی میں سے جو راستہ چاہیں اپنے لیے منتخب کر سکیں اور انہیں اصلاح احوال کا بھی پورا موقع دیا جائے تا کہ جنت یا جہنم میں سے جو بھی ان کا نصیب ہو ان کے اپنے انتخاب اور عمل کا نتیجہ ہو۔ اسی لیے توبہ کا دروازہ سکراتِ موت کا وقت شروع ہونے سے پہلے تک کھلا رکھا گیا، کہ جب بھی انسان اللہ کی طرف لوٹنا چاہے، لوٹ سکے۔

زندگی آزمائش ہے اور دنیا دار العمل۔ عمل کا سلسلہ انسان کی موت تک جاری رہتا ہے لیکن اس کے اعمال کے اثرات اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں، اور ان کا ثواب یا گناہ انسان کے نامۂ اعمال میں جمع ہوتا رہتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ کی اس حدیث سے واضح ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کسی اچھے کام کی ابتدا کرتا ہے اسے اس وقت تک اس کا ثواب ملتا رہتا ہے جب تک اس پر عمل ہوتا رہے اور جو شخص کسی برے کام کی ابتداء کرتا ہے اسے اس وقت تک اس کا گناہ ملتا رہتا ہے جب تک اس پر عمل ہوتا رہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۱۷)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں جب بھی کوئی قتل ہوتا ہے تو اس کا گناہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کو بھی پہنچتا ہے جس نے دنیا میں قتل کی ابتداء کی تھی۔ (صحیح بخاری: ۳۳۲۱۔ صحیح مسلم: ۱۶۷۳)

موجودہ نظام کا ختم ہونا ضروری ہے تا کہ انسانی اعمال کے اثرات کا سلسلہ جو اس کی موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے ختم ہو جائے اور اس کی نیکی و بدی اور اس کے اعمال کے نیک و بد اثرات کا پورا پورا حساب کیا جا سکے اور اس کے اعمال کا بھر پور بدلہ دیا جا سکے۔ نیز اس کے لیے ایک دوسری زندگی بھی لازم ہے جو دار العمل نہیں بلکہ دار الجزا ہو جس میں انسان اپنے اعمال کے انعام سے متمتع ہو سکے یا ان کی سزا بھگت سکے، انسانی عقل بھی اس کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی بذریعہ وحی اس کی نشاندہی کی ہے۔

موت اور اس کے بعد کے مراحل

قیامت کب واقع ہوگی اس کا صحیح علم تو سوائے اللہ کے کسی کے پاس بھی نہیں اور یہ

Marfat.com

بات حدیث جبریل سے واضح ہے جس میں جبریل علیہ السلام نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں میرا علم تم سے زیادہ نہیں ہے، البتہ اس کی کچھ نشانیاں بتا سکتا ہوں اور پھر آپ ﷺ نے قیامت کی کچھ نشانیاں بتائیں۔ مگر ایک فرد کی قیامت تو اسی وقت آ جاتی ہے جب اس کی موت واقع ہوتی ہے۔

موت فناہ نہیں عالم برزخ میں منتقلی ہے

درحقیقت انفرادی جزا اور سزا کا سلسلہ تو موت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ موت مکمل فناہ تو نہیں کہ جس میں انسان کلیتاً مٹ جائے۔ یہ تو روح کی جسم سے علیٰحدگی ہے، جسم گل سڑ کر مٹی میں مل جاتا ہے لیکن روح تو زندہ رہتی ہے اور جسموں میں سے بھی جس کے جسم کو اللہ چاہے سلامت رکھے۔ جیسے شہدا کے بارے میں کہا گیا کہ انہیں مردہ نہ سمجھو۔ یہ زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾﴾ (البقرة: ۱۵۴)

''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔''

اور سورۂ آل عمران میں شہداء کے بارے میں فرمایا:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾﴾ (آل عمران: ۱۶۹)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''موت مومن کا تحفہ ہے۔'' (ضعیف: الزھد والرقائق لابن المبارک: ۵۹۹۔ شعب الایمان: ۹۴۱۸۔ مستدرک حاکم: ۷۹۰۰۔ عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی ضعیف راوی ہے۔)

Marfat.com

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے کہ موت مومن کا پھول ہے۔ حبان بن الاسود فرماتے ہیں کہ ”موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔“

اس طرح کی بے شمار مثالیں سامنے آ چکی ہیں کہ صدیوں بعد بھی شہداء کے جسم صحیح و سلامت اور تر و تازہ پائے گئے اور اگر انہیں کسی وجہ سے زخم لگا تو اس سے خون بہنے لگا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ہو سکتے ہیں جن کے جسم اللہ تبارک وتعالیٰ نے محفوظ رکھے ہوں اور انبیا کے جسم تو مٹی پر حرام کر دئے گئے ہیں۔ ان کی برزخی زندگی تو یقیناً شہدا اور دیگر صلحا سے بہتر اور برتر ہے۔

برزخی زندگی کی نوعیت

موت کے بعد ایک دوسری زندگی کا آغاز ہوتا ہے جسے عالم برزخ یا برزخی زندگی کہتے ہیں۔ اس زندگی کا صحیح علم تو اس زندگی میں داخل ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ برزخ کے معنی ہی پردہ، اوٹ، رکاوٹ یا وقفہ ہیں۔ گویا دنیا اور آخرت کی زندگی کے درمیان یہ وہ وقفہ ہے جسے اوٹ میں رکھا گیا ہے اور جس کے بارے میں ہم چاہنے کے باوجود بھی زیادہ نہیں جانتے اور نہ ہی جان سکتے ہیں۔

برزخی زندگی نیند سے مشابہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیند اور موت کو مشابہ قرار دیا ہے۔ موت، روح اور جسم کی علیحدگی کا نام ہے اور نیند میں بھی روح قبض کر لی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ انعام کی یہ آیت:

﴿وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾﴾ (الانعام: ٦٠)

”وہی ہے جو رات کو تمہاری روحیں قبض کرتا ہے اور دن کو جو تم کرتے ہو اسے جانتا ہے پھر دوسرے روز وہ تمہیں اسی کاروبار کے عالم میں واپس بھیج دیتا ہے تاکہ زندگی کی مقرر مدت پوری ہو۔ آخر کار اسی کی طرف تمہاری واپسی ہے، پھر

Marfat.com

وہ تمہیں بتا دیگا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔"

اور سورہ الزمر میں فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۲ ﴾ (الزمر: ۴۲)

"وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے۔ پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقتِ مقرر کے لیے واپس بھیج دیتا ہے۔ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرنے والے ہیں۔"

سورہ الانعام اور سورہ الزمر کی ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو نیند میں روحیں قبض کر لی جاتی ہیں اور جن کی زندگی باقی ہوتی ہے ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں۔ موت میں بھی روح قبض کر لی جاتی ہے لیکن لوٹائی نہیں جاتی۔ گویا نیند اور موت میں ایک طرح کی مشابہت ہے۔ نیند کے دوران خواب میں انسان مختلف مناظر دیکھتا ہے، مختلف حالات سے گزرتا ہے، جن سے اسے راحت، تکلیف، خوشی، غم، خوف اور دیگر احساسات بھی ہوتے ہیں ویسے ہی جیسے جاگتے میں ہوتے ہیں، لیکن جب آنکھ کھلتی ہے تو معلوم ہوتا کہ یہ تو خواب تھا۔ اگر برُا خواب ہو تو انسان شکر کرتا کہ خواب ہی تھا حقیقت نہیں تھی اور اگر اچھا خواب ہو تو خواہش کرتا ہے کہ کاش یہ حقیقت ہی ہوتی یا کم از کم کچھ دیر اور آنکھ نہ کھلتی۔

قبر کے لیے مرقد کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہی خواب گاہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قبر بھی ایک طرح کی خواب گاہ ہے، اور موت نیند سے مشابہ ایک حالت ہے۔ عالم برزخ (قبر) میں بھی ثواب اور عذاب یا خوشی اور غم کی کچھ ایسی ہی کیفیت ہو سکتی ہے جیسی کہ خواب میں ہوتی ہے۔ قرآن میں نیند کو موت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس طرح نیند ایک عارضی کیفیت ہے اسی طرح اس دوران پیش آنے والی کیفیات بھی عارضی ہیں۔ لیکن موت کی

Marfat.com

حالت سے تو انسان دوبارہ پیدا کیے جانے پر ہی نکلے گا۔ اس لیے موت کے بعد انسان پر خوشی اور غم یا ثواب و عذاب کی جو بھی کیفیت طاری ہو گی وہ مستقل ہو گی اور دوبارہ اٹھائے جانے پر ہی انسان اس سے نکل سکے گا۔ البتہ اللہ جس کی کیفیت بدلنا چاہے وہ اس پر قادر ہے۔

موت کے ساتھ انسان کا ذاتی عمل تو منقطع ہو جاتا ہے، مگر اس کے اعمال کے نیک و بد اثرات موت کے بعد بھی جاری رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں صدقہ جاریہ کے اچھے اثرات بھی جاری رہتے ہیں۔ لہٰذا اس بات کا امکان ہے کہ جو لوگ حدِ فاصل (بارڈر لائن) کے قریب ہیں انہیں عالمِ برزخ میں بھی ایک کیفیت سے نکال کر دوسری کیفیت میں مبتلا کر دیا جائے۔ (واللہ اعلم)

اللہ وقت کو روک دینے پر قادر ہے

عالمِ برزخ کا قیام انسان کو گھڑی دو گھڑی ہی محسوس ہو گا خواہ وہ صدیوں طویل رہا ہو۔ مرنے کے بعد جب صرف روح باقی رہ جائے گی تو وقت کا احساس اور شعور نہیں رہے گا، موت کے بعد وقت کا احساس نہیں رہے گا، اس کا ثبوت سورہ البقرہ میں دی گئی درج ذیل مثال سے بھی ملتا ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝﴾ (البقرۃ: ۲۵۹)

''یا پھر مثال کے طور پر اس شخص کو دیکھو جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی۔ اس نے کہا: یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے، اس کو اللہ کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا۔ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور

Marfat.com

وہ سو برس تک مردہ پڑا رہا، پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا: بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے ہو؟ اس نے کہا ایک دن یا چند گھنٹے رہا ہوں گا۔ فرمایا تم پر سو برس اسی حالت میں گزر چکے ہیں۔ اب ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ اس میں ذرا تغیر نہیں آیا۔ دوسری طرف ذرا اپنے گدھے کو بھی دیکھو کہ اس کا پنجر تک بوسیدہ ہو رہا ہے اور یہ ہم نے اس لیے کیا ہے کہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ ہڈیوں کے اس پنجر کو ہم کس طرح اٹھا کر گوشت پوست اس پر چڑھاتے ہیں۔ اس طرح جب حقیقت اس کے سامنے نمایاں ہوگئی، تو اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

اس مثال سے دو باتیں نمایاں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مرنے کے بعد (عالم برزخ میں) وقت کا احساس نہیں ہوگا، دوسرے یہ کہ اللہ جب چاہے اور جس کے لیے چاہے وقت کو روک دے۔ دیکھئے پانی اور خصوصاً کھانا تو بہت جلدی خراب ہو جاتا ہے اور یہاں کھانا سو سال بعد بھی صحیح و سالم رہا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے وقت کو روک دیا گیا۔ لیکن گدھے کے لیے وقت کو عام رفتار سے چلنے دیا گیا، اس لیے اس کا پنجر بھی بوسیدہ ہو گیا۔

شاید معراج کی رات بھی یہی ہوا ہو گا کہ اہل زمین کے لیے وقت کو روک دیا گیا، کہ آپ ﷺ نے مدینہ سے گزرتے ہوئے بیت المقدس میں انبیاء کو اپنی امامت میں نماز پڑھائی، پھر ساتوں آسمانوں کی سیر کی، برگزیدہ انبیا سے ملاقاتیں کیں جنت دوزخ کا معائنہ کیا، سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے آگے جہاں تک اللہ نے چاہا گئے۔ مگر جب واپس مکہ تشریف لائے تو ابھی رات ہی تھی۔ گویا یہاں پر وقت وہیں رکا ہوا تھا جہاں آپ ﷺ کے مکہ سے نکلتے وقت تھا۔ کسی پنجابی شاعر نے اس بات کو کس خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

کنڈا ہلدا رہیا، پانڑیں چلدا ریا، پایا بستر گرم تمام

(جب پیغمبر زماں ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو دروازے کا کنڈا ہل رہا تھا، جیسے آپ ﷺ باہر نکلتے ہی واپس آ گئے ہوں۔ جس پانی سے آپ ﷺ نے وضو کیا

Marfat.com

وہ ابھی تک اسی طرح بہہ رہا تھا جیسے آپ ﷺ نے ابھی وضو فرمایا ہو، اور بستر اسی طرح گرم تھا جیسے آپ ﷺ ابھی اس سے نکلے ہوں)۔

عالمِ برزخ میں وقت کا شعور نہیں ہوگا

سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت سے بھی اسی بات کا اظہار ہو رہا ہے کہ عالمِ برزخ میں وقت کا احساس نہیں ہوگا

﴿يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٥٢﴾﴾

''جس روز وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کے جواب میں نکل آؤ گے اور تمہارا گمان اس وقت یہ ہوگا کہ ہم بس تھوڑی دیر ہی اس حالت میں پڑے رہے ہیں۔''

قیامت کے روز جب انسان کو اٹھایا جائے گا تو اسے برزخی زندگی کا تو غالباً احساس ہی نہیں ہوگا اور دنیاوی زندگی کے متعلق بھی وہ یہی گمان کرے گا کہ چند لمحے ہی کی تھی جیسا کہ ان قرآنی آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً سورہ المومنون میں فرمایا:

﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَادِّينَ ﴿١١٣﴾﴾

''پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: بتاؤ زمین میں تم کتنے سال رہے، وہ کہیں گے: ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ ہم وہاں ٹھیرے ہیں، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔''

سورہ الروم میں فرمایا:

﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ﴿٥٥﴾﴾

''اور جب وہ ساعت برپا ہوگی تو مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہم ایک گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھیرے ہیں، اسی طرح وہ دنیا کی زندگی میں دھوکا کھایا

Marfat.com

کرتے تھے۔"

سورہ یونس میں فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ﴾

"اور جس دن اللہ ان کو اکٹھا کرے گا تو (دنیا کی زندگی انہیں ایسی محسوس ہوگی) گویا یہ محض ایک گھڑی بھر آپس میں جان پہچان کرنے کو ٹھیرے تھے۔"

یہ زندگی جس کو انسان بڑی طویل سمجھتا ہے اور جس کو بنانے اور سنوارنے کے لیے اللہ اور آخرت کو بھلا دیتا ہے، قیامت کے دن اسے چند لمحے کی محسوس ہوگی۔ کاش یہ بات اب سمجھ آ جائے!

موت کے وقت فرشتوں کا رویہ

آخرت کا سفر موت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے، لیکن موت کے بعد پیش آنے والے مراحل کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے ہمارے پاس سوائے الہامی معلومات کے کوئی ذریعہ نہیں۔ ہر مذہب نے اپنے تصورِ آخرت کے مطابق موت کے بعد کے مراحل کی کچھ تفصیلات مہیا کی ہیں۔ لیکن موت کے بعد کے مراحل کی جو تفصلات قرآن وحدیث میں دی گئی ہیں وہ کہیں اور نہیں ملتیں۔ ایمان وعمل صالح اور کفر والحاد و بدعملی کے نتائج میں جو فرق ہے وہ موت کے ساتھ ہی واضح طور پر نظر آنا شروع ہو جاتا ہے، اور یہ فرق موت کے بعد کے تمام مراحل میں بہت نمایاں ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

مومن کی جانکنی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب مومن دنیا سے انقطاع اور آخرت کی طرف توجہ کی حالت میں ہوتا ہے، تو آفتاب جیسے گورے چہروں والے ملائکہ جنتی کفن اور بہشتی خوشبو لے کر آتے ہیں اور حدِ نظر کے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے نفسِ مطمئنہ! اللہ کی مغفرت اور خوشنودی کی طرف چل۔ فوراً جان بہہ کر اس طرح

Marfat.com

باہر آ جاتی ہے جیسے مشکیزہ سے پانی کا قطرہ۔ ملک الموت اس کو لے لیتا ہے۔ مگر وہ ملائکہ لمحہ بھر بھی نفس کو ملک الموت کے پاس نہیں چھوڑتے اور خود اپنے قبضہ میں لے کر جنتی کفن اور بہشتی خوشبو میں رکھ دیتے ہیں اور اس سے پاکیزہ ترین مشک کی خوشبو نکلتی ہے۔

(صحیح: مستدرک حاکم: ۱۰۷)

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نفس کو بدن سے کھینچا جاتا ہے اور کفن وحنوط (ایک خاص خوشبو) میں رکھ کر اوپر چڑھایا جاتا ہے اور نفسِ مومن کے لیے ساتویں آسمان تک سب آسمانوں کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں۔ پھر اللہ فرماتا ہے: میرے بندے کے اعمالنامے کو علیّین میں رکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو، کیونکہ زمین سے ہی میں نے اس کو پیدا کیا، اور اسی کی طرف لوٹاؤں گا، اور اسی سے دوبارہ برآمد کروں گا۔

(صحیح: مسند احمد: ۱۸۵۳۴)

کافر کی جانکنی

اور کافر بندہ جب دنیا سے قطع تعلق کی حالت میں ہوتا ہے تو آسمان سے سیاہ رُو ملائکہ ٹاٹ لے کر اس کے پاس آتے ہیں اور بقدرِ حدِ نظر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے:

"اے نفسِ خبیث! اللہ کے غضب کی طرف نکل کر چل۔ جان جسم کے اندر ڈرتی پھرتی ہے، مگر ملک الموت اس کو اس طرح کھینچ کر نکالتا ہے جیسے خادار تار اون سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ آخر اس کو پکڑ لیتا ہے۔ اس کے بعد وہ ملائکہ اس کو لمحہ بھر تاخیر کیے بغیر لے لیتے ہیں اور ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں، اور اس سے مردار کی بُو کی طرح بد بُو نکلتی ہے۔"

دوسری روایت میں ہے کہ ملک الموت کافر کی جان کو رگوں سمیت کھینچتا ہے۔

(صحیح: مسند احمد: ۱۸۵۳۴)

امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے، کہ ملک الموت

Marfat.com

کافر کی جان ہر بال اور ناخن اور قدموں کے تلووں کے نیچے سے کھینچتا ہے اور جسم کے اندر اس کو لوٹا دیتا ہے، پھر کھینچتا ہے یہاں تک کہ جب وہ نکلنے کے قریب آ جاتی ہے تو پھر بدن کے اندر لوٹا دیتا ہے۔ کافر کی جان کے ساتھ اس کا یہ عمل ہوتا ہے۔ مقاتلؒ نے کہا، ملک الموت اور اس کے مددگار کافر کی جان اس طرح کھینچتے ہیں جیسے بہت زیادہ شاخ دار تار اون میں سے کھینچا جاتا ہے۔

جانکنی کفار کے لیے ایک مشکل مرحلہ ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کی سزا شروع ہو جاتی ہے۔ سورہ الانعام کی یہ آیت اسی بات پر دلالت کرتی ہے:

﴿وَ لَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾﴾ (الانعام: ۹۳)

''کاش تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکو جب کہ وہ سکراتِ موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیں، اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں کہ: لاؤ، نکالو اپنی جان، آج تمہیں ان باتوں کی پاداش میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بکا کرتے تھے اور اس کی آیات کے مقابلہ میں سرکشی دکھاتے تھے۔''

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ کافر کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے، بلکہ اس کی روح کو زمین پر پھینک دیا جاتا ہے۔ اور اس کی چیخیں ہر شے سنتی ہے سوائے انسان کے۔

علّیین و سجّین

بعض روایات میں ہے کہ علّیین مومنین متقین کی ارواح کی جگہ ہے اور سجّین کفار و فجار کی ارواح کا مستقر ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجین ساتویں زمین کے نچلے طبقے میں ہے اور علیین ساتویں آسمان میں عرش کے نیچے ہے۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنت آسمان میں اور جہنم زمین میں

Marfat.com

ہے۔(تفسیر القرطبی: سورۃ المطففین) روحوں کے مستقر کی تصدیق قرآن سے بھی ہوتی ہے۔
ملاحظہ ہوں سورہ المطففین کی یہ آیات:

﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝﴾ (المطففین:۷۔۱۰)

''ہرگز نہیں، یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال قید خانے کے دفتر (سجّین) میں ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ کیا ہے وہ قید خانے کا دفتر؟ وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔ تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے۔''

﴿كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝﴾ (المطففین:۱۸۔۲۱)

''ہرگز نہیں، بے شک نیک لوگوں کا نامۂ اعمال بلند پایہ لوگوں کے دفتر (علیین) میں ہے اور تمہیں کیا خبر کہ کیا ہے وہ بلند پایہ لوگوں کا دفتر؟ ایک لکھی ہوئی کتاب، جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔''

ان نصوص سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ مومن و کافر اور نیک و بد کا فرق روح قبض ہونے کے مرحلہ سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور اس کے بعد ہر مرحلہ میں یہ فرق نمایاں نظر آتا ہے۔

قبر کا ثواب اور عذاب

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مردہ کو دفن کر کے لوگ واپس چلے جاتے ہیں، تو دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور اسے قبر میں بٹھا کر تین سوال پوچھتے ہیں، کہ تمہارا دین کیا ہے، تمہارا رب کون ہے اور نبی ﷺ کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ مومن ان سوالات کے صحیح جوابات دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے، میرا رب اللہ ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جنہیں ہماری طرف مبعوث کیا گیا تھا۔ پھر مومن کی قبر حدِ نظر تک وسیع کر دی جاتی ہے، اور جنت کی طرف ایک

Marfat.com

دریچہ وا کر دیا جاتا ہے جہاں سے جنت کی خوشبوئیں اسے آتی رہتی ہیں اور وہ اپنے ابدی ٹھکانے کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور اس کے بعد اسے آرام کی میٹھی نیند سلا دیا جاتا ہے۔

کافر ان سوالات کا جواب نہیں دے پاتا۔ پھر اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے اور قبر اسے اس قدر بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہو جاتی ہیں اور جہنم کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جاتی ہے، جہاں سے آگ کی لپٹیں اس تک پہنچتی رہتی ہیں۔ جہنم میں اس کا ٹھکانہ اسے دکھا دیا جاتا ہے اور عذاب کے فرشتے اس پر مسلط کر دئے جاتے ہیں جو اسے مسلسل عذاب دیتے رہتے ہیں۔ (صحیح: سنن ابی داود: ۴۷۵۳)

حدیث کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اعمال قبر میں مجسم صورت میں ہمارے سامنے آئیں گے۔ اچھے اعمال ایک خوبصورت شخص کی صورت میں قبر میں ہمارے سامنے آئیں گے، جس کا ساتھ ہمارے لیے خوشگوار ہوگا۔ بُرے اعمال ایک بدصورت اور کریہہ المنظر شخص کی صورت میں ہمارے سامنے آئیں گے جس کا ساتھ ہمارے لیے نہایت ناگوار ہوگا، لیکن اس سے نجات ناممکن ہوگی کیونکہ ہمارے اعمال تو ہماری ذات کا حصہ ہیں۔

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (ضعیف: سنن ترمذی: ۲۴۶۰۔ عطیہ عوفی ضعیف مدلس راوی ہے۔)

قرآن مجید میں بھی عذابِ قبر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مثلاً سورہ المومن میں فرعون اور اس کے درباری مومن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝٤٥ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝٤٦﴾ (المؤمن: ۴۵۔۴۶)

"آخرکار ان لوگوں نے جو بُری سے بُری چالیں اس مومن کے خلاف چلیں، اللہ نے ان سب سے اسے بچا لیا اور فرعون کے ساتھی خود بدترین عذاب کے پھیر میں آ گئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے وہ صبح و شام پیش کیے

Marfat.com

کے ساتھیوں کو قیامت کے آنے سے پہلے
تک انہیں یہ عذاب دیا جاتا رہے گا اور
اب قبر کے متعلق حدیث میں فرمایا:
ہے کہ قبر میں جب کافر سے اس کے
تا ہے: ہاہا، مجھے نہیں معلوم، اس پر
جھوٹ کہا۔ اس کے لیے آگ کا
، اور آگ کی طرف اس کے لیے

)

س عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ام اس کی جگہ اس کے سامنے لائی
کہ اور دوزخی ہے تو دوزخ والوں کی
ے کہ یہ تیری جگہ ہے، یہاں تک کہ
ئے گا۔"
(صحیح بخاری: ۱۳۷۹۔ صحیح مسلم: ۲۸۶۶)

Marfat.com

کو کہا جائے گا: جہنم میں تو اپنی جگہ دیکھ لے، اس کے بدلے میں اللہ نے تجھے جنت میں جگہ دی ہے۔ وہ دونوں جگہوں کو دیکھے گا۔ مگر منافق یا کافر کو جب کہیں گے کہ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو وہ کہے گا: میں نہیں جانتا۔ جو لوگ کہتے تھے میں بھی کہہ دیتا تھا۔ جواب ملے گا: تو نے نہ عقل سے کام لیا اور نہ پڑھا۔ پھر لوہے کے گرزوں سے اس کو مارا جائے گا، وہ چیخے گا اور جن وانس کے علاوہ اردگرد کی باقی سب چیزیں اس کی (چیخوں کی) آواز سنیں گی۔" (صحیح بخاری: ۱۳۷۴۔ صحیح مسلم: ۲۸۷۰)

Marfat.com

نبی ﷺ فرماتے:

''اے لوگو! اللہ کو یاد کرو، پہلا صور پھونکا جانے والا ہے اور اس کے بعد دوسرا پھونکا جائے گا، موت اپنی سختیاں لے کر آ پہنچی ہے۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۲۴۵۷۔ مستدرک حاکم: ۳۸۹۴۔ المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱۷۰۔ مسند احمد: ۲۱۲۴۲۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل متکلم فیہ راوی ہے اور سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔)

قرآن مجید میں بھی دو دفعہ صور پھونکنے کا ذکر ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قیامت کے دو مرحلے ہوں گے، پہلا مرحلہ وہ ہوگا جب ہر چیز فناہ ہو جائے گی اور ذات باری تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا، مخلوق ختم ہو جائے گی اور خالق کی ذات گرامی باقی رہے گی۔ اور دوسرا مرحلہ وہ ہوگا جب ہر چیز دوبارہ پیدا کی جائے گی۔ ملاحظہ ہو سورہ الزمر کی یہ آیت:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ۝﴾ (الزمر: ۶۸)

''اور اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔ پھر ایک دوسرا صور پھونکا جائے گا اور یکا یک سب کے سب اٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔''

منکرین حق کا ہمیشہ ہی سے یہ موقف رہا ہے کہ یہ دنیا ازلی و ابدی ہے، ہمیشہ قائم رہے گی اور کبھی ختم نہیں ہوگی۔ دراصل یہ ان کی خواہش ہے، ان کے پاس اس موقف کے لیے کوئی عقلی ونقلی دلیل نہیں ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ یہ نظام نہ ازلی ہے نہ ابدی اور یہ اپنے انجام کی طرف بڑھ رہا ہے۔

قیامت کے پہلے مرحلے کا منظر

قرآن مجید میں بے شمار ایسی آیات ہیں جو اس نظام کے خاتمے کا اعلان کرتی ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں جو قیامت کے پہلے مرحلے کی تباہی کا منظر پیش کرتی ہیں:

سورہ القیامہ میں فرمایا:

Marfat.com

﴿يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَ جُمِعَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ۝ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝﴾

(القیامۃ:٦۔١٠)

''پوچھتا ہے آخر کب آنا ہے وہ قیامت کا دن؟ پھر جب دیدے پتھرا جائیں گے اور چاند بے نور ہو جائے گا اور چاند سورج ملا کر ایک کر دئے جائیں گے، اس وقت یہی انسان کہے گا، کہاں بھاگ کر جاؤں۔''

سورہ طور میں فرمایا:

﴿يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝﴾ (الطور:٩۔١٠)

''وہ اس روز واقع ہو گا جب آسمان بری طرح ڈگمگائے گا اور پہاڑ اڑے اڑے پھریں گے۔''

سورہ الرحمان میں فرمایا:

﴿فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝﴾ (الرحمن:٣٧)

''پھر جب آسمان پھٹے گا اور لال چمڑے کی طرح سرخ ہو جائے گا۔''

سورہ الزمر میں فرمایا:

﴿وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ (الزمر:٦٨)

''اور اس روز صور پھونکا جائے گا اور وہ سب مر کر گر جائیں گے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان کے جنہیں اللہ زندہ رکھنا چاہے۔''

سورہ النمل میں فرمایا:

﴿وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ۝ وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا

Marfat.com

تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۸۸﴾ (النمل:۸۷۔۸۸)

''اور اس روز جب کہ صور پھونکا جائے گا اور ہول کھا جائیں گے وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ اس ہول سے بچانا چاہے گا...... آج تُو پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خوب جمے ہوئے ہیں، مگر اُس وقت یہ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہوں گے، یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہو گا جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ استوار کیا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو۔''

سورہ طٰہٰ میں فرمایا:

﴿وَ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡجِبَالِ فَقُلۡ يَنۡسِفُهَا رَبِّىۡ نَسۡفًا ۙ﴿۱۰۵﴾﴾ (طه:۱۰۵)

''یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ آخر اس دن یہ پہاڑ کہاں چلے جائیں گے؟ کہو کہ میرا رب ان کو دھول بنا کر اڑا دے گا۔''

سورہ الحاقہ میں فرمایا:

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوۡرِ نَفۡخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَ الۡجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ﴿۱۴﴾ فَيَوۡمَئِذٍ وَّقَعَتِ الۡوَاقِعَةُ ۙ﴿۱۵﴾ وَ انۡشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوۡمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ﴿۱۶﴾﴾ (الحاقه:۱۳۔۱۶)

''پھر جب ایک دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی اور زمین اور پہاڑوں کو اٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، اُس روز وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا۔ اس دن آسمان پھٹے گا اور اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے گی۔''

اور سورہ النازعات میں فرمایا:

﴿يَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾﴾ (النازعات:۶۔۷)

''جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا جھٹکا، اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا۔''

Marfat.com

اور سورہ الواقعہ میں فرمایا:

﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾﴾

(الواقعة: ۱۔۶)

''جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا تو کوئی اس کے وقوع کو جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ وہ تہ و بالا کر دینے والی آفت ہوگی۔ زمین اس وقت یکبارگی ہلا ڈالی جائے گی اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے کہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے۔''

ان آیات میں قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے جس میں ہر چیز تباہ کر دی جائے گی، دوسرا مرحلہ وہ ہے جب ہر چیز کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور انہیں میدان محشر میں جمع کیا جائے گا اور ربِّ کائنات کے دربار میں پیش کیا جائے گا جہاں ان کے بارے میں فیصلہ ہوگا کہ یہ انعام کے مستحق ہیں یا سزا کے۔ قرآن میں عموماً ان دونوں مرحلوں کا ذکر اکٹھا ہی ملتا ہے۔

قیامت کا دوسرا مرحلہ

منکرینِ قیامت عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب ہم مر کر گل سڑ جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی خاک ہو جائیں گی تو کیسے ہمیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا؟ وہ یہ نہیں سوچتے کہ وہ خالق جو انہیں پہلی مرتبہ عدم سے وجود میں لایا وہ انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ کسی چیز کا اعادہ کرنا نئی تخلیق کی نسبت آسان ہے۔ اور اللہ کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں ہے، جیسا کہ سورہ الانبیاء میں فرمایا:

﴿كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾﴾

(الانبیاء: ۱۰۴)

''جس طرح ہم نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ بھی پیدا کریں گے۔ (یہ) وعدہ ہمارے ذمہ ہے، یقیناً ہم ضرور ایسا کرنے والے ہیں۔''

Marfat.com

سورہ یٰس میں ان کا اعتراض اور اس کا جواب ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

﴿قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝﴾ (یٰس: ۷۸۔ ۷۹)

''کہتا ہے، کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ اس سے کہو، انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلے انہیں پیدا کیا تھا اور وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔''

دوسرا مرحلہ وہ ہوگا جب ہر چیز کو دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔ ان دو مرحلوں کے درمیان کتنا وقفہ ہوگا، اس کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔

تخلیق ثانی

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ:

''دو مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا فصل ہو گا۔ حضرت ابو ہریرہ (راوی) رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا۔ چالیس دن کا فصل ہوگا؟ فرمایا، مجھے اس سے انکار ہے۔ لوگوں نے کہا، چالیس ماہ ہوگا؟ فرمایا، مجھے اس سے انکار ہے۔ لوگوں نے کہا، چالیس برس ہو گا؟ کہنے لگے مجھے اس سے انکار ہے..... اس کے بعد آسمان سے پانی اترے گا، جس سے لوگ ایسے اگیں گے، جیسے سبزی اگتی ہے......... انسان کی ہر چیز سوائے ایک ہڈی کے فناہ ہو جاتی ہے، وہ ہڈی دُم (پشت) کی ہڈی ہے۔

قیامت کے دن مخلوق اسی سے جوڑ کر اٹھائی جائے گی۔'' (صحیح مسلم: ۲۹۵۵)

اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ صور پھونکے جانے کی درمیانی مدت کا تعین نہیں کیا جا سکتا اور غالباً اس کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ جب انسان کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو اسے برزخی زندگی خواب ہی لگے گی۔

انسان کی دوبارہ تخلیق کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں اس طرح بیان فرمایا:

Marfat.com

ابن آدم گل سڑ جاتا ہے مگر ریڑھ کی ہڈی (ایک رائی کے دانے کے برابر) باقی رہ جاتی ہے، کہ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر ترتیب دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۴۳۔۲۹۵۵)

صحیحین ہی کی ایک دوسری روایت میں دوبارہ پیدا کیے جانے کی مزید تفصیل یوں ہے:

''قیامت کے دن لوگ برہنہ پا، برہنہ بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھیں گے۔ (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مرد اور عورتیں سب اکٹھے ہونگے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے۔ فرمایا: عائشہ، معاملہ اتنا سخت ہوگا، کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش نہیں ہوگا۔''

(صحیح بخاری: ۶۵۲۷۔ صحیح مسلم: ۲۸۵۹)

ایک دوسری حدیث میں یہی بات اس طرح بیان ہوئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے پوچھا: لوگوں کا حشر کس طرح ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ننگے پاؤں اور ننگے بدن۔ تھوڑی دیر بعد پھر پوچھا: کیا عورتیں بھی اسی حالت میں ہوں گی؟ فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر ام المومنین افسوس کرنے لگیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! اس آیت کو سن لو پھر تمہیں اس کا کوئی رنج وغم نہ رہے گا کہ کپڑے پہنے ہیں یا نہیں۔ پوچھا: حضور ﷺ وہ کونسی آیت ہے؟ آپ ﷺ نے سورہ عبس کی یہ آیت پڑھی:

﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾﴾ (عبس: ۳۷)

''ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آ پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔'' (صحیح: جامع ترمذی: ۳۳۳۲)

قیامت کے دوسرے مرحلے کا منظر

قرآنِ مجید میں دوبارہ تخلیق کا منظر بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ آیات درج ذیل ہیں۔ سورہ یٰس میں فرمایا:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِن

Marfat.com

كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾

(یس: ۵۱۔۵۳)

''اور صور میں پھونک ماردی جائے گی اور یکا یک یہ اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لیے اپنی اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔ گھبرا کر کہیں گے: 'ارے، یہ کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اٹھا کھڑا کیا؟ یہ وہی چیز ہے جس کا وعدہ خدائے رحمان نے کیا تھا اور رسولوں کی بات سچی تھی۔ ایک ہی زور کی آواز ہوگی اور سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔''

سورہ الصافات میں فرمایا:

﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾﴾

(الصافات: ۱۹۔۲۱)

''بس ایک ہی جھڑکی ہوگی، اور یکا یک یہ اپنی آنکھوں سے (وہ سب کچھ جس کی خبر دی جا رہی ہے) دیکھ رہے ہونگے۔ اس وقت یہ کہیں گے: ہائے ہماری کم بختی! یہ تو یوم الجزا ہے۔ یہ وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

سورہ ق میں فرمایا:

﴿وَ اسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَ اِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾﴾

(ق: ۴۱۔۴۴)

''اور سنو! جس دن منادی کرنے والا (ہر شخص کے) قریب سے پکارے گا، اور جس روز سب لوگ اس چیخ کو سن لیں گے۔ وہ زمین سے مردوں کے نکلنے کا دن ہوگا۔ بلا شبہ ہم ہی زندگی بخشتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں، اور ہماری طرف

Marfat.com

ہی اس دن سب کو پلٹنا ہے، جب زمین پھٹے گی اور لوگ اس کے اندر سے نکل کر تیز تیز بھاگے جارہے ہونگے، یہ جمع کرنا ہمارے لیے بہت آسان ہے۔''

سورہ قمر میں فرمایا:

﴿يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝﴾ (قمر: ۶-۸)

''جس دن بلانے والا ان کو ایک سخت ناگوار چیز کی طرف بلائے گا، لوگ سہمی ہوئی نگاہوں کے ساتھ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے، گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں، پکارنے والے کی طرف دوڑے جارہے ہونگے، اور کافر اس وقت کہیں گے: یہ دن تو بڑا کٹھن ہے۔''

سورہ المعارج میں فرمایا:

﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلَىٰ نُصُبٍ يُوفِضُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝﴾

(المعارج: ۴۳-۴۴)

''وہ اس دن قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے، گویا وہ کسی مقررہ نشانہ کی طرف دوڑتے ہیں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی اور ان کے چہروں پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی، یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا ۖ مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۹۷)

''ان لوگوں کو ہم قیامت کے روز اوندھے منہ کھینچ لائیں گے، اندھے، گونگے اور بہرے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب کبھی اس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی ہم

Marfat.com

اسے اور بھڑکا دیں گے۔"

ایک شخص نے نبی ﷺ سے پوچھا: "اے اللہ کے رسول! (قیامت میں) کافر کو منہ کے بل کیونکر چلایا جائے گا؟" فرمایا: "جس ذاتِ پاک نے اس کو دو پاؤں پر چلایا، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلائے؟" (صحیح بخاری: ۶۵۲۳۔ صحیح مسلم: ۲۸۰۶)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: متکبر لوگوں کا حشر قیامت کے روز انسانی صورت میں چیونٹیوں کی طرح ہوگا، جنہیں تمام چیزیں روندتی ہوئی چلیں گی اور جہنم کے بوس نامی قید خانے میں ڈال دیے جائیں گے، جہاں کی آگ باقی تمام آگوں سے تیز ہوگی اور جہنمیوں کا لہو اور پیپ انہیں پینے کے لیے دیا جائے گا۔"

(صحیح: جامع ترمذی: ۲۴۹۲۔ مسند احمد: ۶۶۷۷۔ سنن النسائی الکبریٰ: ۱۱۸۲۷)

یومِ محشر کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا

اس دن کی سختی کو قرآن مجید میں مختلف انداز میں بیان کر کے انسان کو خبردار کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو اس سے محفوظ کرنے کا انتظام کر لے، مگر وقت آنے سے پہلے انسان کب ان باتوں پر دھیان دیتا ہے۔ کاش وہ اب سوچ لے اور اس دن کے لیے تیاری کر لے جس کے بارے میں سورہ عبس میں فرمایا:

﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝٣٤ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝٣٥ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝٣٦﴾

(عبس: ۳۴۔۳۶)

"اس روز آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔"

اور سورہ المعارج میں فرمایا:

﴿يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝٨ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝٩ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ

Marfat.com

بِبَنِيۡهِ ۙ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيۡهِ ﴿ؕ۱۲﴾ وَ فَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـــْٔوِيۡهِ ﴿ۙ۱۳﴾ وَ مَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ ثُمَّ يُنۡجِيۡهِ ۙ﴿۱۴﴾﴾ (المعارج:۸۔۱۴)

''جس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے گا اور پہاڑ رنگ برنگ کے دُھنکے ہوئے اون جیسے ہو جائیں گے۔ اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو نہ پوچھے گا حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کو، اپنی بیوی کو، اپنے بھائی کو، اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دینے والا تھا، اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے، اور یہ تدبیر اسے نجات دلا دے۔''

اور سورہ القیامہ میں فرمایا:

﴿يَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍ اَيۡنَ الۡمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوۡمَئِذِ اۨلۡمُسۡتَقَرُّ ؕ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾﴾

(القیامۃ:۱۰۔۱۳)

''اس وقت انسان کہے گا: کہاں بھاگ کر جاؤں؟ ہرگز نہیں، وہاں کوئی جائے پناہ نہ ہوگی، اس دن تیرے رب ہی کے پاس جا کر ٹھیرنا ہوگا۔ اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا۔''

اور سورہ الزخرف میں فرمایا:

﴿اَلۡاَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿ؕ۶۷﴾﴾ (الزخرف:۶۷)

''وہ دن جب آئے گا تو متقین کے سوا سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔''

اور سورہ الشوریٰ میں فرمایا:

﴿وَ تَرَى الظّٰلِمِيۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ۚ﴿۴۴﴾﴾

(الشوریٰ:۴۴)

Marfat.com

''اور تم دیکھو گے کہ یہ ظالم جب عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے اب پلٹنے کی بھی کوئی سبیل ہے؟''

اور سورہ الشعراء میں فرمایا:

﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۝ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الشعراء: ۱۰۰-۱۰۲)

''اب نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے اور نہ کوئی جگری دوست۔ کاش ہمیں ایک دفعہ پھر پلٹنے کا موقع مل جائے تو ہم مومن ہوں۔''

لیکن یہ بات پہلے ہی سے قرآن وحدیث میں واضح کر دی گئی ہے کہ یہ موقع مرنے کے بعد نہیں ملے گا۔ ہاں اب موقع ہے جو چاہے اپنی زندگی کا رخ بدل سکتا ہے۔ موت سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، جب چاہیں اللہ کی طرف لوٹ سکتے ہیں، البتہ اس میں اس امید پر تاخیر نہ کریں کہ ابھی تو بڑا وقت پڑا ہے، اس لیے کہ آپ کو کیا معلوم کہ کتنا وقت باقی ہے؟ وہ وقت اگلا لمحہ بھی تو ہوسکتا ہے؟ کیا اس طرح کے واقعات روزانہ ہماری نظروں کے سامنے نہیں ہوتے؟ بچے اور جوان چلے جاتے ہیں اور ان کے والدین ان کی موت کا غم سہنے کے لیے پیچھے رہ جاتے ہیں! پھر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اگر آپ لیت ولعل سے کام لیں تو توبہ کی توفیق ہی آپ سے سلب کر لی جائے!

دمکتے چہرے اور خاک آلود چہرے

نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہاں (قیامت کے دن) لوگوں کے دو گروہ ہونگے۔ بعض تو وہ ہونگے جن کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہونگے، دل خوشی سے مطمئن ہونگے، منہ خوبصورت اور نورانی ہوں گے، یہ جنتی گروہ ہے۔ دوسرا گروہ جہنمیوں کا ہے، ان کے چہرے سیاہ اور گرد آلود ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۸/ ۳۴۹)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا پسینہ مثل لگام کے ہوگا (منہ تک پہنچا ہوا ہوگا)، پھر ان پر گرد و غبار پڑ رہا ہوگا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۹۱۲۸)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں کفر تھا اور اعمال میں بدکاری تھی۔

Marfat.com

یہی بات سورہ عبس میں اس طرح بیان فرمائی گئی ہے:

﴿وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ وَ وُجُوْهٌ یَّوْمَىِٕذٍ عَلَیْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ﴾

(عبس:۳۸۔۴۲)

''کچھ چہرے اس دن دمک رہے ہوں گے، ہشاش بشاش اور خوش وخرم ہوں گے اور کچھ چہروں پر اس روز خاک اڑ رہی ہو گی اور کلونس چھائی ہوئی ہو گی، یہی کافر اور فاجر لوگ ہوں گے۔''

اور سورۃ آل عمران میں اسی حقیقت کا اظہار اس طرح فرمایا:

﴿یَّوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِیْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

(آل عمران:۱۰۶۔۱۰۷)

''جس روز کچھ لوگ سرخرو ہوں گے اور کچھ لوگوں کا منہ کالا ہو گا۔ جن کا منہ کالا ہو گا (ان سے کہا جائے گا) نعمتِ ایمان پانے کے بعد بھی تم نے کافرانہ رویہ اختیار کیا؟ اچھا تو اب اس کفرانِ نعمت کے صلہ میں عذاب کا مزہ چکھو۔ رہے وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوں گے، تو ان کو اللہ کے دامنِ رحمت میں جگہ ملے گی اور ہمیشہ وہ اسی حالت میں رہیں گے۔''

یومِ محشر کی سختی

مسلم کی ایک حدیث میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن آفتاب لوگوں سے اتنا قریب کر دیا جائے گا، کہ بقدر ایک میل کے رہ جائے گا، اور لوگ اپنے اعمال کے بموجب پسینہ میں ہونگے، کسی کے ٹخنوں تک پسینہ ہو گا، کسی کے گھٹنوں تک ہو گا، کسی کی کمر تک اور کسی کے منہ

Marfat.com

میں پسینہ کی لگام ہوگی۔ یہ کہتے ہوئے نبی ﷺ نے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا۔" (صحیح مسلم: ۲۸۶۴)

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ اس دن اللہ عز وجل کی عظمت کے سامنے سب کانپ رہے ہوں گے۔ ایک دوسری حدیث میں روز محشر کے منظر کو یوں بیان کیا گیا کہ:

"قیامت کے دن سورج بندوں سے ایک یا دو نیزے کے برابر اونچا ہوگا۔ ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق اپنے پسینے میں غرق ہوگا۔ بعض کی ایڑیوں تک پسینہ ہوگا، بعض کے گھٹنوں تک، بعض کی کمر تک، بعض کے لیے ان کا پسینہ لگام بنا ہوگا۔ (منہ تک ہوگا) دھوپ اس قدر تیز ہوگی کہ کھوپڑی بِھنا اٹھے گی اور اس میں اس طرح جوش اٹھنے لگے گا جس طرح ہنڈیا میں کھد بھد ہوتی ہے۔"

(صحیح: مسند احمد: ۱۷۴۳۹)

بعض روایتوں میں ہے کہ لوگ ستر سال تک بغیر بولے کھڑے رہیں گے۔ بعض میں ہے کہ تین سو سال تک کھڑے رہیں گے اور دس ہزار سال میں فیصلہ کیا جائے گا۔ مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔ (صحیح مسلم: ۹۸۷)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دن واقعی قیامت کا دن ہوگا نہایت طویل اور ہولناک۔ لیکن اللہ جسے چاہے گا اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا جیسا کہ سورہ الانبیاء کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے:

﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء: ۱۰۳)

"وہ انتہائی گھبراہٹ کا وقت ان کو ذرا پریشان نہ کرے گا، اور ملائکہ بڑھ کر ان کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ یہ تمہارا وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"

یومِ محشر یقیناً بہت سخت اور بہت طویل دن ہوگا۔ لوگ سخت گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے، کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا، ہر کسی کو اپنی فکر ہوگی، ہر کوئی نفسی نفسی پکار رہا ہوگا،

Marfat.com

انبیا تک نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ لوگ یہ جاننے کے لیے بے تاب ہوں گے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اس دن کی سختی اور طوالت سے تنگ آ کر لوگ یہ چاہیں گے کہ جو بھی ہونا ہے ہو لیکن کم از کم اس انتظار اور اس کے عذاب کی کیفیت سے تو جان چھوٹے۔

شفاعت کبریٰ

چنانچہ وہ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک باری باری سب انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے کہ وہ اللہ جل شانہٗ سے یہ سفارش کریں کہ ان کا حساب لے لیا جائے اور ان کے بارے میں کوئی فیصلہ فرما دیا جائے۔ مگر کوئی نبی بھی اس کام کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ ہر ایک کوئی نہ کوئی عذر پیش کرے گا اور کہے گا کہ میری جرات نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے منہ کھول سکوں۔

آخر میں لوگ محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے، اور عرض کریں گے کہ آپ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں، آپ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہمارے لیے سفارش کریں کہ ہمارا حساب لے لیا جائے۔ حضور ﷺ حامی بھر لیں گے اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ اسی طرح سجدہ کی حالت میں رہیں گے جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے، اے محمد ﷺ اٹھو اور مانگو جو مانگنا ہے۔ اس پر حضور ﷺ سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ یہ تیری مخلوق ہے، ان کا حساب لے لیا جائے۔ یہ شفاعتِ کبریٰ ہے جو صرف محمد ﷺ کا حصہ ہے۔ اس کے بعد محاسبہ ہوگا اور لوگوں کی قسمتوں کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (صحیح بخاری: ۶۷۴۴۔ صحیح مسلم: ۱۹۴)

یومِ حساب

آخرت میں جو کچھ بھی انسان کو پیش آنے والا ہے، وہ اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔

سورہ الزمر کی درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

﴿وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ وَ وُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ۝﴾ (الزمر: ۶۹۔۷۰)

Marfat.com

''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی، کتاب اعمال لاکر رکھ دی جائے گی، انبیا اور تمام گواہ حاضر کر دئے جائیں گے۔ لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا، ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا، اور ہر متنفس کو جو کچھ بھی اس نے عمل کیا تھا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔''

سورہ الکہف میں یہی بات اس طرح فرمائی گئی:

﴿وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾﴾ (الکہف: ۴۹)

''اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا، اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہوگئی ہو۔ جو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا۔''

سورہ الزلزال میں فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾﴾ (الزلزال: ۶۔۸)

''اس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تا کہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

قیامت کے روز انسان کے سارے اعمال خواہ وہ اس نے دن کی روشنی میں کیے ہوں یا رات کے اندھیرے میں کیے ہوں، خواہ زمین پر کیے ہوں یا سمندر میں، ہوا میں کیے ہوں

Marfat.com

یا فضا میں اس کے سامنے آ جائیں گے۔

مال واولاد، دوستی وسفارش کسی کام نہ آئیں گے

انسان کی قسمت کا فیصلہ اس کے اعمال کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، نہ دوستی کام آئے گی نہ سفارش۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

سورہ الشعراء میں فرمایا:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٨٩﴾﴾ (الشعراء: ۸۸۔۸۹)

''وہ دن جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا نہ اولاد، بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لے کر اللہ کے حضور حاضر ہوا ہو۔''

سورہ البقرہ آیت ۴۸ میں فرمایا:

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٨﴾﴾ (البقرہ: ۴۸)

''اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا، نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی، نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا اور نہ (مجرموں کو) کہیں سے مدد مل سکے گی۔''

اور سورہ البقرہ ہی کی آیت ۲۵۴ میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ﴾ (البقرہ: ۲۵۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو کچھ مال ومتاع ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے، جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی۔''

سورہ الممتحنہ میں فرمایا:

Marfat.com

﴿ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ ﴾

(الممتحنہ:۳)

''قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں کسی کام آئیں گی، نہ تمہاری اولاد۔ اس روز اللہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا۔''

شفاعت کا غلط تصوّر

شفاعت کے بارے میں مسلم عوام میں کچھ غلط تصورات پھیلے ہوئے ہیں جن کی قرآن و حدیث میں کوئی بنیاد نہیں ملتی۔ محمد ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ کے بارے میں جو تفصیل حدیث میں ملتی ہے اس کا خلاصہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ قصیدہ گو اور نعت خوان حضرات کے کلام میں بعض چیزیں تو صریح شرک کے زمرے میں آتی ہیں اور جو اس زمرے میں نہیں آتیں ان میں سے بھی بعض ایسی ہیں جو اسلام کے تصورِ توحید کے منافی ہیں۔ مثلاً پنجابی زبان کی بڑی ہی مشہور اور مقبول قوالی کا ایک بول ہے:

مانواں نوں پیرا بچڑے دیندڑاں ایں

کیا یہ صریح شرک نہیں ہے؟ کیا اللہ کے سوا بھی کوئی اولاد دے سکتا ہے؟ یا ایک مشہور نعت کا یہ مصرعہ......

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد
محمد کے پکڑے چھڑا کوئی نہیں سکتا

اسلام کے تصورِ شفاعت میں اس طرح کی تعلّی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اللہ کی مرضی اور اذن کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکے گا

قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کے اذن کے بغیر تو کسی مقرب ترین فرشتے یا رسول کو بھی لب کشائی کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہاں تو اپنی مرضی سے نہ کوئی بول سکے گا نہ اپنی مرضی سے کسی کی سفارش کر سکے گا۔ ہاں اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو بولنے کی اجازت دے وہی بولے گا اور جس کی سفارش کی اجازت دے گا اسی کی سفارش کی جائے گی اور سفارش کی اجازت

Marfat.com

بھی کسی کی مرضی یا سفارش پر نہیں دی جائے گی بلکہ اللہ تبارک و تعالیٰ خود جس کو بخشنا چاہیں گے اس کے متعلق اپنے کسی مقبول بندے کو سفارش کرنے کا اشارہ دے دیں گے، فیصلہ اپنا ہوگا، سفارش اپنے محبوب بندوں سے ان کی خدمتوں کا صلہ دینے کے لیے اور مخلوق کے سامنے ان کی عزت افزائی کے لیے کرائی جائے گی۔

انسان بڑا ظالم اور جاہل ہے، دنیا میں تو اس نے اللہ کی قدر کماحقہٗ نہیں کی اور اس کے اقتدار و اختیار میں دوسروں کو شریک کرتا رہا، آخرت میں بھی شفاعت کے غلط عقاید گھڑ کر اللہ کے اختیار میں نقب لگانے کی اپنی سی کوشش کر رہا ہے۔ یہاں تو اس مقتدرِ اعلیٰ نے ڈھیل دے رکھی ہے اس لیے انسان اپنے آپ کو کچھ عرصہ کے لیے دھوکا دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے مگر وہاں مہلت نہیں دی جائے گی، وہ تو فیصلے کا دن ہے۔ آیئے دیکھیں اللہ کی کتاب اس سلسلہ میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے:

روزِ محشر اقتدار صرف اللہ کے پاس ہوگا، ملاحظہ ہوں سورہ غافر کی یہ آیات:

﴿يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰﴾ (غافر: ۱۶-۱۷)

”وہ دن جب کہ سب لوگ بے پردہ ہوں گے، اللہ سے ان کی کوئی بات بھی چھپی ہوئی نہ ہوگی۔ (اس روز پکار کر پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (سارا عالم پکار اٹھے گا) اللہ واحد قہار کی۔ (کہا جائے گا) آج ہر متنفس کو اس کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کی تھی، آج کسی پر ظلم نہ ہوگا۔“

شفاعت کے بارے میں سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

”زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی جناب میں

Marfat.com

اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟"

شفاعت کے بارے میں سورہ النبا میں فرمایا:

﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ۝﴾ (النباء:۳۸)

"جس روز روح (روح الامین، جبریل) اور ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی نہ بولے گا سوائے اس کے جسے رحمان اجازت دے اور جو ٹھیک بات کہے۔"

شفاعت کے بارے میں سورہ یونس میں فرمایا:

﴿مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (یونس:۳)

"کوئی شفاعت (سفارش) کرنے والا نہیں ہے الّا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟"

سورہ ھود میں فرمایا:

﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ﴾ (ھود:۱۰۵)

"جب وہ دن آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی، الّا یہ کہ خدا کی اجازت سے کچھ عرض کرے۔"

سورہ مریم میں فرمایا:

﴿لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝﴾ (مریم:۸۷)

"اس وقت لوگ کوئی سفارش کرنے پر قادر نہ ہوں گے بجز اس کے جس نے رحمان کے حضور سے پروانہ حاصل کرلیا ہو۔"

سورہ طٰہٰ میں فرمایا:

Marfat.com

﴿يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾﴾
(طٰہٰ: ۱۰۹)

''اس روز شفاعت کارگر نہ ہوگی، الاّ یہ کہ رحمان کسی کو اس کی اجازت دے اور اس کی بات سننا پسند کرے۔''

سورہ الانبیاء میں فرمایا:

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾﴾
(الانبیاء: ۲۸)

''وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔''

سورہ سبا میں فرمایا:

﴿وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سبا: ۲۳)

''اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہو سکتی بجز اس شخص کے جس کے لیے اللہ نے اجازت دی ہو۔''

سورہ مومن میں فرمایا:

﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ﴿١٨﴾﴾ (مومن: ۱۸)

''ظالموں کا نہ کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے۔''

سورہ الزخرف میں فرمایا:

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾﴾ (الزخرف: ۸۶)

''اس (اللہ) کو چھوڑ کر یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ کسی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، الاّ یہ کہ کوئی علم کی بنا پر حق کی شہادت دے۔''

سورہ النجم میں فرمایا:

Marfat.com

﴿وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى﴾ (النجم:۲۶)

''آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں، ان کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آ سکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اس کی اجازت نہ دے جس کے لیے وہ کوئی عرضداشت سننا چاہے اور اس کو پسند کرے۔''

اور سورہ المدثر میں فرمایا:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ﴾ (المدثر:۴۸)

''اس وقت سفارش کرنے والوں کی کوئی سفارش ان کے کسی کام نہ آئے گی۔''

درج بالا آیات سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قیامت کے دن اختیار مکمل طور پر صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس ہوگا۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو کسی کے حق میں نہ بولنے کی اجازت ہوگی نہ سفارش کی۔ اجازت کے بعد بھی صرف حق بات جسے اللہ پسند کرتا ہو کہی جا سکے گی۔ اس لیے یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اس کی رضا کے بغیر بات نہیں بنے گی۔ اس کی رضا ہو تو سفارشیں بھی چلیں گی شفاعتیں بھی ہوں گی، ورنہ کس میں اتنا دم ہے کہ آں کے سامنے کھڑا ہو کر کہہ سکے کہ حضور یہ میرا آدمی ہے اس پر ہاتھ ہلکا رکھیں۔ وہ خود کسی پر ہاتھ ہلکا رکھنا چاہے تو مالک ہے جو چاہے کرے، اور وہ یقیناً ہاتھ ہلکا ہی رکھے گا ورنہ کون اس کے عتاب سے بچ سکتا ہے۔

جس سے حساب لے لیا گیا وہ تو مارا گیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جس شخص کا محاسبہ ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا، میں نے عرض کیا: کیا اللہ نے نہیں فرمایا،

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۙ﴾ (الانشقاق:۷۔۹)

''پھر جس کا نامہ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا اس سے ہلکا حساب لیا

Marfat.com

جائے گا اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یہ تو صرف پیشی ہوگی، مگر جس سے حساب میں جھگڑا کیا گیا وہ ہلاک ہو جائے گا۔" (صحیح بخاری: ۱۰۳۔ صحیح مسلم: ۲۸۷۶)

بغیر حساب جنت میں جانے والے

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے وعدہ کیا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار آدمیوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا اور ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ہوں گے اور پھر میرے رب کے تین لپ بھر بھی (بلا حساب) جنت میں داخل ہوں گے۔ (صحیح: مسند احمد: ۲۲۱۵۶۔ سنن ابن ماجہ: ۴۲۸۶)

اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی بڑی تعداد بغیر حساب کے بھی جنت میں جائے گی، ستر ہزار میں سے ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار کا ہونا بھی بڑی تعداد ہے اور پھر میرے رب کے تین لپ! باقی کون بچا؟ اس میں تو شاید ہم جیسوں کی بھی گنجائش نکل آئے! سبحان اللہ!

حضرت اسما بنت یزید رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا جائے گا، پھر ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے تھے؟ کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں گے، مگر وہ تھوڑے ہوں گے، ان کو جنت میں بلا حساب داخل کر دیا جائے گا۔ پھر باقی لوگوں کو حساب کے لیے جانے کا حکم دیا جائے گا۔

(ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۲۹۷۴۔ شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔)

دنیا میں اعمال کی کوئی شکل و صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی ان کا وزن ہوتا ہے، صرف ان کے اچھے یا برے اثرات ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں کہ ان کو شکل و صورت دے دے اور ان میں وزن پیدا کر دے۔ اس سے پہلے وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ قبر میں انسان کے اعمال اچھی یا بری انسانی شکل میں مردے

Marfat.com

کے پاس آتے ہیں۔

قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا

قیامت کے روز اللہ تبارک وتعالیٰ ان میں وزن پیدا کردے گا اور ان کو باقاعدہ ترازو میں تولا جائے گا۔ نیکیاں ایک پلڑے میں رکھی جائیں گی اور بدیاں دوسرے پلڑے میں۔ جس کا نیکیوں والا پلڑا جھک گیا وہ کامیاب اور جس کا بدیوں والا پلڑا جھک گیا وہ ناکام ہوگیا۔

سورہ الانبیاء میں فرمایا:

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾﴾

(الانبیاء:۴۷)

”قیامت کے روز ہم ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں۔“

سورہ الاعراف میں فرمایا:

﴿وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾﴾ (الاعراف:۸۔۹)

”اور وزن اس روز عین حق ہوگا، جن کے پلڑے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پانے والے ہوں گے، اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے رہے تھے۔“

سورہ المومنون میں فرمایا:

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ

Marfat.com

﴿فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ﴾

(المؤمنون:١٠٢-١٠٣)

''اس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈال لیا۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔''

سورہ القارعہ میں فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۭ وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۭ نَارٌ حَامِيَةٌ﴾

(القارعة:٦-١١)

''پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا، اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کی جائے قرار گہری کھائی ہے، اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ!''

ان آیات سے یہ بات واضح ہے کہ قیامت کے روز انسان کے اعمال ٹھیک تولنے والے ترازوؤں میں تولے جائیں گے، رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی نیکی یا بدی نظر انداز نہیں ہوگی، کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا، ہر کسی کے ساتھ مکمل انصاف ہوگا۔

روزِ قیامت ادائیگیاں اعمال کی صورت میں ہوں گی

جس کسی نے دنیا میں کسی کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کی ہوگی اس کی نیکیاں لے کر مظلوم کے پلڑے میں ڈال دی جائیں گی۔ اگر ظالم کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم کے کھاتے میں ڈال دی جائیں گی۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ ایک شخص نیکیوں کا انبار لے کر آئے اور اس کی ساری نیکیاں اس کے ظلم کا شکار ہونے والوں کو دے دی جائیں اور دادخواہ ابھی باقی ہوں اور ان کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دئے جائیں اور وہ گناہوں کا انبار لے کر جہنم میں چلا جائے اور مظلوموں کا نیکی کا پلڑا جھک جائے اور وہ

Marfat.com

جنت میں چلے جائیں۔ قیامت کے دن حقدار کو اس کا حق ضرور ملے گا، اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا لازماً ملے گی۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس مال ومتاع نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میری امت میں مفلس وہ ہوگا، جو نماز، روزہ اور زکاۃ لے کر آئے گا۔ لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون کیا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا۔ پھر ان لوگوں کو (جن کے ساتھ اس نے دنیا میں زیادتی کی) اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی، اور اگر اس کی نیکیاں اس کے گناہوں کا (کفارہ) ادا ہونے سے پہلے ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔''

(صحیح مسلم:۲۵۸۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے دن تم حق داروں کے حق ادا کرو گے۔ حتیٰ کہ بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۲)

جہاں تک لوگوں کے حقوق دلوانے یا ان کے ساتھ کی گئی زیادتیوں کے ازالے کا تعلق ہے وہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت عدل کا مکمل اظہار ہوگا، ہر کسی کو پورا پورا انصاف ملے گا، ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی زیادتی کا ازالہ ہوگا، بندوں کے حقوق دلوانے میں کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ قیامت کے دن یہ محاسبے کا ایک پہلو ہے جس میں اللہ کی صفتِ عدل کا بھرپور اظہار ہے۔

قیامت کے دن اللہ کی صفتِ رحمت کا اظہار

دوسری طرف قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفتِ رحمت کا بھی اظہار ہوگا اور وہ

Marfat.com

اس کے اپنے حقوق سے متعلق ہوگا۔ ظاہر ہے اس کے حقوق کماحقہ' تو کوئی بھی پورے نہیں کر سکتا، ہر شخص سے کوتاہیاں ہوتی ہیں خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو۔ اگر وہ حساب لینے لگے تو بندے کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں مگر اس کی نعمتیں جو اس نے بندے کو دی ہیں ختم نہ ہوں۔ اعمال کے بل بوتے پر تو شاید کوئی بھی جنت میں نہ جا سکے۔ لیکن اس کے فضل کی بنا پر بہت لوگ جائیں گے۔ وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا ہے، ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے روز) اللہ مومن کو اتنا قریب کر لے گا، کہ اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے چھپا لے گا اور فرمائے گا: کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب، بے شک مجھے اپنا گناہ یاد ہے۔ جب اللہ اس سے اقرار کرا لے گا اور وہ خیال کرے گا کہ بس میں تو ہلاک ہو گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: دنیا میں تیرا یہ گناہ میں نے چھپایا تھا، (تجھے رسوا نہیں کیا تھا)، آج میں معاف کرتا ہوں اور اس کے بعد نیکیوں کا صحیفہ اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری: ۶۰۷۰۔ صحیح مسلم: ۲۷۶۸۔ مسند احمد: ۵۴۳۶)

کفار ومنافقین کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی

رہے کافر اور منافق تو ان کے متعلق اعلان فرمایا جائے گا: ''یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں جھوٹ کہا، خبردار، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

(صحیح بخاری: ۲۴۴۱۔ صحیح مسلم: ۲۷۶۸)

مومنین کے ساتھ تو درگزر اور رحمت کا سلوک کیا جائے گا، نہ صرف ان کے گناہوں کو معاف کیا جائے گا بلکہ ان کو رسوائی سے بچانے کے لیے یہ سوال و جواب پردے کی حالت میں صرف اللہ اور بندے کے درمیان ہوں گے، کوئی دوسرا انہیں نہیں سن سکے گا۔ اس کے برعکس کافروں اور منافقوں کے ساتھ کوئی نرمی نہیں برتی جائے گی، انہیں سرِ عام رسوا کیا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ کوئی انہیں بچانے والا نہیں ہوگا۔

مجرم کو اپنے جرائم کا علم ہوتا ہے اسی لیے وہ عدالت میں پیش ہونے سے کتراتا ہے۔

Marfat.com

روزِ محشر مجرمین اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیشی سے گھبرا رہے ہوں گے، لیکن اس دن کوئی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش ہونے سے بچ نہیں سکے گا۔ انہیں ہانک کر اللہ رب العزت کے دربار میں لایا جائے گا۔ ملاحظہ ہوں سورہ ق کی یہ آیات:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ⑳ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ㉑ لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ㉒﴾ (ق: ۲۰۔۲۲)

"اور پھر صور پھونکا گیا، یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔ ہر شخص اس حال میں آ گیا کہ اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا۔ اس چیز کی طرف سے تُو غفلت میں تھا، ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔"

مجرمین کے خلاف چار قسم کی گواہیاں

اس دن مجرمین اپنے جرائم کی پاداش سے نہیں بچ سکیں گے۔ اگر وہ اپنے جرائم کی صحت سے انکار کریں گے تو ان کے خلاف ایسی گواہیاں پیش کی جائیں گی جن کو وہ جھٹلا نہیں سکیں گے۔ ان کے خلاف پہلی گواہی تو ان کا نامۂ اعمال ہے جو دنیا میں مرتب کیا جا رہا ہے، اسے دو معزز فرشتے لکھ رہے ہیں جو ہر وقت اس کے ساتھ ہوتے ہیں، ایک اس کی نیکیاں اور دوسرا اس کی برائیاں لکھنے پر مامور ہے۔ دوسری گواہی ان فرشتوں کی ہے جو اس کی نگرانی پر مامور ہیں۔ تیسری گواہی اس کے اعضا و جوارح دیں گے جنہیں اس نے ان کی مرضی کے خلاف اللہ کی نافرمانی میں استعمال کیا تھا۔ اور چوتھی گواہی زمین دے گی جس پر اس نے گناہ کا ارتقاب کیا تھا۔

یہ ریکارڈ مرتب کرتے وقت بھی اللہ کی رحمت نمایاں نظر آتی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الانعام کی یہ آیت:

﴿مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ⑯⓪﴾ (الانعام: ۱۶۰)

Marfat.com

''جو اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے دس گنا اجر ہے اور جو بدی لے کر آئے گا اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا اس نے قصور کیا ہے، اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔''

ریکارڈ مرتب کرنے والے فرشتوں کو حکم ہے کہ جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو کچھ نہ لکھو، اگر برائی کے ارادہ سے باز آ جائے تو ایک نیکی لکھ لو، اور اگر برائی کر لے تو ایک برائی لکھ لو۔ جب نیکی کا ارادہ کرے تو فوراً ایک نیکی لکھ لو بے شک بعد میں وہ اس کو انجام نہ بھی دے سکے، اور جب وہ اسے انجام دے دے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھو۔ اتنی چھوٹ کے بعد بھی اگر کوئی اپنے آپ کو نہ بچا سکے تو یقیناً وہ سخت سزا کا ہی مستحق ہے۔

جن گواہیوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں قرآن مجید کی یہ آیات:

سورہ الانفطار میں فرمایا:

﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢﴾

(الانفطار: ۱۰۔۱۲)

''اور بے شک تم پر نگران مقرر ہیں، ایسے معزز کاتب جو تمہارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔''

سورہ ق میں فرمایا:

﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝١٧ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝١٨﴾ (ق: ۱۷۔۱۸)

''دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں، کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگران موجود نہ ہو۔''

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں جانب والا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

Marfat.com

﴿وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ۝﴾

(بنی اسرائیل: ۱۳۔۱۴)

''ہم نے ہر انسان کا نتیجہ (اعمال نامہ) اس کی گردن میں چپکا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا رجسٹر نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ (اس سے کہا جائے گا) اپنا یہ اعمال نامہ پڑھ لے، آج تو خود ہی اپنے حساب کے لیے کافی ہے۔''

کیا بعید کہ انسان کی گردن میں بھی اللہ نے کوئی مائیکرو چِپ لگا دی ہو جس میں ہر چیز ریکارڈ ہو رہی ہو۔

سورہ یٰس میں فرمایا:

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝﴾ (یٰس: ۶۵)

''آج ہم ان کے منہ بند کیے دیتے ہیں، ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ دنیا میں کیا کمائی کرتے رہے ہیں۔''

سورہ حٰم السجدہ میں فرمایا:

﴿حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ وَ قَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝﴾

(حٰم السجدۃ: ۲۰۔۲۳)

Marfat.com

''پھر جب سب وہاں پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے جسم کی کھالیں ان پر گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنے جسم کی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گی: ہمیں اسی خدا نے گویائی دی ہے، جس نے ہر چیز کو گویا کر دیا ہے۔ اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اب اسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو۔ تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہ تھا کہ کبھی تمہارے اپنے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے جسم کی کھالیں تم پر گواہی دیں گی۔ بلکہ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو بھی خبر نہیں ہے۔ تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا، تمہیں لے ڈوبا اور اسی کی بدولت تم خسارے میں پڑ گئے۔''

سورہ الزلزال میں فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝﴾ (الزلزال: ۴۔۵)

''اس روز وہ (زمین) اپنے اوپر گزرے ہوئے حالات بیان کرے گی۔ کیونکہ تیرے رب نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہوگا۔''

موجودہ سائنسی ترقی کے دور میں جب کہ اس طرح کی بہت سی باتیں انسانی مشاہدے میں آ چکی ہیں ان باتوں پر یقین کرنا کسی کے لیے بھی مشکل نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ جو کچھ بھی ماضی میں ہوا ہے یا اب ہو رہا ہے وہ فضا میں موجود رہتا ہے اور اگر ان لہروں کو قید کیا جا سکے تو دنیا میں ہونے والا ہر واقعہ دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔ آج دنیا کے ایک کونے میں ہونے والا واقعہ دنیا کے دوسرے کونے میں دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔ تو کیا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے مشکل ہے کہ یہ سارا ریکارڈ ایک دن ہمارے سامنے لے آئے؟

مجرمین کے اعمالنامے پیٹھ پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے

محاسبہ ختم ہونے کے بعد کفار ومنافقین اور دیگر مجرمین کو ان کے اعمال نامے پیچھے سے

Marfat.com

ان کے بائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے کیونکہ یہ لوگ اپنا اعمال نامہ لینے سے کترا رہے ہوں گے اور غالباً اپنا اعمالنامہ لینے سے بچنے کے لیے اپنے ہاتھ پیٹھ پیچھے کرلیں گے تو ان کے اعمال نامے پیٹھ کے پیچھے ہی سے ان کے ہاتھ میں دے دیے جائیں گے۔ (واللہ اعلم) اور ان کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔

متقین کے اعمالنامے سامنے سے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے

ان کے برعکس مومنین متقین کے اعمالنامے سامنے سے ان کے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے یہ لوگ اپنے اعمال نامے خوشی خوشی دایاں ہاتھ آگے بڑھا کر لیں گے۔ جنت کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے گی، جیسا کہ سورہ الزمر کی ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝﴾ (الزمر: ۷۳-۷۴)

اور جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے، انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے پہلے ہی (ان کے لیے) کھولے جا چکے ہونگے اور اس کے منتظمین ان سے کہیں گے: "سلام ہو تم پر، بہت اچھے رہے، داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ کے لیے۔ اور وہ کہیں گے: "شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا، اب ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں۔ پس بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لیے۔"

اہلِ جنت ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ نہ انہیں موت آئے گی اور نہ کبھی انہیں جنت سے نکالا جائے گا۔ اہلِ جہنم میں سے کفار و مشرکین اور منافقین تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، انہیں کبھی جہنم کے عذاب سے رہائی نہیں ملے گی۔

Marfat.com

اہل ایمان گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں پہنچ جائیں گے

البتہ وہ لوگ جن کے دلوں میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان تھا جب اپنے گناہوں کی سزا بھگت لیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرما دیں گے۔ کتبِ حدیث میں متعدد ایسی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا، اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد بالآخر جنت میں پہنچ جائے گا۔

محمد ﷺ کی پہلی شفاعت (شفاعتِ کبریٰ) تو تمام انسانوں کے لیے ہے، اس میں سب امتیں شامل ہیں اور اس کے بعد محاسبہ شروع ہو گا۔ لیکن دوسری شفاعت خصوصاً اپنی امت کے گناہگاروں کے لیے ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قیامت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: پھر میں سجدہ میں گر پڑوں گا، نہ جانے کب تک سجدہ میں پڑا رہوں گا، آخر آواز آئے گی: اے محمد! سر اٹھا، مانگ، دیا جائے گا۔ تب میں سر اٹھاؤں گا اور اس حمد سے جو اس وقت اللہ مجھے سکھائے گا اس کی حمد کروں گا اور سفارش کروں گا تو اللہ ایک حد مقرر فرمائے گا تو میں ان کو دوزخ سے نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔ پھر لوٹ آؤں گا اور سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر وہ کچھ لوگوں کو بخش دے گا، اسی طرح تیسری بار پھر چوتھی بار کروں گا یہاں تک کہ دوزخ میں پھر وہی رہ جائے گا جس کو قرآن نے روک رکھا ہے۔

(صحیح بخاری: ٦٧٤٤۔ صحیح مسلم: ١٩٤)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''میری شفاعت سے کچھ ایسے لوگ بھی دوزخ سے نکلیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے جن کا نام جہنم والے ہوگا۔'' (صحیح: جامع ترمذی: ٢٦٠٠)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے استفسار پر نبی ﷺ نے فرمایا:

''میری سفارش سے سرفراز ہونے کی خوش قسمتی اس کو حاصل ہو گی جس نے خلوصِ قلب سے اللہ کی توحید کا اقرار کیا ہوگا۔'' (صحیح بخاری: ٩٩)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے سے فارغ ہوگا اور چاہے گا کہ جن لوگوں نے اس کی توحید کی گواہی دی تھی انہیں دوزخ سے نکالے تو فرشتوں کو ان کے نکالنے کا حکم دے گا۔ فرشتے ان لوگوں کو اس علامت سے نکالیں گے کہ ان کی پیشانیوں میں سجدے کے نشان ہوں گے۔ اللہ نے اولادِ آدم علیہ السلام کی پیشانی کے نشان کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا ہے، وہ ان کو جلا کر خاکستر نہیں کر سکے گی۔ فرشتے جب ان کو نکالیں گے تو وہ جلے اور جھلسے ہوئے ہوں گے۔ پھر ان پر آبِ حیات چھڑکا جائے گا تو وہ اس طرح اگیں گے جس طرح سیلاب کے بہاؤ میں جنگلی دانہ اگتا ہے۔

جنت

جنت کے لفظی معنی باغ ہیں۔ باغ یا باغات وہ جگہیں ہیں جہاں ہم دنیا میں سیر و تفریح یا فارغ لمحات سے لطف اندوز ہونے کے لیے جاتے ہیں، جہاں ہم دنیاوی تفکرات سے آزاد ہو کر سکون کے ساتھ کچھ وقت گزار سکیں۔ دنیا میں جو لوگ آخرت سے بے نیاز ہو کر زندگی گزار رہے ہیں ان کی زندگی کا حاصل یہی لمحات ہوتے ہیں۔ وہ سارا سال محنت کر کے بچت کرتے ہیں کہ سال کے آخر میں چھٹیوں کے چند دن فراغت سے گزار سکیں۔

بہترین ٹھکانا

جنت ایسی ہی جگہ ہے جہاں اہل جنت کی رہائش گاہیں (محلات) گھنے باغوں میں گھری ہوں گی، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہوگا۔ اہل جنت کو سوائے اللہ کی حمد بیان کرنے کے کوئی کام نہ ہوگا اور یہ حمد بیان کرنا بھی کوئی فرض یا واجب نہ ہوگا بلکہ شوقیہ ہوگا وہ اپنے شوق اور خوشی سے ایسا کریں گے۔

نہ انہیں فکر معاش ہوگی نہ کوئی اور فکر، نہ کوئی بیماری ہوگی نہ کوئی اور دکھ یا درد، نہ گھر بنانے کی فکر نہ کھانا پکانے کی فکر، جو کھانا جب چاہو، جہاں چاہو، پکا پکایا حاضر، نہ کمانے کی فکر نہ بچانے کی فکر، بازار اشیائے ضرورت سے بھرے ہوں گے جو چاہو بغیر بھاؤ تاؤ کیے اور بغیر دام دیئے اٹھا لو کوئی پوچھنے والا نہیں ہوگا۔

Marfat.com

مشکل یا ناممکن کا لفظ اہل جنت کی ڈکشنری میں نہ ہوگا، جو چاہو کھاؤ، جو چاہو پیو، جو چاہو کرو، جہاں چاہو جاؤ، جہاں چاہو رہو۔کوئی روک ٹوک نہ کوئی پابندی، ہر کام اپنی مرضی کے مطابق۔ بیماری، بڑھاپے اور موت کا داخلہ جنت میں ممنوع ہے، ہر شخص ہر وقت جوان، صحت مند، خوبصورت اور موت کے خوف سے بے خوف رہے گا۔ وہاں نہ کسی سے حسد ہوگا نہ دشمنی اور نہ ہی کسی کا خوف۔ وہاں آپ کو نہ کوئی بُرا منظر دکھائی دے گا نہ آپ کوئی بُری بات سنیں گے۔ وہ جگہ ہر قسم کے خطرات سے پاک ہے اور وہاں ہر طرف سلامتی ہی سلامتی ہے۔آیئے دیکھتے ہیں قرآن وحدیث میں جنت اور جنتیوں کے بارے میں کیا فرمایا گیا ہے۔

جنت کی کہانی اللہ کی زبانی

سورہ الواقعہ میں فرمایا:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝۱۰ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۱۱ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝۱۲ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝۱۳ وَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۝۱۴ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝۱۵ مُّتَّكِـِٕیْنَ عَلَیْهَا مُتَقٰبِلِیْنَ ۝۱۶ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝۱۷ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِیْقَ ۙ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۝۱۸ لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَ لَا یُنْزِفُوْنَ ۝۱۹ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا یَتَخَیَّرُوْنَ ۝۲۰ وَ لَحْمِ طَیْرٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ۝۲۱ وَ حُوْرٌ عِیْنٌ ۝۲۲ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝۲۳ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝۲۴ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّ لَا تَاْثِیْمًا ۝۲۵ اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝۲۶ وَ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ ۝۲۷ فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝۲۸ وَّ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝۲۹ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝۳۰ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝۳۱ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ ۝۳۲ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ۝۳۳ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝۳۴ اِنَّاۤ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝۳۵ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝۳۶ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝۳۷ لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ۝۳۸ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝۳۹ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ۝۴۰﴾

(الواقعہ: ۱۰ـ۴۰)

”اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں، وہی تو مقرب لوگ ہیں، نعمت بھری

Marfat.com

جنتوں میں رہیں گے، اگلوں میں سے بہت ہوں گے اور پچھلوں میں سے کم۔
مرصّع تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھیں گے، ان کی مجلسوں میں ابدی لڑکے شراب چشمہ جاری سے لبریز پیالے اور کنٹر اور ساغر لیے دوڑتے پھرتے ہوں گے جسے پی کر نہ ان کا سر چکرائے گا نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا، اور وہ ان کے سامنے طرح طرح کے لذیذ پھل پیش کریں گے کہ جسے چاہیں چن لیں، اور پرندوں کے گوشت پیش کریں گے کہ جس پرندے کا چاہیں استعمال کریں۔ اور ان کے لیے خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی، ایسی حسین جیسے چُھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب کچھ انہیں ان اعمال کی جزا کے طور پر ملے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ وہاں کوئی بیہودہ کلام یا گناہ کی بات نہ سنیں گے۔ جو بھی بات ہوگی ٹھیک ہوگی۔

اور دائیں بازو والے، دائیں بازو والوں (کی خوش نصیبی) کا کیا کہنا۔ وہ بے خار بیریوں اور تہ بر تہ چڑھے ہوئے کیلوں اور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں اور ہر دم رواں پانی اور کبھی ختم نہ ہونے والے اور بے روک ٹوک ملنے والے بکثرت پھلوں اور اونچی نشست گاہوں میں ہوں گے۔ ان کی بیویوں کو ہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنا دیں گے، اپنے شوہروں کی عاشق اور ہم سن۔ یہ کچھ دائیں بازو والوں کے لیے ہے۔ وہ اگلوں میں سے بھی بہت ہوں گے اور پچھلوں میں سے بھی بہت۔" کیا دنیا میں ایسی زندگی کا تصور کیا جاسکتا ہے؟

سورہ ص میں فرمایا:

﴿وَ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾﴾ (ص: ۴۹-۵۴)

Marfat.com

''متقی لوگوں کے لیے یقینا بہترین ٹھکانا ہے۔ ہمیشہ رہنے والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے۔ ان میں وہ تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، خوب خوب پھل اور مشروبات طلب کر رہے ہوں گے اور ان کے پاس شرمیلی ہم سن بیویاں ہوں گی، یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں حساب کے دن عطا کرنے کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔''

سورہ الرعد میں فرمایا:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىِٕمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖۗ﴾ (الرعد: ۳۵)

''اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کے پھل دائمی ہیں اور اس کا سایہ لازوال۔ یہ انجام ہے متقی لوگوں کا۔''

سورہ یٰس میں فرمایا:

﴿اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۚ﴿۵۵﴾ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآىِٕكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ۚۖ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۫ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ﴿۵۸﴾﴾ (یٰس: ۵۵۔۵۸)

''آج جنتی لوگ مزے کرنے میں مشغول ہیں۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں ہیں مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے، ہر قسم کی لذیذ چیزیں کھانے پینے کو ان کے لیے وہاں موجود ہیں، جو کچھ وہ طلب کریں ان کے لیے حاضر ہے، ربّ رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا گیا ہے۔''

سورہ محمد میں فرمایا:

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ

Marfat.com

عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ﴾

(محمد:۱۵)

''پرہیزگار لوگوں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی نتھرے ہوئے پانی کی، اور نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دودھ کی جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا، اور نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی، اور نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفاف شہد کی، اس میں ان کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش۔''

سورہ ق میں فرمایا:

﴿وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝۳۱ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝۳۲ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝۳۳ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝۳۴ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝۳۵﴾

(ق:۳۱۔۳۵)

''اور جنت متقین کے قریب لے آئی جائے گی، کچھ بھی دور نہ ہوگی۔ ارشاد ہوگا: یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا اور بڑی نگہداشت کرنے والا تھا، جو بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتا تھا اور جو دلِ گرویدہ لیے ہوئے آیا ہے۔ داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ۔ وہ دن حیاتِ ابدی کا دن ہوگا۔ وہاں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اس سے زیادہ بھی بہت کچھ ان کے لیے ہے۔''

سورہ الحاقہ میں فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝۱۹ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۝۲۰ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۲۱ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۲۲ قُطُوْفُهَا

Marfat.com

دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾﴾
(الحاقہ: ۱۹۔۲۴)

''پس جس کا اعمالنامہ اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا: لو دیکھو، پڑھو میرا اعمالنامہ، میں سمجھتا تھا کہ مجھے ضرور اپنا حساب ملنے والا ہے۔ پس وہ دل پسند عیش میں ہوگا، عالی مقام جنت میں، جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ (ان لوگوں سے کہا جائے گا) مزے سے کھاؤ اور پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں۔''

سورہ الدھر میں فرمایا:

﴿وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِيْرًا ﴿١٣﴾ وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾ وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ﴿١٥﴾ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾ وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾ وَ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّ حُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾﴾ (الدھر: ۱۲۔۲۲)

''اور ان کے صبر کے بدلے میں (اللہ تعالیٰ) انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔ وہاں وہ اونچی مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ انہیں دھوپ کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی ٹھر۔ جنت کی چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہوگی اور اس کے پھل ہر وقت ان کے بس میں ہوں گے (کہ جس وقت چاہیں انہیں توڑ لیں)۔ ان کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے

Marfat.com

گردش کرائے جا رہے ہوں گے، شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہوں گے اور ان کو (منتظمینِ جنت نے) ٹھیک اندازے کے مطابق بھرا ہوگا۔ ان کو وہاں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ یہ جنت کا ایک چشمہ ہوگا جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ ان کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ تم انہیں دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں جو بکھیر دیے گئے ہیں۔ وہاں جدھر بھی تم نگاہ ڈالو گے نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک بڑی سلطنت کا سروسامان تمہیں نظر آئے گا۔ ان کے اوپر باریک ریشم کا سبز لباس اور اطلس و دیبا کے کپڑے ہوں گے، ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ یہ ہے تمہاری جزا اور تمہاری کارگزاری قابلِ قدر ٹھیری۔"

سورہ الغاشیہ میں فرمایا:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿٨﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿٩﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿١٠﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿١١﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿١٢﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿١٣﴾ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿١٤﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿١٥﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿١٦﴾﴾

(الغاشیہ: ۸۔۱۶)

"کچھ چہرے اس روز بارونق ہوں گے، اپنی کارگزاری پر خوش ہوں گے، عالی مقام جنت میں ہوں گے، کوئی بیہودہ بات وہ وہاں نہ سنیں گے، اس میں چشمے رواں ہوں گے، اس کے اندر اونچی مسندیں ہوں گی، ساغر رکھے ہوئے ہوں گے، گاؤ تکیوں کی قطاریں لگی ہوں گی اور نفیس فرش بچھے ہوں گے۔"

سورہ الرحمان میں فرمایا:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿٤٦﴾﴾ ﴿ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿٤٨﴾﴾ ﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿٥٠﴾﴾ ﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿٥٢﴾﴾ ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى

Marfat.com

فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ ﴿فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ
الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ ﴿كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ
وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ ﴿وَ مِنْ
دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ ﴿مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ ﴿فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾
﴿فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ ﴿فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾
﴿حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ ﴿لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا
جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ ﴿مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾

(الرحمن: ۴۶۔۷۶)

''اور ہر اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے حضور پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو، دو باغ ہیں ہری بھری ڈالیوں سے بھر پور، دونوں باغوں میں دو چشمے رواں، دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو قسمیں۔ جنتی لوگ ایسے فرشوں پر تکیے لگا کر بیٹھیں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور باغوں کی ڈالیاں پھلوں سے جھکی پڑ رہی ہوں گی۔ ان نعمتوں کے درمیان شرمیلی نگاہوں والیاں ہوں گی جنہیں ان جنتیوں سے پہلے کبھی کسی انسان یا جن نے نہ چھوا ہو گا، ایسی خوبصورت جیسے ہیرے اور موتی۔ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ اور ان دو باغوں کے علاوہ دو باغ ہوں گے، گھنے سرسبز و شاداب باغ۔ دونوں باغوں میں دو چشمے فواروں کی طرح ابلتے ہوئے۔ ان میں بکثرت پھل اور کھجوریں اور انار۔ ان نعمتوں کے درمیان خوب سیرت اور خوبصورت بیویاں۔ خیموں میں ٹھیرائی ہوئی حوریں، ان جنتیوں سے پہلے کبھی کسی انسان یا جن نے ان کو نہ چھوا ہو گا۔ وہ جنتی سبز قالینوں اور نفیس و نادر فرشوں پر تکیے لگا کے بیٹھیں گے۔''

سورہ البقرہ میں فرمایا:

Marfat.com

﴿وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ رِّزۡقًا ۙ قَالُوۡا هٰذَا الَّذِیۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ ۙ وَ اُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمۡ فِیۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ٭ۙ وَّ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۵﴾﴾

(البقرہ:۲۵)

''اور اے پیغمبر جو لوگ اس کتاب پر ایمان لے آئیں اور (اس کے مطابق) اپنے عمل درست کر لیں، انہیں خوشخبری دے دو کہ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان باغوں کے پھل صورت میں دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے۔ جب کوئی پھل انہیں کھانے کو دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ ایسے ہی پھل اس سے پہلے دنیا میں ہم کو دیئے جاتے تھے۔ ان کے لے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔''

سورہ الرعد میں فرمایا:

﴿جَنّٰتُ عَدۡنٍ یَّدۡخُلُوۡنَهَا وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِهِمۡ وَ الۡمَلٰٓئِكَةُ یَدۡخُلُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ كُلِّ بَابٍ ﴿ۚ۲۳﴾﴾ (الرعد:۲۳)

''ایسے باغ جو ان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے اور ان کے آباواجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہیں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے۔ فرشتے ہر طرف سے ان کے استقبال کے لیے آئیں گے۔''

سورہ الحجر میں فرمایا:

﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿ؕ۴۵﴾ اُدۡخُلُوۡهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیۡنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَزَعۡنَا مَا فِیۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ اِخۡوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ﴿۴۷﴾ لَا یَمَسُّهُمۡ فِیۡهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمۡ مِّنۡهَا بِمُخۡرَجِیۡنَ ﴿۴۸﴾﴾ (الحجر:۴۵۔۴۸)

''متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ ان میں سلامتی کے ساتھ بے خوف وخطر۔ ان کے دل میں جو تھوڑی بہت

Marfat.com

کھوٹ کپٹ ہوگی اسے ہم نکال دیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔ انہیں نہ وہاں کسی مشقت سے پالا پڑے گا اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔''

سورہ الحج میں فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝﴾ (الحج: ۲۳)

''جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کو اللہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ وہاں وہ سونے کے کنگنوں سے آراستہ کیے جائیں گے اور ان کے لباس ریشم کے ہوں گے۔''

سورہ فاطر میں فرمایا:

﴿وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ الَّذِيْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۝﴾ (فاطر: ۳۴-۳۵)

''اور وہ (اہلِ جنت) کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا، یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کی جگہ ٹھیرا دیا، اب ہمیں نہ کوئی مشقت پیش آتی ہے اور نہ تکان لاحق ہوتی ہے۔''

سورہ الصافات میں فرمایا:

﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَ عِنْدَهُمْ

Marfat.com

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾﴾ (الصافات: ۴۱۔۵۰)

''ان (اہلِ جنت) کے لیے جانا پہچانا رزق ہے، ہر طرح کی لذیذ چیزیں اور نعمت بھری جنتیں جن میں وہ عزت کے ساتھ رکھے جائیں گے، تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ شراب کے چشموں سے ساغر بھر بھر کر ان کے درمیان پھرائے جائیں گے۔ یہ چمکتی ہوئی شراب جو پینے والوں کے لیے لذت ہوگی، نہ ان کے جسم کو اس سے کوئی ضرر ہوگا اور نہ ان کی عقل اس سے خراب ہوگی۔ اور ان کے پاس نگاہیں بچانے والی، خوبصورت عورتیں ہوں گی، ایسی نازک جیسی انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر حالات پوچھیں گے۔''

سورہ الدخان میں فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى﴾ (الدخان: ۵۱۔۵۶)

''بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن کی جگہ میں ہوں گے، باغوں اور چشموں میں، حریر و دیبا کے لباس پہنے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ ہوگی ان کی شان۔ اور ہم گوری گوری آہو چشم عورتیں ان سے بیاہ دیں گے۔ وہاں وہ اطمینان سے ہر طرح کی لذیذ چیزیں طلب کریں گے۔ وہاں موت کا مزہ کبھی نہ چکھیں گے۔ بس دنیا میں جو موت آچکی سو آچکی۔''

سورہ الطور میں فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ وَ وَقٰىهُمْ

Marfat.com

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾
مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ
عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ
لَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَ لَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾
وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى
بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ (الطور:۱۷۔۲۵)

''متقی لوگ وہاں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے، لطف لے رہے ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کا رب انہیں دے گا اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔ (ان سے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے ان اعمال کے صلے میں جو تم کرتے رہے ہو۔ وہ آمنے سامنے بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم خوبصورت آنکھوں والی حوریں ان سے بیاہ دیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجہ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے ان کی اس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا ان کو نہ دیں گے۔ ہر شخص اپنے کسب کے عوض رہن ہے۔ ہم ان کو ہر طرح کے پھل اور گوشت، جس چیز کو بھی ان کا دل چاہے گا، خوب دیے چلے جائیں گے۔ وہ ایک دوسرے سے جامِ شراب لپک لپک کر لے رہے ہوں گے جس میں نہ یاوہ گوئی ہوگی نہ بدکرداری اور ان کی خدمت میں وہ لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو انہی (کی خدمت) کے لیے مخصوص ہوں گے۔ ایسے خوبصورت جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے (دنیا میں گزرے ہوئے) حالات پوچھیں گے۔''

سورہ القمر میں فرمایا:

Marfat.com

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۙ﴿۵۴﴾ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾﴾
(البقرہ: ۵۴۔۵۵)

''نافرمانی سے پرہیز کرنے والے یقینا باغوں اور نہروں میں ہوں گے، سچی عزت کی جگہ، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب۔''

اور سورہ النباء میں فرمایا:

﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۙ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا ۙ﴿۳۲﴾ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ﴿۳۳﴾ وَّ كَاْسًا دِهَاقًا ؕ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا ۚ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۙ﴿۳۶﴾﴾ (النباء: ۳۱۔۳۶)

''یقیناً متقیوں کے لیے کامرانی کا ایک مقام ہے، باغ اور انگور اور نوخیز ہم سن لڑکیاں، اور چھلکتے ہوئے جام۔ وہاں کوئی لغو اور جھوٹی بات وہ نہ سنیں گے۔ جزا اور کافی انعام تمہارے رب کی طرف سے۔''

قرآن مجید میں جنت اور اہلِ جنت کے بارے میں اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ یہاں صرف وہ آیات پیش کی گئی ہیں جن سے جنت اور اس کی نعمتوں اور اس کے باسیوں کی زندگی کا ہلکا سا تصور قائم کیا جا سکے۔ وہاں کی نعمتوں کا صحیح اندازہ اس دنیا میں لگانا مشکل ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ السجدہ میں فرمایا:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾﴾ (السجدہ: ۱۷)

''پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا گیا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں ہے۔''

جنت کی کہانی رسول ﷺ کی زبانی

اسی بات کی توضیح نبی ﷺ نے اس حدیث میں کی ہے:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ

Marfat.com

تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا۔"
(صحیح مسلم: ۲۸۲۴)

جنت اور وہاں کی زندگی کے بارے میں بے شمار احادیث ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو برس تک سوار چلتا رہے تو بھی اس کو طے نہ کر سکے۔" (صحیح مسلم: ۲۸۲۷-۸)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جنتیوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا: اے جنتیو! وہ کہیں گے: اے ہمارے رب، ہم حاضر خدمت ہیں اور سب بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے ہم بھلا کیوں راضی نہ ہوں! آپ نے ہمیں اتنا دیا کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو اتنا نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تم کو اس سے بھی عمدہ کوئی چیز نہ دوں؟ وہ عرض کریں گے، اے پرودگار اس سے عمدہ کونسی چیز ہو سکتی ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: میں نے تم پر اپنی رضا مندی اتار دی، اب اس کے بعد میں تم پر کبھی غصہ نہ ہوں گا۔" (صحیح مسلم: ۲۸۲۹-۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جنت کے لوگ اپنے اوپر کے درجہ والوں کو دیکھیں گے، ایسے جیسے تم مشرق یا مغرب میں دور آسمان کے کنارے پر چمکتے ہوئے تارے کو دیکھتے ہو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان میں درجوں کا فرق ہو گا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! یہ درجے تو پیغمبروں کے ہوں گے، دوسرے لوگوں کو تو نہیں ملیں گے!

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں، قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان درجوں میں وہ لوگ ہوں گے جو ایمان لائے اللہ پر اور سچا جانا انہوں نے پیغمبروں کو!" (صحیح مسلم: ۲۸۳۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جنت میں ایک بازار ہے، جس میں جنتی ہر جمعہ کے روز جمع ہوا کریں گے۔ پھر شمال سے ہوا چلے گی اور ان کے کپڑوں اور چہروں سے چھوئے گی تو ان کا حسن و جمال بڑھ جائے گا۔ (جب وہ لوٹ کر گھر آئیں گے تو) گھر والے ان سے کہیں گے: خدا کی قسم تمہارا حسن و جمال تو بہت بڑھ گیا ہے۔ پھر وہ جواب دیں گے: خدا کی قسم! تمہارا حسن و جمال بھی ہمارے بعد زیادہ ہو گیا ہے۔"

(صحیح مسلم: ۲۸۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے پہلے جو گروہ جنت میں جائے گا وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہو گا، پھر جو گروہ ان کے بعد جائے گا وہ سب سے زیادہ چمکتے ہوئے تارے کی طرح ہو گا۔ جنتی نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ، نہ تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے۔ (انہیں یہ ضروریات لاحق نہیں ہوں گی) ان کے پسینے سے مشک کی خوشبو آئے گی۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں میں عُود سلگتا ہو گا اور ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی اور ان کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے، اپنے باپ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے، ساٹھ ہاتھ قد ہو گا۔" (صحیح مسلم: ۲۸۳۴)

مسلم ہی کی ایک حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ ان کے برتن بھی سونے کے ہوں گے اور یہ کہ اہلِ جنت میں نہ کوئی اختلاف ہو گا نہ بغض، ان کے دل ایک دل کی طرح ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کریں گے۔"

(صحیح مسلم: ۲۸۳۴ـ۱۷)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص جنت میں جائے گا چین سے رہے گا، بے غم رہے گا، نہ اس کے کپڑے کبھی بوسیدہ ہوں گے، نہ جوانی ختم ہو گی۔ (ہمیشہ جوان رہے گا، کبھی بوڑھا نہ ہوگا) (صحیح مسلم:۲۸۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ یا ایک قدم کے فاصلہ کے برابر جگہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سے بہتر ہے۔ اور اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو آسمان سے لے کر زمین تک منور کر دے اور ان تمام کو خوشبو سے بھر دے اور اس کا دوپٹہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے۔" (صحیح بخاری:۶۵۶۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے، مَسیں بھیگ رہی ہوں گی مگر ڈاڑھی نہ نکلی ہو گی، گورے چٹے ہوں گے، گٹھے ہوئے بدن ہوں گے، آنکھیں سرمگیں ہوں گی۔ سب کی عمریں تینتیس (۳۳) سال کی ہوں گی۔" (حسن: مسند احمد: ۷۹۳۳۔ جامع ترمذی:۲۵۳۹)

شمائل ترمذی کی روایت ہے کہ ایک بُڑھیا نے نبی ﷺ سے عرض کیا:

"میرے حق میں جنت کی دعا فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (از راہ مذاق) فرمایا: جنت میں کوئی بُڑھیا داخل نہ ہو گی۔ وہ روتی ہوئی واپس چلی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا: اسے بتاؤ کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہو گی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم انہیں خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں باکرہ بنا دیں گے۔" (ضعیف: شمائل الترمذی: ۲۳۰۔۲۴۱۔ یہ روایت مرسل ہے۔ نیز اس کا معنی صحیح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سابقہ حدیث میں گزرا ہے۔ حدیث پر مفصل کلام سلسلہ الصحیحہ: ۲۹۸۷ میں دیکھیں)

Marfat.com

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کسی عورت کے دنیا میں کئی شوہر رہ چکے ہوں اور وہ سب جنت میں جائیں تو وہ ان میں سے کس کو ملے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ جسے چاہے چُن لے اور وہ اس شخص کو چُنے گی جو ان میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی: اے رب! اس کا برتاؤ میرے ساتھ سب سے اچھا تھا، اس لیے مجھے اس کی بیوی بنا دے۔ اے ام سلمہ! حسنِ اخلاق دنیا اور آخرت کی ساری بھلائی لُوٹ کر لے گیا ہے۔" (ضعیف: معجم الکبیر للطبرانی ۲۳/ ۳۶۷، رقم: ۸۷۰۔ معجم الاوسط: ۳۱۴۱۔ اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمہ راوی ضعیف ہے۔)

جنت بڑی ہی پیاری جگہ ہے، ہمارے تصورات سے بھی زیادہ حسین۔ اس کا ذکر سن کر تو ہر شخص کو اس کی طرف لپکنا چاہیے لیکن اس کے حسن اور کشش کے باوجود بہت کم لوگ ہیں جو اس کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس کا جواب درج ذیل حدیث میں دیا گیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جنت گھیری گئی ہے ان باتوں سے جو نفس کو ناگوار ہیں اور جہنم گھیری گئی ہے نفس کی خواہشوں سے۔" (صحیح مسلم: ۲۸۲۲)

جنت ایسی جگہ ہے جہاں ایک لمحہ گزارنے کے بعد انسان زندگی کی ساری کلفتیں اور محرومیاں بھول جائے گا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ایسا شخص جس کی ساری زندگی تنگ دستی، بیماری اور مصائب میں گزری لیکن بُرے سے بُرے حالات میں بھی اس نے اللہ کو یاد رکھا اور مصائب پر صبر کی بدولت اللہ نے اسے جنت میں داخل فرما دیا۔ ایک لمحہ جنت میں گزارنے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو نے کبھی کوئی دکھ اور مصیبت دیکھی ہے تو وہ کہے گا کہ مجھے تو معلوم ہی نہیں کہ دکھ اور مصیبت کیا ہوتے ہیں۔

جہنم

حساب کا مرحلہ ختم ہونے کے بعد کفار و مشرکین و منافقین اور دیگر مجرمین کو جانوروں کی

Marfat.com

طرح ہانک کر جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ جیسا کہ سورہ مریم کی اس آیت میں فرمایا:

﴿وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴾ (مریم: ۸۶)

''اور مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے۔''

اور سورہ الزمر کی درج ذیل آیات بھی اسی بات کی نشاندہی کر رہی ہیں:

﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝﴾ (الزمر: ۷۱۔۷۲)

''(اس فیصلہ کے بعد) وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا، جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے کارندے ان سے کہیں گے: 'کیا تمہارے پاس تمہارے اپنے لوگوں میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے، جنہوں نے تم کو تمہارے رب کی آیات سنائی ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ ایک وقت تمہیں یہ دن بھی دیکھنا ہوگا؟ وہ جواب دیں گے: 'ہاں آئے تھے، مگر عذاب کا فیصلہ کافروں پر چپک گیا۔ کہا جائے گا: داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، یہاں اب تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے یہ متکبروں کے لیے۔''

بدترین ٹھکانا

جہنم ایسی بری جگہ ہے اور اس میں ایسے ایسے عذاب ہیں کہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ آگ اور لپکتے ہوئے شعلوں کا گھر ہے اور آگ بھی وہ جو ہماری دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ تیز اور سخت ہے۔ شاید ایٹمی بھٹی یا اس سے بھی زیادہ گرم جس میں جو چیز بھی ڈالی جائے ایک منٹ میں راکھ بنا دے۔

Marfat.com

یہ تو اہلِ جہنم کی رہائش گاہ ہے، جیسا کہ سورہ الاعراف میں فرمایا:

﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ (الاعراف: ۴۱)

''ان کے لیے تو جہنم (آگ) کا بچھونا ہوگا اور جہنم (آگ) ہی کا اوڑھنا۔''

جس میں وہ مسلسل جلتے رہیں گے لیکن مریں گے نہیں۔ اس کے علاوہ بھی بڑے عذاب ہیں۔ بچھو، سانپ، اژدھے اور پتہ نہیں کون کون سی بلائیں جو ہمارے تصور میں بھی نہیں اور جن کی جسامت اتنی بڑی کہ ہمارے تصور سے بھی ماورا!

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ وہاں بچھو خچر کے سائز کے ہوں گے۔ ہم جس بچھو سے واقف ہیں وہ تو ایک چھوٹا سا زہریلا کیڑا ہے جسے پاؤں سے مسلا جا سکتا ہے۔ اسی سے اندازہ لگا لیجئے کہ وہاں دوسری بلاؤں کی کیا جسامت ہوگی۔

دیگر عذابوں کے علاوہ جہنمیوں کا کھانا پینا بھی بہت بڑا عذاب ہوگا۔ کھانے کے لیے بد بودار، کڑوی اور کانٹے دار غذائیں ان کو دی جائیں گی اور پینے کے لیے زخموں کا دھوون، پیپ اور ابلتا ہوا پانی دیا جائے گا۔ قرآن و حدیث میں جہنم اور اہلِ جہنم کی زندگی کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تا کہ لوگ اپنے آپ کو اس سے بچا سکیں۔

جب تک انسان زندہ ہے جنت اور جہنم دونوں اس کے بس میں ہیں، جسے چاہے اپنے لیے منتخب کر لے۔ دونوں راستے کھلے ہیں، ان کے فائدے اور نقصانات واضح ہیں، انسان کو اختیار کی پوری آزادی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کرتا۔

﴿فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ (الکہف: ۲۹)

''جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کر دے۔''

آیئے، دیکھتے ہیں قرآن و حدیث میں جہنم کے بارے میں کیا بیان فرمایا گیا ہے۔

جہنم کا بیان بزبانِ قرآن

سورہ التوبہ میں فرمایا:

﴿يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ

Marfat.com

ظُهُوۡرُهُمۡ ؕ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ ۝﴾

(التوبہ: ۳۵)

''ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔''

اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ ناجائز سمیٹی ہوئی دولت ایک زہریلے ناگ کی صورت میں اس شخص کے گلے کا طوق بن جائے گی جو ہر وقت اس کے جبڑوں کو کاٹتا رہے گا۔ یہ ہے ناجائز دولت کا عذاب۔'' (صحیح بخاری: ۱۴۰۳)

سورہ ابراہیم میں فرمایا:

﴿مِنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسۡقٰى مِنۡ مَّآءٍ صَدِيۡدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيۡغُهٗ وَ يَاۡتِيۡهِ الۡمَوۡتُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَ مِنۡ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيۡظٌ ۝﴾ (ابراھیم: ۱۶۔۱۷)

''پھر اس کے بعد آگے اس کے لیے جہنم ہے وہاں اسے کچ لہو کا سا پانی پینے کے لیے دیا جائے گا، جسے وہ زبردستی حلق سے اتارنے کی کوشش کرے گا اور مشکل ہی سے اتار سکے گا۔ موت ہر طرف سے اس پر چھائی رہے گی مگر وہ مرنے نہ پائے گا اور آگے ایک سخت عذاب اس کی جان کا لاگو رہے گا۔''

جب ایک عذاب ختم ہوگا تو دوسرا تیار ہوگا جو اس سے بھی سخت ہوگا۔ نجات کا کوئی لمحہ اسے میسر نہ ہوگا۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿وَ نَحۡشُرُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ عُمۡيًا وَّ بُكۡمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتۡ زِدۡنٰهُمۡ سَعِيۡرًا ۝﴾ (بنی اسرائیل: ۹۷)

''ان لوگوں کو ہم قیامت کے روز اوندھے منہ کھینچ لائیں گے، اندھے، گونگے اور بہرے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ جب کبھی اس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی ہم

Marfat.com

اسے اور بھڑکا دیں گے۔"

جہنم کی آگ کبھی بجھنے نہ پائے گی۔

سورہ الحج میں فرمایا:

﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۤ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝﴾ (الحج: ۱۹۔۲۲)

"جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ جس سے ان کی کھالیں ہی نہیں پیٹ کے اندر کے حصے تک گل جائیں گے، اور ان کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب کبھی گھبرا کر وہ جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے پھر اسی میں واپس دھکیل دیے جائیں گے کہ چکھو اب جلنے کی سزا کا مزہ۔"

جب وہ باہر نکلنے کی کوشش کریں گے تو لوہے کے گرزوں سے ان کی پٹائی ہوگی اور وہ واپس اسی آگ میں جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

سورہ العنکبوت میں فرمایا:

﴿يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (العنکبوت: ۵۵)

"اس روز عذاب انہیں اوپر سے بھی ڈھانک لے گا اور پاؤں کے نیچے سے بھی اور کہے گا کہ اب مزا چکھو ان کرتوتوں کا جو تم کرتے تھے۔"

گویا جہنم ان سے متکلم ہوگی اور یہ اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے، وہ چاہے تو پتھروں کو بھی زبان دے دے۔

سورہ السجدہ میں فرمایا:

Marfat.com

﴿وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ فَسَقُوۡا فَمَاۡوٰىهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوۡۤا اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَاۤ اُعِیۡدُوۡا فِیۡهَا وَ قِیۡلَ لَهُمۡ ذُوۡقُوۡا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝﴾ (السجدہ: ۲۰)

''اور جن لوگوں نے فسق اختیار کیا ہے ان کا ٹھکانا آگ ہے، جب کبھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے، اسی میں دھکیل دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ چکھو اب اسی آگ کے عذاب کا مزہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

سورہ فاطر میں فرمایا:

﴿وَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا لَهُمۡ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقۡضٰى عَلَیۡهِمۡ فَیَمُوۡتُوۡا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمۡ مِّنۡ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِیۡ كُلَّ كَفُوۡرٍ ۝ وَ هُمۡ یَصۡطَرِخُوۡنَ فِیۡهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَیۡرَ الَّذِیۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ؕ اَوَ لَمۡ نُعَمِّرۡكُمۡ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیۡهِ مَنۡ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِیۡرُ ؕ فَذُوۡقُوۡا فَمَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ نَّصِیۡرٍ ۝﴾ (فاطر: ۳۶۔۳۷)

''اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ نہ ان کا قصہ پاک کر دیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ ان کے لیے جہنم کے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ اس طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہر اس شخص کو جو کفر کرنے والا ہو۔ وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں، ان اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے۔ (انہیں جواب دیا جائے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو لے سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس متنبہ کرنے والا بھی آ چکا تھا۔ اب مزہ چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔''

یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ اس نے پہلے ہی سے خبردار کر دیا کہ عمل کے لیے یہی زندگی ہے اور اپنے آپ کو بچانے کا موقعہ صرف اس زندگی کی مہلت ختم ہونے تک ہے، یہ مہلت ختم

Marfat.com

ہونے کے بعد کوئی دوسرا موقعہ نہیں دیا جائے گا۔

سورہ الصافات میں فرمایا:

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِیْمِ ۝﴾ (الصافات: ۶۳-۶۸)

''ہم نے اس (زقوم کے درخت) کو ظالموں کے لیے فتنہ بنا دیا ہے۔ وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے، اس کے شگوفے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر۔ جہنم کے لوگ اسے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے، پھر اس پر پینے کے لیے ان کو کھولتا ہوا پانی ملے گا اور اس کے بعد ان کی واپسی اسی آتشِ دوزخ کی طرف ہوگی۔''

سورہ ص میں فرمایا:

﴿وَ اِنَّ لِلطّٰغِیْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ هٰذَا ۙ فَلْیَذُوْقُوْهُ حَمِیْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ۝ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ۝﴾ (ص: ۵۵-۵۸)

''اور سرکشوں کے لیے بدترین ٹھکانا ہے، جہنم جس میں وہ جھلسے جائیں گے، بہت ہی بری قیام گاہ۔ یہ ہے ان کے لیے، پس وہ مزا چکھیں کھولتے ہوئے پانی اور پیپ، لہو اور اسی قسم کی دوسری تلخیوں کا۔''

سورہ الزخرف میں فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَ هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝﴾ (الزخرف: ۷۴-۷۵)

''بے شک مجرمین ہمیشہ جہنم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ کبھی ان کے عذاب میں کمی نہ ہوگی اور وہ اس میں مایوس پڑے ہوں گے۔''

Marfat.com

دائمی عذاب ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان نہیں لائے، رہے وہ مجرمین جنہوں نے اللہ کی نافرمانیاں تو کیں لیکن اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیرایا وہ جب اپنے گناہوں کی سزا بھگت چکیں گے تو ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

سورہ الدخان میں فرمایا:

﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾﴾

(الدخان: ۴۳۔۴۹)

''زقوم کا درخت گناہ گار کا کھانا ہوگا، تیل کی تلچھٹ جیسا، پیٹ میں وہ اس طرح جوش کھائے گا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔ پکڑو اسے اور رگیدتے ہوئے لے جاؤ اس کو جہنم کے بیچوں بیچ اور انڈیل دو اس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب۔ چکھ اس کا مزا، بڑا زبردست آدمی ہے تو۔''

یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور بڑے عزت دار بنتے ہیں لیکن فی الواقع اللہ کے نافرمان ہوتے ہیں۔

سورہ الرحمان میں فرمایا:

﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٤٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آنٍ ﴿٤٤﴾﴾ (الرحمن: ۴۱۔۴۴)

''مجرم وہاں اپنے چہروں سے پہچان لیے جائیں گے اور انہیں پیشانی کے بال اور پاؤں پکڑ کر گھسیٹا جائے گا (اس وقت ان سے کہا جائے گا) یہ وہی جہنم ہے جس کو مجرمین جھوٹ قرار دیا کرتے تھے۔ اسی جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان وہ گردش کرتے رہیں گے۔''

Marfat.com

یہ آخرت اور اس کے عذاب وثواب کا انکار کرنے والے لوگ ہیں۔

سورہ الواقعہ میں فرمایا:

﴿وَ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ؕ﴿۴۱﴾ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ ﴿ۙ۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ ﴿ۙ۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا کَرِیۡمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُتۡرَفِیۡنَ ﴿ۚۖ۴۵﴾ وَ کَانُوۡا یُصِرُّوۡنَ عَلَی الۡحِنۡثِ الۡعَظِیۡمِ ﴿ۚ۴۶﴾ وَ کَانُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ ۬ۙ اَئِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿ۙ۴۷﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿ۙ۴۹﴾ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۬ۙ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّکُمۡ اَیُّہَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُکَذِّبُوۡنَ ﴿ۙ۵۱﴾ لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ﴿ۙ۵۲﴾ فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡہَا الۡبُطُوۡنَ ﴿ۚ۵۳﴾ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَیۡہِ مِنَ الۡحَمِیۡمِ ﴿ۚ۵۴﴾ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡہِیۡمِ ﴿ؕ۵۵﴾ ہٰذَا نُزُلُہُمۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿ؕ۵۶﴾﴾ (الواقعہ: ۴۱-۵۶)

''اور بائیں بازو والے، بائیں بازو والوں (کی بدنصیبی) کا کیا پوچھنا۔ وہ لو کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے، جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ۔ (اے گمراہو!) تم زقوم کے درخت کی غذا کھانے والے ہو۔ اسی سے تم پیٹ بھرو گے اور اوپر سے کھولتا ہوا پانی تونس لگے ہوئے اونٹ کی طرح پیو گے۔ یہ ہے (بائیں بازو والوں) کی ضیافت روز جزا میں۔''

سورہ الملک میں فرمایا:

﴿وَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ ﴿۶﴾ اِذَاۤ اُلۡقُوۡا فِیۡہَا سَمِعُوۡا لَہَا شَہِیۡقًا وَّ ہِیَ تَفُوۡرُ ۙ﴿۷﴾ تَکَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الۡغَیۡظِ ؕ کُلَّمَاۤ اُلۡقِیَ فِیۡہَا فَوۡجٌ سَاَلَہُمۡ خَزَنَتُہَاۤ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ نَذِیۡرٌ ﴿۸﴾ قَالُوۡا بَلٰی قَدۡ جَآءَنَا نَذِیۡرٌ ۬ۙ فَکَذَّبۡنَا وَ قُلۡنَا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ ۚۖ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ کَبِیۡرٍ ﴿۹﴾﴾
(الملک: ۶-۹)

''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ

Marfat.com

بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں پھینکے جائیں گے تو اس کے دھاڑنے کی ہولناک آوازسنیں گے اور وہ جوش کھا رہی ہوگی، شدتِ غضب سے پھٹی جاتی ہوگی۔ ہر بار جب کوئی انبوہ اس میں ڈالا جائے گا، اس کے کارندے ان لوگوں سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے: ہاں خبردار کرنے والا ہمارے پاس آیا تھا مگر ہم نے اسے جھٹلا دیا اور کہا: اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے، تم بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔"

ان آیات سے تو یوں محسوس ہوتا کہ جہنم کوئی بے جان چیز نہیں بلکہ بہت ہی خوفناک قسم کا درندہ ہے جو اپنے شکار پر بہت ہی خوف ناک طریقے سے جھپٹے گا اور اسے تہس نہس کر دے گا۔

سورہ الحاقہ میں فرمایا:

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِــُٔوْنَ ۝﴾ (الحاقہ: ۳۰۔۳۷)

"پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو، پھر اسے جہنم میں جھونک دو، پھر اس کو ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ نہ اللہ بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ لہٰذا آج نہ اس کا کوئی یارِ غم خوار ہے اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا اس کے لیے کوئی کھانا، جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔"

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پر ایمان کے بعد غربا و مساکین کی مدد کرنا اللہ کو بہت پسند ہے۔

سورہ المعارج میں فرمایا:

Marfat.com

﴿كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۙ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ (المعارج:۱۵-۱۸)

''ہرگز نہیں۔ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ کی لپٹ ہوگی جو گوشت پوست کو چاٹ جائے گی، پکار پکار کر اپنی طرف بلائے گی ہر اس شخص کو جس نے حق سے منہ موڑا اور پیٹھ پھیری اور مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا۔''

ان آیات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ مال جمع کرتے رہنا اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا اللہ کو نہایت ناپسند ہے۔

سورہ الدھر میں فرمایا:

﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِيْرًا﴾ (الدھر:۴)

''کفر کرنے والوں کے لیے ہم نے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کر رکھی ہے۔''

سورہ النبا میں فرمایا:

﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۙ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ۙ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ۚ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّ لَا شَرَابًا ۙ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا ۙ جَزَآءً وِّفَاقًا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ۙ﴾ (النبا:۲۱-۲۷)

''بے شک جہنم ایک گھات ہے، سرکشوں کا ٹھکانا، جس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔ اس کے اندر کسی ٹھنڈک اور پینے کے قابل کسی چیز کا مزہ وہ نہ چکھیں گے۔ کچھ ملے گا تو بس گرم پانی اور زخموں کا دھوون (ان کے کرتوتوں کا) بھرپور بدلہ۔ وہ کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے۔''

سورہ الغاشیہ میں فرمایا:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۙ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۭ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۙ لَّا يُسْمِنُ وَ لَا يُغْنِيْ

Marfat.com

مِنۡ جُوۡعٍ ﴿۷﴾ (الغاشیہ: ۲۔۷)

''کچھ چہرے اس روز خوف زدہ ہوں گے، سخت مشقت کر رہے ہوں گے، تھکے جاتے ہوں گے، شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے، کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں دیا جائے گا، خار دار سوکھی گھاس کے سوا کوئی کھانا ان کے لیے نہ ہوگا جو نہ موٹا کرے گا نہ بھوک مٹائے گا۔''

جہنم کے کھانوں میں نہ مزہ ہوگا نہ غذائیت

سورہ الھمزہ میں فرمایا:

﴿کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ﴿۴﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ﴿۶﴾ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی الۡاَفۡـِٕدَۃِ ﴿۷﴾ اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ﴿۸﴾ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۹﴾﴾ (الھمزۃ: ۴۔۹)

''ہرگز نہیں، وہ شخص تو چکنا چُور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ چکنا چُور کر دینے والی جگہ؟ اللہ کی آگ، خوب بھڑکائی ہوئی، جو دلوں تک پہنچے گی۔ وہ ان پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی، (اس حالت میں کہ وہ آگ کے) اونچے اونچے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے)۔''

قرآن مجید کے بعد آخرت کے علم کا دوسرا سرچشمہ حدیث ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں احادیث نبوی میں جہنم کے بارے میں کیا فرمایا گیا ہے۔

جہنم کا بیان بزبانِ حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس دن جہنم لائی جائے گی، اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر ایک باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچتے ہوں گے۔'' (صحیح مسلم: ۲۸۴۲)

سورہ الملک میں فرمایا گیا ہے کہ دوزخ نہایت غضب ناک ہوگی اور دھاڑے گی۔

Marfat.com

سورہ المعارج میں فرمایا کہ دوزخ حق سے منہ موڑنے والوں کو اپنی طرف بلائے گی اور یہاں اس حدیث میں فرمایا کہ اس کی باگیں (یا لگامیں) ہوں گی جو بے شمار فرشتے اس کو قابو میں رکھنے کے لیے کھینچ رہے ہوں گے۔ اس سے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ جہنم آگ کا کوئی بے جان گڑھا نہیں ہے بلکہ جیتی جاگتی آگ ہے جسے خصوصی طور پر اللہ کے باغیوں کی سرکوبی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمہاری یہ آگ جس کو آدمی روشن کرتا ہے اس میں گرمی کا ایک حصہ ہے۔ جہنم کی آگ میں ایسے ستر حصے گرمی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: خدا کی قسم! (جلانے کے لیے تو) یہی آگ کافی تھی، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو اس سے انہتر حصے زیادہ گرم ہے، ہر حصہ میں اتنی گرمی ہے (جتنی اس آگ میں ہے)'' (صحیح مسلم: ۲۸۴۳)

اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے، آمین۔

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جہنم کی آگ بعض لوگوں کو ٹخنوں تک پکڑے گی، بعض کو گھٹنوں تک، بعض کو کمر بند تک اور بعض کو گردن تک پکڑے گی۔'' (صحیح مسلم: ۲۸۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جنت اور دوزخ نے جھگڑا کیا۔ دوزخ نے کہا، مجھ میں بڑے بڑے، زور آور اور مغرور لوگ آئیں گے۔ جنت نے کہا مجھ میں ناتواں اور مسکین لوگ آئیں گے۔ (اس پر) اللہ جل جلالہ نے دوزخ سے فرمایا: تُو میرا عذاب ہے، میں جس کو چاہوں گا تجھ سے عذاب دوں گا اور جنت سے فرمایا: تُو میری رحمت ہے، جس پر چاہوں گا تجھ سے رحم کروں گا اور تم دونوں بھری جاؤ گی۔''

(صحیح مسلم: ۲۸۴۶)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب جنت والے جنت اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا اور جنت اور دوزخ کے بیچ میں ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک پکارنے والا پکارے گا۔ اے جنت والو! اب موت نہیں ہے، اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے۔ جنت والوں کو یہ سن کر خوشی پر خوشی حاصل ہوگی اور دوزخ والوں کو رنج پر رنج ہوگا۔'' (صحیح مسلم:۲۸۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کافر کا دانت یا اس کی کچلی احد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی راہ ہوگی۔'' (صحیح مسلم:۲۸۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''کافر کے دونوں کندھوں کے درمیان تیز رو سوار کے تین دن کی راہ ہوگی۔''
(صحیح مسلم:۲۸۵۲)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جہنم کی جسامت بہت زیادہ بڑھا دی جائے گی تا کہ انہیں بہت زیادہ اور بہت سخت عذاب دیا جا سکے، اور ایسا کرنا اللہ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ سب سے کم عذاب پانے والے سے پوچھے گا، اگر تمہیں روئے زمین کی ساری چیزیں میسر ہوں تو کیا تم (اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے) ان کو فدیہ میں دے دو گے، وہ کہے گا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تم سے اس سے آسان چیز کا مطالبہ اس وقت کیا تھا جب تم آدم علیہ السلام کی پشت میں تھے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا لیکن تم نے (توحید کا) انکار کیا اور نہ مانا اور شرک کیا۔'' (صحیح بخاری:۶۵۵۷)

Marfat.com

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب اس شخص کا ہوگا جس کے دونوں قدموں کے نیچے آگ کا انگارہ رکھا جائے گا اور اس کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا جس طرح ہانڈی اور کیتلی جوش کھاتی ہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۵۶۲)

جہنم ایسا عذاب خانہ ہے جس میں مجرموں کو ان کے جرائم کے مطابق مختلف سزائیں دی جائیں گی جن میں سے ہلکی ترین سزا کا ذکر درج بالا حدیث میں کیا گیا ہے۔ یہ ایسی جگہ ہے کہ جس میں ایک لمحہ گزارنے کے بعد انسان زندگی کے سارے سکھ اور اس کی ساری خوشیاں بھول جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ایسا شخص جس نے دنیا میں کبھی دُکھ دیکھا ہی نہیں اور جس کی ساری زندگی عیش و آرام میں گزری اور جس نے نعمتیں پانے کے بعد اللہ کو بھلا دیا اور نتیجتاً جہنم میں پہنچ گیا، جہنم میں ایک غوطہ دینے کے بعد اس سے جب پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے کبھی خوشی دیکھی ہے تو وہ کہے گا میں تو جانتا ہی نہیں کہ خوشی کیا ہوتی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جہنم کیسی خوفناک جگہ ہے کہ اس میں ایک لمحہ گزارنے کے بعد انسان ساری زندگی کے عیش و آرام کو بھول جائے گا۔ اللہ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے، آمین۔

Marfat.com

چوتھا باب:

الہامی کتب پر ایمان

توحید، رسالت اور آخرت ایمان کے تین بنیادی ستون ہیں۔ ان کے ساتھ ایمان کے تین اور ستون بھی ہیں اور وہ ہیں الہامی کتابوں پر ایمان، فرشتوں پر ایمان اور تقدیر پر ایمان۔ ان میں سے الہامی کتب پر ایمان تو رسالت پر ایمان ہی کا حصہ ہے۔ درحقیقت رسولوں پر ایمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی طرف سے انسانوں کی رہنمائی کے لیے منتخب کیے گئے تھے اور انہیں اللہ کی طرف سے خصوصی رہنمائی ملتی تھی یہ رہنمائی الہامی کتب اور الہامی صحیفوں کے طور پر معروف ہے۔

ان صحیفوں میں سے بیشتر تو امتدادِ زمانہ کے ساتھ ناپید ہو چکے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بھی انسانی دست بُرد سے محفوظ نہیں رہے۔ سوائے قرآن کے سب میں تحریف ہو چکی ہے۔ بہر حال الہامی تعلیمات کے تحریف شدہ جو نسخے اس وقت کتابی شکل میں موجود ہیں ان میں سے قدیم ترین زبور ہے جو داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ اس کے وارث چونکہ یہودی ہی تھے اس لیے یہ تورات ہی کا حصہ بن گئی جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور دوسری قدیم ترین الہامی کتاب ہے۔ تورات کا یہ حصہ داؤد علیہ السلام کے ترانوں کے نام سے معروف ہے۔

تورات کے بعد انجیل نازل ہوئی۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ انجیل کے چار مختلف نسخے ہیں جو چار مختلف اشخاص نے عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کی طرف اٹھائے جانے کے کافی عرصہ بعد لکھے ہیں۔ ان میں اختلافات ہونے کے باوجود بھی عیسائی ان چاروں کو مستند مانتے ہیں۔ ان چاروں کا مجموعہ انجیل کہلاتا ہے۔ ان چار کے علاوہ ایک پانچواں نسخہ بھی ہے جو سینٹ برناباس کی انجیل کے نام سے معروف ہے۔ لیکن عیسائی دنیا اس کو نہیں مانتی، حالانکہ انجیل کے مصنفین میں یہ واحد شخص ہے جس کا نام عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں ملتا ہے۔

Marfat.com

شروع میں متعدد اناجیل متداول تھیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا جو حصہ جس کے پاس موجود تھا وہ انجیل ہی کے نام سے جانا جاتا تھا۔ بعد میں جب رومن بادشاہ آگسٹائن نے عیسائیت قبول کی تو اس نے ایک انجیل پر لوگوں کو متحد کرنے کی خاطر عیسائی مذہبی رہنماؤں کی کانفرنس بلائی اور اناجیل کے متعدد نسخوں میں سے کسی ایک پر متحد ہونے کو کہا۔ یہ لوگ ایک لمبی مدت تک بحث و تمحیص میں مصروف رہے لیکن ان کا کسی پر اتفاق نہ ہو سکا۔ بادشاہ اور مذہبی رہنما بھی اس بحث و مباحثہ سے تنگ آ گئے اور انہوں نے کسی معجزے پر انحصار کا فیصلہ کیا۔

ساری اناجیل ایک کمرے میں اکٹھی کر دی گئیں اور کمرے کے اندر ایک میز رکھ دی گئی۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگلے دن صبح انجیل کا جو نسخہ میز کے اوپر ملے گا وہ سب کے لیے قابلِ قبول ہوگا۔ اس فیصلے کے بعد کمرہ مقفل کر کے چابی شاہی نگرانی میں دے دی گئی۔ اگلے دن یہ چاروں نسخے جو آج عیسائی دنیا میں متداول ہیں میز کے اوپر پائے گے۔ اب یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ معجزہ اس کا اپنا تھا، بادشاہ کا تھا، نگران کا تھا یا پھر ان چار نسخوں کے حامیان کا؟

ان کے علاوہ صحف ابراہیم کا ذکر بھی قرآن میں ملتا ہے لیکن اس کا کوئی نسخہ محفوظ نہیں ہے۔ ہندوؤں کے وید اور زرتشتیوں کی اوستا بھی ان کے نزدیک الہامی کتابیں ہیں لیکن ہمارے پاس ان کی تصدیق یا تردید کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ہم صرف انہیں کتابوں کو الہامی کتب میں شمار کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن یا حدیث میں موجود ہے اور وہ صرف زبور، تورات اور انجیل ہیں۔ اس لیے ہم ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ کتابیں اللہ کی طرف سے نازل کی گئی تھیں اور ان پر ایمان اسلامی عقائد کا حصہ ہے۔

قرآن مجید کے نزول کے بعد ان پر عمل معطل ہو چکا ہے۔ اگر ان میں تحریف نہ ہوتی تو بھی نئے اڈیشن (قرآن) کے آنے کے بعد یہ پرانے اڈیشن (زبور، تورات، انجیل) منسوخ تھے، مگر اب تو ان کی تعلیمات ہی مشکوک ہیں، ان پر عمل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ جب عمل کے لیے مفید نہیں تو ماننا کیوں ضروری ہے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

Marfat.com

تحریف شدہ الہامی کتب پر ایمان کیوں ضروری ہے

ان کتابوں پر ایمان دراصل اس بات کی تصدیق ہے کہ ان کتب کا سرچشمہ بھی وہی ہے جو قرآن کا سرچشمہ ہے اور ان کے لانے والے اللہ کی طرف سے بھیجے گئے سچے اور برگزیدہ رسول تھے۔ یہ قرآن کے اس حکم کی تعمیل ہے کہ ہم اللہ کی طرف سے بھیجے گئے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اس کو مانیں گے اور اس کو نہیں مانیں گے، ہمارا ماننا یا نہ ماننا ہماری خواہش کے تابع نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں اس سلسلے میں قرآن وحدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے۔ سورہ بقرہ میں فرمایا:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾﴾ (البقرہ: ۲۸۵)

"رسول ﷺ اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے۔ اور جو لوگ اس رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کرلیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ: ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک، ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے۔"

سورہ نساء میں فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۳۶﴾﴾ (النساء: ۱۳۶)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہے اور ہر اس کتاب پر

Marfat.com

جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے انکار کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔''

سورہ نساء ہی میں ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾﴾ (النساء: ۱۵۰ـ۱۵۲)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہیں مانیں گے، اور کفر اور ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل و خوار کر دینے والی ہوگی۔ بخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں، ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے۔ اور اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

ان آیات میں اللہ، آخرت، تمام انبیاء، ان پر نازل ہونے والی کتابوں اور فرشتوں پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی ہے اور اس بات کی بھی تاکید کی گئی ہے کہ ان میں فرق نہ کیا جائے۔ فرق سے مراد یہ ہے کہ کسی کو مانا جائے اور کسی کا انکار کیا جائے، جیسے یہود و نصاریٰ نے کیا۔ ایسا کرنے والوں کو کافر قرار دیا گیا اور انہیں سخت سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ بات واقعی ایمان کے منافی ہے۔ ایمان میں اختیار نہیں ہے کہ جو جی چاہے مان لو اور جو نہ چاہے نہ مانو۔ اگر یہ اختیار دے دیا جائے تو پھر

Marfat.com

ایمان کیسا؟ یہ تو خواہشات کی پیروی ہوئی، اور ایمان کا تو مقصود ہی یہ ہے کہ انسان خواہشات کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں چلا جائے۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خواہشات کی بجائے اللہ کے احکام کی پیروی کی جائے۔ اس لیے جن باتوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے ان سب کو ماننا فرض ہے اور ان میں سے کسی ایک کی نفی ایمان کی نفی ہے۔

انسان کے لیے ایمان کا راستہ ہی بہتر راستہ ہے۔ ذرا سوچئے کہ اگر ہر کسی کو اس کی مرضی کے مطابق چلنے کا اختیار دے دیا جاتا تو دنیا میں کس قدر فساد برپا ہوتا۔ کوئی دو افراد ایسے نہیں ہوں گے جن کی خواہشات کہیں نہ کہیں آپس میں ٹکراتی نہ ہوں۔ اس صورت میں یہ دنیا کا نظام شاید ایک دن بھی نہ چل پاتا۔

ایمان کے چھ ارکان

حدیث کے مطابق ایمان کی بنیاد چھ (۶) چیزوں پر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''ایک شخص آیا اور رسول اللہ ﷺ کے گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایمان کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تُو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اس بات پر ایمان لائے کہ تُو آخرت میں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ہر طرح کی تقدیر (اچھی اور بری) پر ایمان لائے۔ اس شخص نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔''

صحابہ کرام حیران ہوئے کہ یہ کیسا شخص ہے کہ خود سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب کی تصدیق کرتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ادب و احترام کی بنا پر صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بالکل خاموش بیٹھتے تھے اور حتی الوسع سوال پوچھنے سے گریز کرتے تھے۔ بسا اوقات اس انتظار میں بیٹھے رہتے تھے کہ کوئی سوال کرے اور انہیں ان کے سوال کا جواب مل جائے۔
(صحیح بخاری: ۵۰۔ صحیح مسلم: ۹)

Marfat.com

پانچواں باب:

فرشتوں پر ایمان

فرشتے بھی جنوں اور انسانوں کی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ ان کی تخلیق نور (روشنی) سے ہوئی ہے، جبکہ جنوں کی تخلیق نار (آگ) سے اور انسانوں کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔ لیکن مادہ تخلیق کی بنا پر کوئی کسی سے افضل نہیں ہے۔ شیطان کو بھی یہی غلط فہمی ہوئی تھی کہ وہ انسان سے اس بنا پر افضل ہے کہ اس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے، اور اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ سے انکار کر کے ربِّ ذوالجلال کی نافرمانی کی اور راندۂ درگاہ ہو گیا۔ افضل تو وہی ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ افضل قرار دے اور اس نے آدم علیہ السلام کو جنوں اور فرشتوں سے سجدہ کروا کر انسان کی افضلیت کا اعلان کر دیا۔

انسان کو اشرف المخلوقات بنایا گیا

انسان کو فضیلت بخشنے کا اظہار سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت میں بھی کیا گیا ہے:

﴿وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ (الاسراء: ۷۰)

”یہ ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔“

انسان کی فضیلت کی وجہ

انسان کی افضلیت کی بنا اس کا مادہ تخلیق نہیں ہے۔ اگر مادہ تخلیق وجہ فضیلت ہوتا تو یہ فضیلت شاید فرشتوں کو حاصل ہوتی کیونکہ وہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس فضیلت کی وجہ اللہ کے سامنے اس کا عجز و نیاز، اس کی بندگی، اللہ کی ناراضگی کا خوف، اللہ کے ساتھ شدید

Marfat.com

محبت اور اس کی مخلوق کے ساتھ رحمت اور شفقت ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ فرشتے بندگی میں انسانوں سے بہت آگے ہیں، مگر وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں اپنی جبلت کی بنا پر کرتے ہیں، محبت اور شوق کی وجہ سے نہیں کرتے۔ جذبات اور خواہشات کا ان کے ہاں وجود ہی نہیں۔ وہ جس کام پر لگا دئے گئے ہیں وہی کرتے ہیں۔ نافرمانی کی ان میں استطاعت ہی نہیں رکھی گئی۔

اس کے برعکس انسان تو خواہشات، جذبات اور ضروریات کا مرکب ہے۔ وہ اگر اللہ کی اطاعت اور بندگی کرتا ہے تو جبلی مجبوری کے تحت نہیں کرتا بلکہ اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لیے یا اس کے شوق اور محبت میں کرتا ہے۔ فرشتہ جو بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے نہیں کرتا۔ انسان جو بھی کرتا ہے اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ فرشتہ اللہ کے راستے میں کوئی قربانی نہیں دیتا، اس کے پاس نہ خواہشات ہیں نہ جذبات، نہ مال ہے نہ اولاد اور نہ اس سے اپنی جان دینے کا مطالبہ۔ اس کے برعکس انسان اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اس کی محبت میں اپنے اختیار سے اپنی خواہشات و جذبات کی قربانی بھی دیتا ہے، اپنا مال و اولاد بھی قربان کرتا ہے، اپنی جان بھی قربان کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ......

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بس یہی ہے اس کی فضیلت کا راز، یہ انسان واقعی فرشتوں سے افضل ہے۔

دوسری طرف یہی انسان جسے اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے، جب خواہشات کی غلامی، اللہ کی نافرمانی، اور گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو اس کی پستی کی بھی کوئی حد نہیں رہتی۔ جیسا کہ سورہ التین میں فرمایا:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝﴾ (التین: ۴-۵)

"ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا، پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب

Marfat.com

نیچوں سے نیچا کر دیا۔"

اور سورہ الفرقان میں فرمایا

﴿ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۙ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ﴾ (الفرقان: ۴۳-۴۴)

"کبھی تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔"

ایسے ہی لوگوں کے لیے سورہ الاعراف میں فرمایا گیا:

﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ ﴾ (الاعراف: ۱۷۹)

"ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے، یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں۔"

فرشتے، جنوں اور انسانوں کی طرح با اختیار مخلوق نہیں

فرشتے اس لحاظ سے جنوں اور انسانوں سے مختلف ہیں کہ انہیں انتخاب کا اختیار نہیں دیا گیا۔ اسی لیے ان کے لیے نہ جزا ہے نہ سزا، نہ انعام واکرام ہے نہ عتاب۔ نہ ان میں کسی قسم کی خواہشات ہیں نہ ضروریات۔ انہیں نافرمانی کا اختیار ہی نہیں اس لیے سب اچھے ہیں، سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمانبردار۔ ہر دم حکم بجا لانے کو تیار۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی

Marfat.com

سلطنت کے کارندے ہیں، اس لیے ان کی صلاحیتیں بھی ہم سے مختلف ہیں۔ ظاہر ہے اتنی وسیع کائنات کا نظام چلانے والے شہنشاہ کو جس قسم کے کارندے درکار تھے اسی طرح کی غیر معمولی صلاحیتیں بھی ان کو بخش دیں۔

فرشتوں کی غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے ان کی پرستش کی گئی

فرشتوں کی انہیں غیر معمولی صلاحیتوں کی وجہ سے لوگوں میں ان کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اور انہیں دیوی، دیوتا کا درجہ دے دیا گیا، کسی نے کہا یہ اللہ کے چہیتے ہیں، کسی نے انہیں اللہ کی بیٹیاں بنا دیا۔ مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ قرآن مجید میں فرشتوں کے بارے میں مشرکین کے خیالات کا اظہار مختلف مقامات پر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ان کی تردید بھی کر دی گئی ہے۔ مثلاً:

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۟﴾ (بنی اسرائیل: ۴۰)

"کیسی عجیب بات ہے کہ تمہارے رب نے تمہیں تو بیٹوں سے نوازا اور اپنے لیے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا؟ بڑی جھوٹی بات ہے جو تم لوگ زبانوں سے نکالتے ہو۔"

سورہ الصافات میں یہی بات اس طرح بیان فرمائی:

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ ۟ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ ۟ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۟ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۟﴾ (الصافات: ۱۴۹۔۱۵۲)

"پھر ذرا ان لوگوں سے پوچھو، کیا (ان کے دل کو یہ بات لگتی ہے کہ) تمہارے رب کے لیے تو ہوں بیٹیاں اور ان کے لیے ہوں بیٹے۔ کیا واقعی ہم نے فرشتوں کو عورتیں ہی بنایا ہے اور یہ آنکھوں دیکھی بات کہہ رہے ہیں؟ خوب سن

Marfat.com

رکھو، دراصل یہ لوگ اپنی من گھڑت بات کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے اور فی الواقع یہ جھوٹے ہیں۔"

سورہ الزخرف میں فرمایا:

﴿ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۝ ﴾

﴿ وَ جَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف:١٦، ١٧، ١٩)

"کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں انتخاب کیں اور تمہیں بیٹوں سے نوازا؟ اور حال یہ ہے کہ جس اولاد کو یہ لوگ خدائے رحمان کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی ولادت کا مژدہ جب خود ان میں سے کسی کو دیا جاتا ہے تو اس کے منہ پر سیاہی چھا جاتی ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔ انہوں نے فرشتوں کو جو خدائے رحمان کے خاص بندے ہیں، عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کے جسم کی ساخت انہوں نے دیکھی ہے۔"

سورہ النجم میں فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ ﴾

(النجم:٢٧)

"جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو دیویوں کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔"

عرب دورِ جاہلیت میں بیٹیوں کو باعثِ عار سمجھتے تھے، اور بعض لوگ انہیں پیدا ہوتے ہی مار دیتے تھے۔ قرآن میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس چیز کو تم اپنے لیے باعثِ شرم سمجھتے ہو اسے اللہ کے ساتھ کیوں منسوب کرتے ہو؟ فی الواقع یہ ان کے عقل وخرد کا ماتم ہے کہ جس چیز کو تم اپنے لیے ناپسندیدہ قرار دیتے ہو وہ اللہ کے لیے پسندیدہ کیونکر ہو

Marfat.com

گئی۔ اگر اس کی کوئی اولاد ہے تو تمہارے خیالات کے مطابق تو بیٹے ہونے چاہئیں تھے، وہ تو اولاد دینے والا ہے، اگر بیٹیاں واقعی باعث ننگ ہیں تو پھر وہ اپنے لیے بیٹیاں کیوں پسند کرے گا؟ گویا یہ ان کی دونوں باتوں کی تردید ہے کہ نہ تو فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور نہ بیٹیاں باعث عار۔

فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے

جس طرح الہامی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح فرشتوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اور ان کا انکار کفر ہے۔ جن باتوں پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایمان لانے کا حکم دیا ہے ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ جس بات کی تصدیق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کر دی ہو اس کا انکار کفر ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرہ:۹۸)

”جو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کے دشمن ہیں، اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔“

اور سورہ النساء کی یہ آیت:

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ (النساء:۱۳۶)

”جس نے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کا انکار کیا، وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دُور نکل گیا۔“

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فرشتوں کا انکار کرنے والا کافر، اللہ کا دشمن اور گمراہ ہے۔

فرشتوں کی تعداد بے شمار ہے جس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں لاتعداد ایسے ہیں جو ہر وقت اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ کچھ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ ہمیشہ

Marfat.com

رکوع کی حالت میں رہتے ہیں، اور کچھ ہر وقت قیام کی حالت میں ہوتے ہیں۔ کچھ فرشتے وہ ہیں جو اللہ کے عرش کو تھامے ہوئے ہیں، یہ حاملینِ عرش کہلاتے ہیں۔

اللہ کے کارندے اور ان کے کام

بے شمار فرشتے ایسے ہیں جو مختلف کاموں پر مامور ہیں، ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے تعینات ہیں جو اس کی نیکیاں اور بدیاں لکھتے ہیں، یہ کراماً کاتبین (محترم لکھنے والے) کہلاتے ہیں۔ منکر و نکیر وہ دو فرشتے ہیں جو قبر میں ہر شخص کے پاس اس کے اسلام یا کفر کی تصدیق کرنے کے لیے آتے ہیں۔

جہنم کے داروغہ کا نام مالک اور جنت کے نگران کا نام رضوان ہے۔ اسرافیل وہ فرشتہ جو قیامت کے انعقاد کے لیے صور پھونکنے پر مامور ہے۔ حدیث کے مطابق وہ صور منہ میں لیے کھڑا ہے کہ کب حکم ہو اور وہ صور میں پھونک مار دے۔ جس فرشتے کے ذمے جو کام ہے وہ اسے مستعدی سے کرتا ہے۔ میکائیل بارش کا فرشتہ ہے اور بارش سے متعلقہ تمام امور اس کی نگرانی میں طے پاتے ہیں۔ عزرائیل لوگوں کی روح قبض کرنے پر مامور ہیں، انہیں ملک الموت یا موت کا فرشتہ بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث کے مطابق ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک پوری جماعت ہے جو ان کی نگرانی میں کام کرتی ہے۔ یہ اپنے کام میں اتنے مستعد ہیں کہ جب کسی کی مہلتِ عمل ختم ہو جاتی ہے تو ایک لمحہ کی بھی ڈھیل نہیں دیتے۔

فرشتوں میں سب سے برگزیدہ اور ان کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں روح کا لقب دیا ہے، روح الامین بھی انہی کو کہا جاتا ہے۔ یہ انبیا و رسل کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیغامات پہنچانے پر مامور تھے۔ یہ اللہ کے مقرب ترین فرشتے ہیں۔ حدیث کے مطابق ان کے چھ سو پر ہیں اور ان کی جسامت بہت بڑی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو دو دفعہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا، پہلی دفعہ مکہ میں غارِ حرا سے باہر نکل کر آسمان کی طرف دیکھا تو جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے آسمان پر چھائے ہوئے نظر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جدھر بھی دیکھتے ہر طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

جبریل علیہ السلام ہی نظر آتے۔ دوسری دفعہ آپ ﷺ نے ان کو معراج کے موقع پر سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھا۔

بعض عقل پرست لوگ (اگر ان کو عقل کے مارے ہوئے کہا جائے تو شاید زیادہ مناسب ہو) فرشتوں کے وجود پر ہی یقین نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک حقائق بس وہی ہیں جو وہ دیکھ اور محسوس کر سکیں۔ درحقیقت یہ لوگ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ جب انسان اللہ بزرگ و برتر کو کما حقہ پہچان لے تو پھر کسی بھی بات کو جس کا تذکرہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں کر دیا ہو یا اپنے رسول ﷺ کی زبان سے کہلوا دیا ہو، ماننے میں کیا مشکل اور کیسا تردد؟ جس نے اتنی وسیع اور منظم کائنات بنائی ہے، کیا وہ فرشتوں جیسی مخلوق پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝﴾ (الحج:۷۴)

''ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے، بے شک اللہ بہت قوت والا اور عزت والا ہے۔''

Marfat.com

چھٹا باب:

تقدیر پر ایمان

تقدیر کے معنی

لفظ ''تقدیر'' کا مادہ قَدَرَ ہے جس کے معنی ہیں حکم دینا، فیصلہ کرنا، مقرر کرنا، قیمت مقرر کرنا، اندازہ لگانا، اور تقدیر کے معنی ہیں، فیصلہ، اندازہ، قیمت کا تعین۔ قرآن مجید میں یہ دونوں الفاظ (تقدیر، قدر) بہت جگہوں پر استعمال ہوئے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں قرآن مجید میں یہ کن معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔

﴿ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ۝﴾ (الانعام: ۹۶)

''یہ سب اسی زبردست قدرت وعلم رکھنے والے کے اندازے ہیں۔''

﴿وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۝﴾ (الحجر: ۲۱)

''کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں اور جس چیز کو بھی ہم نازل کرتے ہیں، ایک مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔''

﴿وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ﴾ (المومنون: ۱۸)

''اور آسمان سے ہم نے ٹھیک حساب کے مطابق ایک خاص مقدار میں پانی اتارا۔''

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِيۡرًا ۝﴾ (الفرقان: ۲)

''جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔''

﴿وَالشَّمۡسُ تَجۡرِىۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ۝﴾ (یٰس: ۳۸)

Marfat.com

''اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے۔''

﴿اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ (القمر: ۴۹)

''ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے۔''

﴿فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾
(حٰم السجدہ: ۱۲)

''تب اس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دئے اور ہر آسمان میں اس کا قانون وحی کر دیا اور آسمانِ دنیا کو ہم نے چراغوں سے آراستہ کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا۔ یہ سب کچھ ایک زبردست علیم ہستی کا منصوبہ ہے۔''

﴿قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ (الطلاق: ۳)

''اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔''

﴿قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴾ (الدھر: ۱۶)

''شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہوں گے اور ان کو ٹھیک اندازے کے مطابق بھرا ہوگا۔''

﴿خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴾ (عبس: ۱۹)

''اللہ نے اس کو پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی۔''

﴿وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴾ (الاعلیٰ: ۳)

''جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تقدیر سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کا وہ اندازہ ہے جو اس نے ہر شے کے متعلق قائم کر دیا ہے، اب اس میں کوئی کمی یا زیادتی یا ردوبدل نہیں ہوسکتا، کیونکہ اللہ کا اندازہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ گویا یہ اللہ کے فیصلے ہیں جو ہر چیز کی پیدائش

Marfat.com

سے پہلے ہی اس نے لوحِ محفوظ میں لکھ دیئے ہیں۔ یہ صرف اللہ کا علم ہے، انسان کو چونکہ اس کا علم نہیں دیا گیا، اس لیے وہ اس کا پابند نہیں۔ وہ صرف قانونِ شریعت کا پابند ہے کیونکہ اسے شریعت کا علم دیا گیا ہے، جس میں اسے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی رضا (یعنی اس کے فیصلوں) پر راضی ہونا انسان کی بہت بڑی خوبی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں حدیث میں تقدیر کے بارے میں کیا فرمایا گیا ہے:

اللہ نے مخلوقات کی تقدیر ان کی تخلیق سے بہت پہلے لکھ دی

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا آسمان اور زمین کو بنانے سے پچاس ہزار سال پہلے۔ اس وقت پروردگار کا عرش پانی پر تھا۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۵۳)

''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا: لکھ! قلم نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا: قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ!''

(صحیح: جامع ترمذی: ۳۳۱۹۔ مسند احمد: ۲۲۷۰۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی مدت تک جنتیوں والے کام کرتا ہے پھر اس کا خاتمہ دوزخیوں کے کام پر ہوتا ہے۔ اور آدمی مدت تک جہنمیوں والے کام کرتا ہے پھر اس کا خاتمہ جنتیوں والے کام پر ہوتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی ستر سال تک نیک لوگوں کے اعمال کرتا رہتا ہے اور وصیت میں ظلم کرتا ہے اور برائی پر خاتمہ ہونے کی وجہ سے جہنمی بن جاتا ہے اور بعض لوگ ستر سال تک بد اعمالیاں کرتے رہتے ہیں، لیکن وصیت میں عدل وانصاف کرتے ہیں اور ان کا انجام بخیر ہوتا ہے اس لیے وہ جنتی بن جاتے ہیں۔''

(ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۴۔ مسند احمد: ۷۷۴۲ شہر بن حوشب راوی ضعیف ہے۔)

Marfat.com

یہ حدیث گویا درج بالا حدیث کی تشریح ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ ﷺ زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا:

''تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں معلوم نہ ہو (اللہ کے علم میں نہ ہو)۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! پھر ہم عمل کیوں کریں؟ تقدیر پر بھروسا کیوں نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، عمل کرو، ہر ایک کو آسان کیا گیا وہ جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۝۵ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰى ۝۷ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝۸ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰﴾ (اللیل: ۵-۱۰)

''پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) مال دیا اور (اللہ کی نافرمانی سے) پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا، اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور جس نے بخل کیا اور (اللہ سے) بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا، اس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔'' (صحیح مسلم: ۲۶۴۷۔ صحیح بخاری: ۴۹۴۹)

اس آیت میں اسلام اور اللہ کی اطاعت کے راستے کو آسان راستہ اور کفر اور اللہ کی نافرمانی کے راستے کو سخت راستہ کہا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ جو جس راستے کا انتخاب کرے گا وہی اس کے لیے آسان بنا دیا جائے گا۔ نہ زبردستی کسی پر اسلام تھوپا جائے گا نہ کسی کو کفر کے لیے مجبور کیا جائے گا۔ دونوں میں سے کسی بھی راستے کے انتخاب کے لیے انسان پوری طرح آزاد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''ہر چیز تقدیر سے ہے، یہاں تک کہ عاجزی اور دانائی بھی۔''

(صحیح مسلم: ۲۶۵۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''قوی مسلم، ضعیف مسلم سے بہتر ہے۔ حرص کر ان کاموں کی جو تجھ کو مفید ہیں، مدد مانگ اللہ سے اور ہمت مت ہار اور جب تم کو کوئی مصیبت آئے تو یوں مت کہہ کہ اگر میں ایسا کرتا، ایسا کرتا تو مصیبت نہ آتی، بلکہ یوں کہہ کہ اللہ کی تقدیر میں ایسا ہی تھا، جو اس نے چاہا کیا، اگر مگر کرنا شیطان کی راہ کھولتا ہے۔''

(صحیح مسلم: ۲۶۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''نذر (منت) انسان کو کوئی چیز نہیں دیتی جو اللہ نے اس کی تقدیر میں نہ لکھی ہو، بلکہ وہ تقدیر دیتی ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہو۔ البتہ اس کے ذریعے اللہ بخیل کا مال نکلوا لیتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۶۶۰۹)

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ انبیا میں سے ایک نبی نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی دس سالہ غربت اور بھوک کی شکایت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: کتنی مدت تک شکوہ کرتے رہو گے۔ زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے میں نے تمہاری قسمت اس طرح لکھی تھی اور تمہارے متعلق میرا فیصلہ یہی ہے اور میں نے دنیا پیدا کرنے سے پہلے تمہارے لیے یہی لکھا تھا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے لیے دنیا کی پیدائش کو از سرِ نو لوٹاؤں؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں نے جو تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اسے تبدیل کر دوں؟ اور تمہاری پسند میری پسند پر فائق ہو؟ مجھے میری عزت وجلال کی قسم! اگر تمہارے دل میں آئندہ اس قسم کا کوئی خیال بھی آیا تو میں تمہارا نام انبیا کے دفتر سے مٹا دوں گا۔

تقدیر پر راضی ہونا اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے

زبور میں ہے: کیا تم جانتے ہو کہ سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پل صراط سے کون

Marfat.com

گزرے گا؟ وہ جو میرے فیصلے پر راضی ہیں اور جن کی زبانیں میرے ذکر سے تر رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اے داؤد! مجھے سب سے زیادہ خوش کرنے والا اور تیرے بوجھ کو اتارنے والا کوئی عمل ایسا نہیں، جیسا کہ میری تقدیر پر خوش ہونا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے اپنی تقسیم پر راضی کر دیتا ہے۔ (مرسل: الزھد لابن المبارک بروایۃ نعیم بن حماد: ۲/ ۳۲۰ یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کو غمگین دیکھا تو فرمایا: اے عدی! کیا بات ہے، میں تجھے غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں، تو انہوں نے کہا: میں کیوں پریشان نہ ہوں؟ میرے دو بیٹے قتل ہو گئے ہیں اور میری آنکھ پھوٹ گئی ہے۔ اس پر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عدی! جو اللہ کی تقدیر پر راضی ہو وہ اس پر جاری ہو گی اور اسے اجر ملے گا۔ اور جو تقدیر پر راضی نہ ہو، وہ اس پر بھی جاری ہو گی اور اس کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔

لوحِ محفوظ

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کتاب (لوحِ محفوظ) بنی تو اللہ رب العزت نے قلم کو حکم دیا کہ لکھ، تو قلم نے اللہ رب العزت کی طرف سے لکھنا شروع کیا اور سب سے پہلے لکھا: ''میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمدؐ میرا رسول ہے۔'' پھر آگے لکھا: ''جس نے میرے فیصلوں کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کیا اور میری آزمائش پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں پر شکر نہ کیا وہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کر لے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ علیم وخبیر ہے، وہ غیب کے خزانوں کا مالک ہے، اسے معلوم ہے کہ کب، کس کے ساتھ، کیا ہونے والا ہے۔ جو ہو چکا ہے، جو ہو رہا ہے اور جو مستقبل میں ہونے والا ہے، اسے سب معلوم ہے۔ ازل سے لے کر ابد تک ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ کہیں کوئی پتّا بھی گرتا ہے تو اس کا بھی اسے علم ہے۔ اپنے اسی علم کی بنا پر اللہ نے ہر چیز کو ایک کتاب میں انسان کی پیدائش سے بھی بہت پہلے لکھ دیا۔ اس کتاب کو لوحِ محفوظ کہتے

Marfat.com

ہیں۔ اسے لوح محفوظ اس لیے کہتے ہیں کہ اس تک کسی انسان، جن، یا فرشتے کی رسائی نہیں ہے۔ جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے وہ سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہر کسی کی دسترس سے محفوظ ہے۔

اسی لوحِ محفوظ کے نوشتے کو تقدیر کہتے ہیں، یہ ہر چیز کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا اندازہ ہے جو چیزوں کے وقوع پذیر ہونے سے بہت پہلے قائم کیا گیا ہے اور اللہ کا اندازہ انسانوں کی طرح محض تخمینہ نہیں ہے جس کے غلط ہونے کا بھی امکان ہو، یہ اندازہ اللہ کے علم کی بنا پر ہے جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اس میں لکھ دیا گیا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، جیسا کہ سورہ الانعام کی اس آیت میں فرمایا:

﴿وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ (الانعام: 115)

''اور تمہارے رب کی بات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، کوئی اس کے فرامین کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے، اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

اس آیت سے دو باتوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ کسی کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام یا اس کے لکھے ہوئے کو بدل سکے اور دوسری یہ کہ اس کے فرامین سچائی اور انصاف پر مبنی ہیں۔ اور جو بات سچ اور عدل و انصاف پر مبنی ہو اسے اللہ تبارک و تعالیٰ کیوں بدلے گا۔ وہ تو سب سے بڑا عادل اور سب سچوں سے زیادہ سچا ہے، وہ خود حق ہے اور عدل اس کی خصوصی صفت ہے۔ جو کچھ اس نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے وہ سراسر حق ہے اور اس کا ایک شوشہ بھی تبدیل نہیں ہو سکتا۔

عمل اور دعائیں بھی تقدیر کا حصہ ہیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کچھ بھی تبدیل نہیں ہو سکتا تو پھر اچھے اعمال، تگ و دو اور دعاؤں کا کیا فائدہ؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے کہ کب کوئی

Marfat.com

کیا کرے گا یا کسی کے ساتھ کیا واقع ہوگا اور وہ اس کو عمل میں لانے کے لیے یا اس کے تدارک کے لیے کیا ذرائع استعمال کرے گا۔ صرف اپنے ذرائع پر انحصار کرے گا یا مجھ سے دعائیں بھی مانگے گا، صرف دعاؤں پر انحصار کرے گا یا جو وسائل اسے حاصل ہیں وہ بھی استعمال کرے گا، یا اپنے وسائل بھی استعمال کرے گا اور ساتھ دعا بھی کرے گا، اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے مسئلے کا حل صرف اس کو مہیا کردہ وسائل میں ہے یا صرف دعا میں یا دونوں میں ہے اور یہ سب کچھ بھی اس نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ فی الواقع تگ و دو کرنا اور دعائیں مانگنا بھی تقدیر کا حصہ ہے۔

اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کس کے حصہ میں کتنا رزق ہے اور یہ اسے کیسے حاصل ہوگا۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کس نے کب تک زندہ رہنا ہے اور اس کی موت کہاں واقع ہوگی۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ کس نے دنیا میں کیسی زندگی گزارنی ہے۔ اچھی یا بری، سعادت کی یا شقاوت کی اور اس کا خاتمہ اچھائی پر ہوگا یا برائی پر، ایمان پر ہوگا یا کفر پر اور یہ سب کچھ اس نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

انسان صرف اس علم کا پابند ہے جو اسے دیا گیا ہے

لیکن انسان اس لکھے ہوئے کا پابند نہیں اور نہ اس پر انحصار کر سکتا ہے، اس لیے کہ اسے تو اس کا علم ہی نہیں ہے۔ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے کی پابندی اور اس پر انحصار صرف اس صورت میں ممکن تھا کہ انسان کو اس کا علم ہوتا، مگر وہ تو ایسا علم ہے جس تک کسی انسان، جن یا فرشتے کی رسائی نہیں۔ انسان تو صرف اس علم کا پابند ہے جو اسے دیا گیا ہے اور وہ وحی کا علم ہے جو انبیاء و رسل کے ذریعے اس تک پہنچایا گیا ہے۔ وہ دین و شریعت کا علم ہے جس میں اسے بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کائنات کا واحد خالق و مالک مان کر اس کے احکامات کی پیروی کرے، اگر وہ ایسا کرے گا تو آخرت میں اسے انعام کے طور پر جنت میں رہائش ملے گی جو رہنے کے لیے بہت ہی خوبصورت جگہ ہے اور اگر اس حقیقت سے انکار کرے گا تو سزا کے طور پر جہنم میں جھونک دیا جائے گا جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

Marfat.com

اس لیے انسان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ تقدیر کے چکر میں نہ پڑے۔ وہ اللہ کا علم ہے جو اسے نہیں دیا گیا اور جو علم اسے نہیں دیا گیا اس کی کھوج کرید کیوں؟ اگر کچھ جاننا ہی چاہتا ہے تو وہ جاننے کی کوشش کرے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے اور وہ ہے علمِ دین، اسے حاصل کرے اور اس پر عمل کرے کہ......

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے اپنی طرف سے بھرپور کوشش کرے اور پھر جو بھی نتائج برآمد ہوں ان پر راضی ہو جائے۔ وہ صرف صحیح سمت میں کوشش کرنے کا مکلف ہے، اگر پوری کوشش کے باوجود نتائج حسبِ خواہش نہ نکلیں تو رنج نہ کرے اور یہ سمجھ لے کہ اس کی تقدیر میں ایسا ہی تھا اور اسے اللہ کا فیصلہ سمجھ کر اس پر راضی ہو جائے۔ ان شاء اللہ اسے اللہ کی طرف سے اطمینان کی دولت ملے گی جو دنیا میں سب سے بڑی دولت ہے۔

اگر وہ ان نتائج کو دل سے قبول نہ کرے تو بھی ان کو بدل تو نہیں سکتا، البتہ بے اطمینانی اور کڑھن کا شکار ضرور ہوگا اور اللہ کی ناراضگی الگ مول لے گا۔ فیصلہ اس کے اپنے ہاتھ میں ہے، چاہے تو تقدیر پر راضی ہو کر اللہ کی رضا اور دل کا اطمینان حاصل کرے اور چاہے تو قسمت کا شکوہ کر کے بے اطمینانی اور اللہ کی ناراضگی کا شکار ہو جائے۔

تقدیر سراسر خیر ہے

انسان کی تقدیر اس کے حق میں اللہ کے فیصلوں کا دوسرا نام ہے۔ اللہ سراپا خیر اور رؤوف و رحیم ہے اس لیے اس کے فیصلے بھی سراسر خیر اور رحم و کرم پر مبنی ہیں۔ جو ہستی سراپا خیر ہو اس سے شر کیسے صادر ہو سکتا ہے اور جو ہستی ستر ماؤں سے زیادہ رحیم و شفیق ہو وہ اپنی مخلوق پر ظلم و زیادتی کیوں کرے گی؟

انسان کو یہ بات پلّے باندھ لینی چاہیے کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ اس کے ساتھ ہوتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہے اس لیے اگر اللہ کے فیصلوں کی حکمت نہ سمجھ آئے تب بھی

Marfat.com

اسے یقین ہونا چاہیے کہ اس میں کوئی نہ کوئی بہتری ہے۔ بسا اوقات وقتی طور پر اللہ کے فیصلے انسان کی سمجھ میں نہیں آتے لیکن کچھ وقت کے بعد انکی حکمت سمجھ میں آ جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مثال دی جاتی جو اس فلسفہ کے سمجھنے میں بڑی مفید ہے۔

کہتے ہیں پرانے زمانے میں کسی بادشاہ کا ایک بڑا نیک اور باتدبیر وزیر تھا جو اللہ پر کامل بھروسا کرتا تھا۔ جب بھی بظاہر کوئی نقصان دہ کام ہو جاتا وہ کہتا تھا کہ اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہوگی۔ اس کی نیکی کی وجہ سے بادشاہ اس کی بڑی عزت کرتا تھا اس لیے دربار میں اس کے حاسدوں کا بھی ایک گروہ پیدا ہو گیا۔

ایک دن بادشاہ کی انگلی کٹ گئی۔ حاسدوں کے درباری ٹولہ نے بادشاہ کی موجودگی میں اس واقعہ کے بارے میں اس کی رائے پوچھی تو اس نے کہہ دیا کہ اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہوگی۔ حاسدوں کو موقعہ مل گیا۔ انہوں نے بادشاہ کو بھڑکایا کہ حضور دیکھئے۔ آپ کی انگلی کٹ گئی اور یہ شخص کہتا ہے کہ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔

بادشاہ ان کی باتوں میں آ گیا اور وزیر کو جیل میں ڈال دیا۔ لوگوں نے وزیر کا مذاق اڑایا اور کہا اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی۔

کچھ عرصہ بعد ایک دن بادشاہ شکار کو گیا اور شکار کا پیچھا کرتے ہوئے اپنے ملک کی حدود سے نکل کر دوسرے ملک کی حدود میں داخل ہو گیا۔ اتفاق سے اس روز ان لوگوں کا مذہبی تہوار تھا جس میں ان کے ہاں انسانی قربانی دینے کا رواج تھا۔ وہاں کے لوگوں نے بادشاہ کو پکڑ کر اپنے پروہتوں کے سامنے قربانی کے لیے پیش کر دیا۔ پروہتوں نے بادشاہ کا معائنہ کیا اور ایک انگلی کٹی ہونے کی وجہ سے کہا کہ اس کی قربانی نہیں ہو سکتی اور اسے چھوڑ دیا۔

رہائی ملنے پر بادشاہ کو انگلی کٹنے کی مصلحت سمجھ آ گئی۔ اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس آ کر وزیر کو جیل سے رہا کیا۔ وزیر پر اس کا اعتماد پہلے سے بھی بڑھ گیا، اس کے اختیارات میں اضافہ کیا اور اس کی پہلے سے زیادہ عزت ہوگئی اور لوگوں کو اس کے جیل جانے کی حکمت سمجھ آ گئی۔

یہ تو بات سمجھانے کے لیے لوگوں کی بیان کردہ ایک کہانی تھی۔ آیئے اب قرآن کے

Marfat.com

بیان کردہ چند سچے واقعات ملاحظہ فرمائیں جو اللہ نے اپنے فیصلوں کے پیچھے چھپی حکمتوں سے پردہ اٹھانے کے لیے بیان کیے ہیں۔ یہ واقعات سورہ الکہف کے آخر میں بیان کیے گئے ہیں۔

﴿فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا
عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾
قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ
خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ
فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْــَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾
فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ
اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ
صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾
فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ
نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ
صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ
لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا
اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ
شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ
بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ
يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ
سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ
يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ
اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ

Marfat.com

تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ (الکہف: ۶۵۔۸۲)

''اور وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ موسیٰ نے اس سے کہا: کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟ اس نے جواب دیا: آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے، اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو آخر آپ اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؟ موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس نے کہا: اچھا، اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں جب تک کہ میں خود اُس کا آپ سے ذکر نہ کروں۔ اب وہ دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے تو اُس شخص نے کشتی میں شگاف ڈال دیا۔ موسیٰ نے کہا: آپ نے اس میں شگاف ڈال دیا تا کہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں؟ یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کر ڈالی۔ اس نے کہا: میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟ موسیٰ نے کہا: بُھول چُوک پر مجھے نہ پکڑیے، میرے معاملے میں آپ سختی سے کام نہ لیں۔ پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اُس شخص نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا؟ یہ کام تو آپ نے بہت ہی بُرا کیا۔ اُس نے کہا: میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟ موسیٰ نے کہا: اِس کے بعد اگر میں آپ سے کچھ پوچھوں تو آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں۔ لیجیے، اب تو میری طرف سے آپ کو عُذر مل گیا۔ پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی میں

Marfat.com

پہنچے اور وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا۔ مگر انہوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ وہاں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرا چاہتی تھی۔ اُس شخص نے اس دیوار کو پھر قائم کر دیا۔ موسیٰ نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اُجرت لے سکتے تھے۔ اُس نے کہا: بس میرا تمہارا ساتھ ختم ہوا۔ اب میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہ کر سکے۔ اُس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں، کیونکہ آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ ہے جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا ہے۔ رہا وہ لڑکا، تو اُس کے والدین مومن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے ان کو تنگ کرے گا، اس لیے ہم نے چاہا کہ ان کا رب اس کے بدلے ان کو ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو اور جس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو۔ اور اس دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ دو یتیم لڑکوں کی ہے جو اس شہر میں رہتے ہیں، اس دیوار کے نیچے ان بچوں کے لیے ایک خزانہ مدفون ہے اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ اس لیے تمہارے رب نے چاہا کہ یہ دونوں بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ تمہارے رب کی رحمت کی بنا پر کیا گیا ہے، میں نے کچھ اپنے اختیار سے نہیں کر دیا ہے۔ یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تم صبر نہ کر سکے۔''

Marfat.com

دوسرا حصہ

عبادات

Marfat.com

یہ حصہ چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ جب کوئی شخص اسلام کے عقائد کو تسلیم کر لیتا ہے تو اسے اپنے ایمان کا عملی ثبوت دینا پڑتا ہے جس کے لیے اس کے سامنے عبادات کا ایک مجموعہ پیش کیا جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ کو اپنا رب مان لے اس کی ساری زندگی عبادت سے ہی عبارت ہونی چاہیے۔ عبد کے معنی بندہ اور عبادت کے معنی بندگی ہیں۔ اللہ کی مخلوق ہونے کے ناطے انسان پیدائشی طور پر اللہ کا بندہ ہے۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی ہی اسے زیب دیتی ہے۔ اس کے پاس جو بھی صلاحیتیں ہیں سب اللہ ہی کے دین ہیں اس لیے وہ اللہ ہی کی مرضی کے مطابق استعمال ہونی چاہئیں۔ یہی عقل اور احسان شناسی کا تقاضا ہے اور یہی اس کی تخلیق کا مقصد ''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اور صرف اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔'' (الذاریات:۵۶)

بلاشبہ انسان کی ہر ادا اور اس کی زندگی کے ہر پہلو سے بندگی کا اظہار ہونا چاہیے۔ اسی اظہارِ بندگی اور انسان کے مقصدِ تخلیق کے حصول کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے چند عبادات فرض کر دی ہیں جن کا تفصیلی تعارف اس حصہ میں پیش کیا جائے گا۔ ان میں سب سے اہم نماز ہے جسے دین کا ستون کہا گیا ہے۔ اس کے بعد زکاۃ ہے جو اسلام کے نظامِ تکافل کی بنیاد ہے۔ پھر روزہ ہے جو تقویٰ کی اساس ہے۔ پھر حج ہے جو عبادات کا مجموعہ اور مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے اور پھر جہاد ہے جو اسلامی نظام کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ چونکہ جہاد فرض عین نہیں بلکہ فرضِ کفایہ ہے اس لیے اس کا شمار ارکانِ اسلام میں نہیں ہوتا۔ باقی چاروں عبادات یعنی نماز، زکاۃ، روزہ اور حج فرض عین ہیں اور ارکانِ اسلام میں شامل ہیں۔ اسلام کا پانچواں رکن ایمان ہے جس کی تفصیل پہلے حصہ میں گزر چکی ہے۔ فرضِ عین اور فرضِ کفایہ میں فرق یہ ہے کہ فرضِ عین ہر فرد پر انفرادی طور پر فرض ہے اور دوسروں کے ادا کرنے سے کسی سے ساقط نہیں ہوتا جب کہ فرضِ کفایہ کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے۔ قربانی گو فرض نہیں ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے لیے ایک الگ باب قائم کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ساتواں باب:

نماز

ارکانِ اسلام میں ایمان کے بعد سب سے اہم رکن نماز ہے۔قرآن کے بیان کے مطابق انسان کی تخلیق کا مقصد ہی بندگی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾ (الذاریات:۵۶)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔''

اور نماز اظہارِ بندگی کا بہترین ذریعہ ہے۔نماز میں انسان اللہ کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوتا ہے، اس کے سامنے جھکتا ہے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔اظہارِ بندگی کا اس سے بہتر ذریعہ کوئی نہیں ہوسکتا۔

نماز تمام گزشتہ امتوں پر فرض تھی

نماز ہر نبیؑ اور ہر امت پر فرض کی گئی اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہر شریعت کا بنیادی رکن رہی ہے۔ہر نبی نے اپنی امت کو اس کی تلقین کی ہے۔ملاحظہ ہوں قرآن مجید کی یہ آیات:

جن لوگوں کو محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے الہامی کتب دی گئی تھیں، ان کے بارے میں سورہ البینہ میں فرمایا:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَوٰةَ وَذَٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾ (البینة:۵)

''اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اس کے لیے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں،

Marfat.com

یہی نہایت صحیح اور درست دین ہے۔"

ابراہیم علیہ السلام جو جد الانبیا ہیں اور جن کی تعظیم و تکریم مسلمانوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ بھی کرتے ہیں اور جن کی نبوت کے سب قائل ہیں، انہوں نے جب حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑا تو یہ دعا فرمائی:

﴿رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَ ارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝﴾ (ابراھیم:٣٧)

"پرودگار، میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پرودگار، یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے، شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔"

اس دعا سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کو مکہ میں آباد کرنے کا مقصد یہ تھا کہ نماز قائم کریں جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز ان پر فرض تھی۔ پھر اسی سورہ کی آیت نمبر چالیس میں ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا نقل کی گئی ہے جس میں آپ نے فرمایا:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝﴾

(ابراھیم: ۴٠)

"اے میرے پرودگار، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اُٹھا جو یہ کام کریں)۔ پرودگار، میری دعا قبول فرما۔"

سورہ مریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَ کَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ ۪ وَ کَانَ عِنْدَ رَبِّہٖ مَرْضِیًّا ۝﴾

(مریم: ۵۵)

"وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک

Marfat.com

پسندیدہ انسان تھا۔"

اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دینے کا مطلب یہی ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں ان کی شریعت میں فرض تھیں۔

سورہ الانبیاء میں حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ﴾ (الانبیاء:۷۳)

"اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعہ نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت کی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں ان کی شریعت کا حصہ تھیں۔

سورہ ھود میں شعیب علیہ السلام کی قوم کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شعیب علیہ السلام نماز پڑھا کرتے تھے:

﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ﴾ (ہود:۸۷)

"انہوں نے کہا، اے شعیب، کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو؟ بس تو ہی ایک عالی ظرف اور راست باز آدمی رہ گیا ہے!"

سورہ آلِ عمران میں حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ هُوَ قَآىِٕمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰى﴾ (آل عمران: ۳۹)

"فرشتوں نے اسے آواز دی جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا، کہ اللہ

Marfat.com

تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے۔'' گویا نماز ان پر بھی فرض تھی۔

موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت عطا کی گئی تو ان سے فرمایا:

﴿وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی ۝ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝﴾ (طٰہٰ: ۱۳۔۱۴)

''اور میں نے تجھ کو چن لیا ہے، سن جو کچھ وحی کیا جاتا ہے۔ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔''

نبوت دیتے ہی نماز کا حکم دے دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ نماز اللہ کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

بنی اسرائیل کو بھی نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا تھا جس کا ذکر سورہ یونس کی درج ذیل آیت میں موجود ہے۔

﴿وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰی وَ اَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝﴾ (یونس: ۸۷)

''اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ مصر میں چند مکان اپنی قوم کے لیے مہیا کرو اور اپنے ان مکانوں کو قبلہ ٹھیرا لو اور نماز قائم کرو اور اہلِ ایمان کو بشارت دے دو۔''

سورہ المائدہ میں مذکور بنی اسرائیل سے لیے گئے اس عہد کو ملاحظہ کیجئے:

﴿وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝﴾ (المائدہ: ۱۲)

Marfat.com

"اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اور ان میں بارہ نقیب مقرر کیے تھے۔ اور ان سے کہا تھا کہ: میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دی اور میرے رسولوں کو مانا اور ان کی مدد کی اور اپنے خدا کو اچھا قرض دیتے رہے تو یقین رکھو کہ میں تمہاری برائیاں تم سے زائل کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، مگر اس کے بعد جس نے تم میں سے کفر کی روش اختیار کی تو درحقیقت اس نے سواء السبیل (کامیابی کی شاہراہ) گم کر دی۔"

عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نماز کا حکم دیا گیا تھا جس کی تصدیق سورہ مریم کی اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴾ (مریم: ۳۱)

"اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں، اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔"

ان آیات سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ نماز تمام امتوں پر فرض تھی۔ سوال یہ ہے کہ اگر نماز گزشتہ امتوں پر فرض تھی تو مسلمانوں کی طرح اس کا رواج ان میں کیوں نہیں ہے۔ اس کا جواب بھی قرآن سے مل جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے سورہ مریم کی یہ آیت:

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ﴾ (مریم: ۵۹)

"پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی، پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔"

پانچ نمازوں کی فرضیت اور اوقات قرآن کی رو سے

نماز کے اوقات متعین ہیں اور نماز ان متعین اوقات کے اندر ہی ادا کرنا لازم ہے۔

Marfat.com

وقت سے پہلے نماز نہیں ہوتی اور وقت گزرنے کے بعد پڑھی جائے تو قضاء شمار ہوگی یعنی ترکِ نماز کے جرم سے تو بچ جائے گا لیکن اس اجر وثواب سے محروم رہے گا جو وقت پر ادا کرنے کی صورت میں ملتا۔ اس لیے وقت کی پابندی لازمی ہے۔ سورہ النساء کی یہ آیت اس کا بیّن ثبوت ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ (النساء:۱۰۳)

''نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندیٔ وقت کے ساتھ اہلِ ایمان پر فرض کیا گیا ہے۔''

سورہ البقرہ آیت ۲۳۸ میں فرمایا:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ (البقرہ:۲۳۸)

''اپنی نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً نمازِ وسطیٰ کی اور اللہ کے سامنے اس طرح کھڑے ہو جیسے فرماں بردار غلام کھڑے ہوتے ہیں۔''

مفسرین اور فقہا کی اکثریت کے نزدیک ''صلوٰۃِ وسطیٰ'' سے مراد عصر کی نماز ہے کیونکہ یہ دن کی دو نمازوں فجر اور ظہر اور رات کی دو نمازوں مغرب اور عشاء کے درمیان میں آتی ہے اور اس کی تائید اس متفق علیہ حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے جنگِ احزاب کے موقعہ پر کفار و مشرکین کو بددعا دیتے ہوئے فرمایا:

((حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطٰى، صَلَاةِ الْعَصْرِ، مَلَاءَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا))

''ان لوگوں (کفار و مشرکین) نے ہمیں بیچ کی نماز، نمازِ عصر سے روک دیا۔ اے اللہ تو ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''

(صحیح بخاری:۲۹۳۱۔ صحیح مسلم:۶۲۷)

سورہ ھود میں فرمایا:

Marfat.com

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰی لِلذّٰكِرِیۡنَ ﴾ (هود: ۱۱۴)

''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔ درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں۔''

دن کے دونوں کناروں سے مراد فجر اور مغرب کی نمازیں ہیں اور کچھ رات گزرنے کے بعد نمازِ عشا کا وقت ہوتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُوۡدًا ﴾ (بنی اسرائیل: ۷۸)

''نماز قائم کرو زوالِ آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے قرآن کا بھی التزام کرو کیونکہ قرآنِ فجر مشہود ہوتا ہے۔''

زوالِ آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی چار نمازیں اور قرآنِ فجر سے مراد فجر کی نماز ہے۔

سورہ طٰہٰ میں فرمایا:

﴿فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ سَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَ قَبۡلَ غُرُوۡبِهَا ۚ وَ مِنۡ اٰنَآیِٔ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡ وَ اَطۡرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرۡضٰی ﴾

(طٰہٰ: ۱۳۰)

''پس اے نبی، جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر صبر کرو، اور اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے، اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی، شاید کہ تم راضی ہو جاؤ۔''

یہاں تسبیح سے مراد نماز ہے اور اوقاتِ نماز کی طرف واضح اشارہ ہے۔ سورج نکلنے سے

Marfat.com

پہلے فجر کی نماز، سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی نماز، رات کے اوقات میں عشا اور تہجد کی نمازیں۔ دن کے کنارے تین ہو سکتے ہیں، طلوعِ آفتاب، زوالِ آفتاب اور غروبِ آفتاب، لہٰذا دن کے کناروں سے مراد فجر، ظہر اور مغرب کی نمازیں ہی ہو سکتی ہیں۔

قرآن مجید کی ان آیات سے دن میں پانچ نمازوں اور ان کے اوقات کا واضح طور پر تعین ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نبی ﷺ کی سنت اور ہر دور میں امتِ مسلمہ کا متواتر عمل بھی یہی رہا ہے۔ جو لوگ دن میں تین نمازوں کے قائل ہیں انہیں اپنے موقف پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔

پانچ نمازوں کی فرضیت اور اوقات حدیث کی رو سے

سیار بن سلامہ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''نبی ﷺ دوپہر کی نماز جسے تم پہلی نماز کہتے ہو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے تھے اور جب عصر پڑھتے اس کے بعد کوئی شخص مدینہ کے انتہائی کنارہ پر واقع اپنے گھر واپس جاتا تو سورج اب بھی تیز ہوتا تھا۔ سیار نے کہا کہ مغرب کے وقت کے متعلق جو کچھ (ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے) کہا تھا وہ مجھے یاد نہیں رہا، اور عشا کی نماز جسے تم عتمہ کہتے ہو، اس میں دیر کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہو جاتے جب آدمی اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان سکتا اور صبح کی نماز میں آپ ﷺ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھا کرتے تھے۔'' (صحیح بخاری: ۵۴۷۔ صحیح مسلم: ۶۴۷)

یہ حدیث پنجوقتہ نمازوں اور ان کے اوقات کا تعین کرتی ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت بشیر بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو پانچوں نمازیں پہلے دن اول وقت میں اور دوسرے دن آخر وقت میں پڑھائیں اور بتایا کہ نمازِ پنجگانہ کے

Marfat.com

اول وآخر اوقات یہ ہیں۔" (صحیح بخاری:۵۲۱۔صحیح مسلم:۶۱۰۔۶۱۱)

امام شافعی کی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے آپ ﷺ کو یہ نمازیں مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھائیں۔ ان میں حضرت جبرئیل امام بنے اور نبی کریم ﷺ مقتدی۔ اس طرح اوقاتِ نماز کی تعلیم قول کی بجائے فعل سے کی گئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی اور ان دونوں حدوں کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ دفعہ نہائے تو تمہارا کیا خیال ہے، کیا اس کے جسم پر کچھ بھی مَیل باقی رہ سکتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ ﷺ ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہی حال پانچ وقت کی نمازوں کا ہے، کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" (صحیح بخاری:۵۲۸۔صحیح مسلم:۶۶۷)

اس حدیث سے بھی پانچ وقت کی نمازوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ پنجگانہ گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہیں۔

پانچ نمازیں معراج کے سفر کے دوران فرض کی گئی تھیں جس کی تفصیل درج ذیل حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"پس اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ میں یہ حکم لے کر واپس لوٹا۔ جب موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا، پچاس وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔"

انہوں نے فرمایا: واپس اپنے رب کی بارگاہ میں جائیے کیونکہ آپ ﷺ کی

Marfat.com

امت اتنی نمازوں کو ادا کرنے کی قوت نہیں رکھتی۔ میں واپس بارگاہِ رب العزت میں گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں سے ایک حصہ کم کر دیا، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ ایک حصہ کم کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دوبارہ جایئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اس کے برداشت کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔

میں پھر بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوا، پھر ایک حصہ کم ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے رب کی بارگاہ میں پھر جایئے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کو بھی برداشت نہیں کر سکے گی۔ پھر میں بار بار آیا اور گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نمازیں (عمل میں) پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس (کے برابر) ہیں۔ میری بات بدلی نہیں جاتی۔

اب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر کہا کہ اپنے رب کے پاس جاؤ، لیکن میں نے کہا کہ مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے جسے کئی طرح کے رنگوں نے ڈھانک رکھا تھا جن کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا ہیں۔ اس کے بعد مجھے جنت میں لے جایا گیا، میں نے دیکھا کہ اس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔" (صحیح بخاری:۳۳۴۲)

ان احادیث کے باوجود بھی اگر کسی کو پانچ نمازوں کی فرضیت یا ان کے اوقات کے بارے میں کوئی شک ہو تو اس کے لیے صرف ہدایت کی دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

نماز کی اہمیت

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر، اس کے احکام و مسائل کا بیان اور اس کی ترغیب کم و بیش سات سو مقامات پر موجود ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً پچاس آیات ایسی ہیں جن میں لفظ صلوٰۃ کے ساتھ اس کے قیام کا حکم بھی آیا ہے۔

Marfat.com

اسلام کے نظامِ تربیت کا سب سے اہم ستون نماز ہے۔ دن میں پانچ نمازیں فرض کر کے اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ انسان کو یاددہانی کرائی جائے کہ وہ کسی کا بندہ ہے اور وہ اپنے مالک کے سامنے جوابدہ ہے۔

فجر کی نماز اسے نیند سے بیدار ہوتے ہی اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ وہ اللہ کے سامنے جوابدہ ہے۔ پھر جب وہ اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہے تو ظہر کی نماز کے ذریعے اسے یاددہانی کرائی جاتی ہے کہ تو کسی کا بندہ ہے۔ چند گھنٹے بعد نمازِ عصر کے ذریعہ اسے اپنے مالک کے دربار میں حاضری کے لیے بلا لیا جاتا ہے۔ پھر غروبِ آفتاب کے وقت جب وہ دن بھر کے کاموں سے فارغ ہوتا ہے تو نماز مغرب میں حاضری کا وقت ہو جاتا ہے اور رات کو سونے سے پہلے پھر اسے نمازِ عشاء کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں حاضری کے لیے بلایا جاتا ہے تاکہ اس کے دن کا اختتام بھی اللہ کی یاد سے ہو۔

آپ خود سوچئے کہ جس شخص کے دن کا آغاز اور اختتام اللہ کی یاد سے ہو اور بیچ میں بھی تین مرتبہ بلا کر اسے یاددہانی کرائی جائے کہ تو اللہ کا بندہ ہے، ایسے شخص کے گمراہ ہونے کا کیا امکان رہ جاتا ہے؟ اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ﴾ (العنکبوت:۴۵)

"(اے نبی ﷺ) تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"

اگر انسان تلاوتِ قرآن کو اپنا معمول بنا لے اور نماز کی پابندی کرے تو ان شاء اللہ برائی سے بچ جائے گا اور اللہ کے مقبول بندوں میں اس کا شمار ہو گا۔

نماز کی اہمیت قرآن کی رُو سے

قرآن کی بے شمار آیات میں نماز کی اہمیت کا اظہار کیا گیا ہے، ان میں سے چند ایک ملاحظہ کیجئے۔ قرآن مجید کے آغاز ہی میں سورہ البقرہ میں فرمایا گیا ہے کہ اس قرآن سے وہی

Marfat.com

لوگ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں:

﴿الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝﴾

''جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

سورہ البقرہ آیت ۴۳ میں فرمایا:

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۴۳)

''نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں ان کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔''

سورہ البقرہ آیت ۱۱۰ میں فرمایا:

﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾ (البقرہ: ۱۱۰)

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، تم اپنی عاقبت کے لیے جو بھلائی کما کر آگے بھیجو گے، اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے، جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اللہ کی نظر میں ہے۔''

سورہ البقرہ آیت ۱۵۳ میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۳)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے سے مشکلات آسان ہوتی ہیں۔

سورہ البقرہ آیت ۲۷۷ میں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۲۷۷)

Marfat.com

''بے شک، جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔''

سورہ النساء میں فرمایا:

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝﴾ (النساء:۱۰۳)

''پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو۔ اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو پوری نماز پڑھو۔ نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندیٔ وقت کے ساتھ اہلِ ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔''

یہ خوف اور خطرے کی حالت میں نماز کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ خطرے کی حالت میں با جماعت نماز کیسے ادا کی جائے۔ گویا اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ جب دشمن سر پر کھڑا ہو اس وقت بھی نماز با جماعت ہی ادا کرنی چاہیے۔

سورہ الانعام میں فرمایا:

﴿وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۷۱-۷۲)

''اور اس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ مالک کائنات کے آگے سرِ تسلیم خم کر دو۔ نماز قائم کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔''

اور اسی سورہ کی ایک دوسری آیت میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝﴾ (الانعام: ۹۲)

''جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نمازوں

Marfat.com

کی پابندی کرتے ہیں۔''

سورہ الانفال میں فرمایا:

﴿الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾

(الانفال: ۳۔۴)

''جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں،قصوروں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔''

سورہ التوبہ میں فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾

(التوبہ: ۷۱)

''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔''

سورہ الحج میں فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝﴾ (الحج: ۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے۔اور تمام معاملات کا

Marfat.com

انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔"

سورہ النور میں فرمایا:

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝٥٦﴾ (النور: ٥٦)

"نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور رسول کی اطاعت کرو۔ امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔"

سورہ النمل میں فرمایا گیا:

﴿هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝٢ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ۝٣﴾ (النمل: ٢-٣)

"ہدایت اور بشارت ان ایمان لانے والوں کے لیے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور پھر وہ ایسے لوگ ہیں جو آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔"

سورہ فاطر میں فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً یَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝٢٩﴾ (فاطر: ٢٩)

"جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں، یقیناً وہ ایک ایسی تجارت کے متوقع ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔"

سورہ المجادلہ میں فرمایا:

﴿فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١٣﴾ (المجادلہ: ١٣)

"پس نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے رہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔"

Marfat.com

سورہ الجمعہ میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الجمعہ: ۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔''

نماز کی اہمیت حدیث کی رو سے

حدیث کے مطابق قیامت کے دن جس بات کی سب سے پہلے باز پرس ہوگی وہ نماز ہے، جو اس میں کامیاب ہوگیا وہ کامیاب ہے اور جو اس میں ناکام ہوگیا وہ ناکام ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ کرنے کے لیے یہ ایک حدیث بھی کافی ہے۔ مگر نماز کی اہمیت کے بارے میں تو بے شمار احادیث ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ جس نے نماز کو ضائع کر دیا اس نے اپنے دین کو برباد کر دیا۔

نبی ﷺ نے اس بات کی تعلیم دی ہے کہ بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز سکھائی جائے اور اس کی ترغیب دی جائے اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان سے نماز کی پابندی کرائی جائے اور اگر صرف ترغیب سے کام نہ چلے تو ترہیب سے بھی کام لیا جا سکتا ہے تاکہ سنِ بلوغ کو پہنچنے تک بچوں میں نماز کی عادت اتنی پختہ ہو جائے کہ وہ اسے ضائع کرنے کا تصور بھی نہ کر سکیں۔

ایمان کے بعد اسلام کے جتنے بھی ارکان ہیں نماز ان میں سب سے اہم ہے۔ درحقیقت نماز کے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مغربی تہذیب کے اثرات نے تو اسلام کا حلیہ ہی بدل دیا ہے۔ جس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی ہو وہ بھی شہدا میں شمار ہوتا ہے۔ جس نے عمر بھر وضو نہ کیا ہو اور ہر وقت غلاظت میں لتھڑا رہے وہ بہت اونچے درجے کا ولی ہے۔

یہ محض اس دور کا تصور ہے کہ انسان نماز پڑھے یا نہ پڑھے، اُس کے اسلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نبی ﷺ کے دور میں منافقین بھی پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے، بلکہ باجماعت نماز پڑھتے تھے تاکہ ان کا شمار مسلمانوں میں ہو سکے۔ اس وقت مسلمان

Marfat.com

کی پہچان ہی یہی تھی کہ نماز کا وقت آنے پر وہ نماز کے لیے حاضر ہو جائے۔

نبی ﷺ نے مسلمانوں کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ جب ان کے کسی لشکر کا گزر کسی بستی پر سے ہو تو یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا یہ بستی مسلمانوں کی ہے یا کفار کی، اذان دی جائے۔ اگر بستی مسلمانوں کی ہوئی تو اذان کا جواب مل جائے گا۔ گویا یہ اسلام کی پہچان ہے اور نماز کے بغیر اسلام کا کوئی تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

اسلام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں کہ جب دل چاہے یا فارغ ہو تو نماز پڑھ لو اور اگر مصروف ہو تو نماز چھوڑ دو۔ یہ اختیار ہم نے خود اپنے لیے وضع کر لیا ہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسا کوئی اختیار ہمیں نہیں دیا۔ اسلام کے دوسرے ارکان میں بعض حالتوں میں استثناء ہے۔ مثلاً زکوٰۃ صرف مالدار کے لیے ہے، نادار کے لیے نہیں ہے۔ روزہ صحتمند کے لیے ہے بیمار کے لیے نہیں ہے۔ حج صاحبِ استطاعت کے لیے ہے، استطاعت نہ ہو تو نہیں ہے۔

لیکن نماز کسی صورت میں معاف نہیں ہے۔ وضو نہیں کر سکتے تو تیمم کر لو، کھڑے نہیں ہو سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو، بیٹھ بھی نہیں سکتے تو لیٹے لیٹے اشاروں سے ہی پڑھ لو۔ مگر پڑھو ضرور، چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہے۔ استثناء کی صرف ایک صورت ہے کہ انسان اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے، لیکن جب بھی ہوش میں آئے، قضا پڑھ لے۔ اور اگر اسی بے ہوشی میں چل بسے تو لواحقین اس کی قضا نمازوں کا فدیہ دیں۔

تارکِ نماز کے بارے حضرت امام ابوحنیفہ کا مسلک ائمہ اربعہ میں سب سے نرم ہے لیکن وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اسے جیل میں رکھا جائے تا وقتیکہ وہ نماز کی پابندی کرے۔ بعض ائمہ تو تارکِ نماز کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ یہ ہے نماز کے بارے میں اسلام کا عمومی موقف۔ آیئے اب اس سلسلہ کی احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”نماز حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا، اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے گرا دیا، اس نے دین کو گرا دیا۔“

Marfat.com

(ضعیف: احیاء علوم الدین: ۱/ ۱۴۷۔ یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ بہت سی کتب میں موجود ہے۔ لیکن وہ بھی ضعیف ہیں۔ تاہم یہ روایت صحیح ہے کہ اسلام کا ستون نماز ہے۔ دیکھئے: مسند احمد: ۲۲۰۶۸)

اور ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ (ضعیف: معجم الاوسط للطبرانی: ۳۳۴۸۔ ابوجعفر الرازی راوی ضعیف ہے۔)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مقررہ وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا، اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ لوگ تیری زبان سے محفوظ رہیں۔'' (صحیح بخاری: ۵۹۷۰۔ صحیح مسلم: ۸۵۔ تنبیہ: روایت کا دوسرا حصہ مجھے نہیں ملا ''کہ تیری زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔'')

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں، جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں اور جس کی نماز نہیں اس کا دین نہیں۔ بے شک دین میں نماز کا وہی مقام ہے جو جسم میں سر کا مقام ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: مسجدوں کو آباد کرنے والے ہی اللہ بزرگ و برتر کی دوستی کے لائق ہیں۔'' (ضعیف: تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۱۱۹۔ صالح بن مری راوی ضعیف ہے۔)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندے اور کفر کے درمیان (حد فاصل) ترکِ نماز ہے۔'' (صحیح مسلم: ۸۲)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہمارے اور ان (کفار و مشرکین) کے درمیان فرق کرنے والی کسوٹی نماز ہے، جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے یقیناً کفر کیا۔'' (صحیح: جامع ترمذی: ۲۶۲۱۔ سنن

Marfat.com

نسائی: ۴۶۳۔ سنن ابن ماجہ: ۱۰۷۹۔ مسند احمد: ۲۲۹۳۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

''ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جس نے نماز کی حفاظت کی، قیامت کے دن یہ اس کے لیے روشنی، دلیل اور نجات کا باعث ہو گی، اور جس نے اس کی حفاظت نہ کی، قیامت کے دن اس کے لیے نہ کوئی روشنی ہو گی، نہ دلیل اور نہ نجات اور قیامت کے دن وہ قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔'' (اس کا انجام کفر کے ان نمائندوں جیسا ہو گا)۔

(حسن: مسند احمد: ۶۵۷۶۔ سنن دارمی: ۲۷۶۳۔ شعب الایمان للبیہقی: ۲۵۶۵)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے ان کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور انہیں وقت پر ادا کیا اور رکوع وسجود کو خشوع کے ساتھ اچھی طرح مکمل کیا، اس کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ اسے بخش دے گا۔ اور جس نے ایسا نہ کیا، اس کے لیے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں۔ چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے تو اسے عذاب دے۔'' (صحیح: سنن ابی داود: ۴۲۵۔ مسند احمد: ۲۲۷۰۴)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی مومن شخص ایسا نہیں جو فرض نمازیں وقت پر ادا کرے اور ان کے لیے اچھی طرح وضو کرے اور خشوع وخضوع کے ساتھ رکوع وسجود کرے تو یہ اس کے گزشتہ گناہوں کا کفارہ نہ بن جائیں جب تک کہ اس سے کوئی کبیرہ گناہ نہ سرزد ہو اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔'' (صحیح مسلم: ۲۲۸۔)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور نماز کا طریقہ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیر ٹھیر کر قراءات کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

Marfat.com

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھتے، پھر رک جاتے۔ پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے، پھر رک جاتے تھے۔''

(صحیح: سنن ابوداود: ۴۰۰۱۔ جامع ترمذی: ۲۹۲۷۔ مسند احمد: ۲۶۵۸۳)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کرتے اور قرأت کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے فرماتے اور جب رکوع میں جاتے تو سر مبارک کو نہ اوپر کی جانب اٹھاتے نہ نیچے کی جانب جھکاتے بلکہ درمیانی حالت میں رکھتے (بالکل کمر کے متوازی) اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو سجدہ میں اس وقت تک نہ جاتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو جب تک بالکل سیدھے نہ بیٹھ جاتے دوسرا سجدہ نہ فرماتے، اور ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے اور اس وقت بائیں پاؤں کو نیچے بچھا لیتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے اور اس بات سے بھی منع فرماتے کہ آدمی سجدہ میں اپنی کلائیاں کہنیوں تک زمین پر رکھے جس طرح کہ درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھا کر بیٹھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم کرتے تھے۔'' (صحیح مسلم: ۴۹۸)

نماز میں خشوع کی اہمیت

خشوع کے معنی ہیں کسی کے سامنے جھک جانا، عاجزی اختیار کرنا، سرِ تسلیم خم کرنا۔ نماز میں خشوع اختیار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے مکمل طور پر جھک جائے، اس کے سامنے عاجز بندے کی طرح کھڑا ہو، اسے اللہ کی بڑائی اور اپنی کم مائیگی کا پوری طرح احساس ہو، اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ جلالت اور اپنی بندگی کا علم ہو، اس کا دل پوری طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف مائل ہو اور وہ اللہ کی یاد میں ڈوب جائے۔ یہی وہ نماز ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ میری یاد کے لیے نماز قائم کرو اور یہی وہ نماز ہے جو

Marfat.com

فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

بعض فقہاء جن میں حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت حسن بصریؒ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شامل ہیں، خشوع کو نماز کی شرط قرار دیتے ہیں اور اس کے بغیر نماز کو باطل قرار دیتے ہیں۔ لیکن ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء خشوع کو نماز کی شرط نہیں بلکہ نماز کی روح قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک نماز ادا تو ہو جاتی ہے مگر یہ بے روح نماز ہے جس سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے جو نماز سے مطلوب ہیں۔ بہر حال ان کے نزدیک بھی تکبیر تحریمہ کے وقت خشوع شرط ہے یعنی جب نماز شروع کرے تو اس وقت پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو، اگر تکبیر تحریمہ کہتے وقت بھی اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو تو گویا وہ نماز میں داخل ہی نہیں ہوا، اس لیے اس کی نماز نہیں ہوگی۔

خشوع کی اہمیت جاننے کے لیے قرآنِ کریم کی مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجیے:

سورہ المومنون میں فرمایا گیا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲﴾ (المؤمنون: ۱۔۲)

''یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں کامیابی کے لیے نمازوں میں خشوع اختیار کرنا ضروری ہے۔

سورہ الحدید میں فرمایا:

﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (الحدید: ۱۶)

''کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے سامنے جھک جائیں؟''

اللہ کے ذکر سے مومنین کے دلوں میں خشوع پیدا ہونا چاہیے یعنی دل اللہ کے سامنے

Marfat.com

جھک جانے چاہئیں۔ دل کو اللہ کی طرف مائل کرنے کے لیے اللہ کا ذکر ضروری ہے، اس کے بغیر دل موم نہیں ہوتا۔

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا:

﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا ۩﴾ (بنی اسرائیل:۱۰۹)

''اور وہ (اہل ایمان) منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اسے (قرآن کو) سن کر ان کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے۔''

تلاوتِ قرآن سے خشوع میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے قرآن مجید کی تلاوت باقاعدگی سے کرنی چاہیے۔

سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾

(البقرہ:۴۵)

''صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کے لیے مشکل نہیں ہے جو اللہ کے فرماں بردار ہیں۔''

نماز کی پابندی مشکل کام ہے لیکن اگر دل میں خشوع ہو تو یہ کام ذرا بھی مشکل نہیں رہتا، بلکہ نماز چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔

سورہ الانبیاء میں حضرت زکریا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ (الانبیاء:۹۰)

''یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ خشوع نیک لوگوں کی خصوصیت ہے۔

ایک حدیث میں منقول ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی

Marfat.com

فرمائی کہ جب تو میرے سامنے (نماز) میں کھڑا ہو تو حقیر اور ذلیل شخص کی طرح اپنے نفس کی مذمت کرتا ہوا کھڑا ہو کہ نفس اسی کا مستحق ہے اور جب مجھ سے دعا مانگے تو اس طرح کہ تیرے جسم پر لرزہ طاری ہو۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نصیحت فرمایئے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تمہاری نماز ایسی ہونی چاہیے کہ معلوم ہو کہ تم اس وقت مر رہے ہو اور دنیا چھوڑ رہے ہو۔ (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۴۱۷۱۔ مسند احمد: ۲۳۴۹۸۔ عثمان بن جبیر راوی مجہول الحال ہے۔)

یعنی ہر نماز کو آخری نماز سمجھ کر پڑھنا چاہیے۔ ظاہر ہے جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ یہ اس کی آخری نماز ہے تو وہ اسے پوری توجہ کے ساتھ پڑھے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نماز کے وقت اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ دوسری طرف التفات نہ کرے۔ جب بندہ دوسری طرف التفات کرتا ہے یعنی گوشۂ چشم سے دیکھتا ہے تو اللہ اس سے رُخ پھیر لیتا ہے۔''

(صحیح: سنن ابوداود: ۹۰۹۔ سنن نسائی: ۱۱۹۴۔ مسند احمد: ۲۱۵۰۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ بھی اپنا رخ اس کی طرف کر لیتا ہے۔ پھر جب آدمی اپنا رخ پھیر لیتا ہے، تو اللہ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو کس کی طرف رخ پھیرتا ہے؟ مجھ سے بہتر کون ہے؟ میری طرف رخ کر! جب آدمی دوبارہ روگردانی کرتا ہے تو اللہ وہی پہلی بات فرماتا ہے، جب تیسری بار آدمی منہ پھیر لیتا ہے (توجہ ہٹا لیتا ہے) تو اللہ بھی اس کی طرف سے رخ پھیر لیتا ہے۔'' (رواہ البزار)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز کے دوران اپنی داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا

Marfat.com

کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا سے بھی اس کا اظہار ہوتا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے پہلے جو چیز اس امت سے اُٹھ جائے گی وہ خشوع ہے، یہاں تک کہ قوم میں کوئی خاشع نظر نہیں آئے گا۔'' (ضعیف: مسند الشامیین للطبرانی: ۱۵۷۹۔ حلیۃ الاولیاء: ۵ / ۱۲۴۔ اس کی سند میں فرج بن فضالہ راوی ضعیف ہے۔ تاہم امام بیہقی نے مجمع الزوائد ۲۸۱۳ میں اسے حسن قرار دیا ہے۔)

نماز میں خشوع و خضوع کی وہی حیثیت ہے جو جسم میں روح کی ہے۔ خشوع نماز کی جان ہے۔ جس نماز میں خشوع نہ ہو وہ بے جان لاشے کی طرح ہے جو دیکھنے میں تو انسان لگتا ہے لیکن کسی کام کا نہیں۔

خشوع کی مثالیں

حضرت مطرف بن عبد اللہ الشخیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے اس طرح آواز آ رہی تھی جیسے ہانڈی میں اُبال آیا ہوا ہو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری تھا اور رونے کی آواز کو دبانے کی کوشش میں اس طرح کی آواز آ رہی تھی۔ (صحیح: سنن ابوداود: ۹۰۴۔ سنن نسائی الکبریٰ: ۵۴۹)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

''ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آنسو بہہ کر سینہ مبارک تک آ گئے، پھر رکوع کیا اور رکوع میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر سجدہ میں بھی گریہ جاری رہا۔ اس کے بعد سجدہ سے سر اٹھایا تو اس وقت بھی روتے رہے، یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر فجر کی نماز کے لیے آواز دی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ اس قدر روتے ہیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گزشتہ اور آئندہ سارے

Marfat.com

گناہوں کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما چکا ہے۔ حضور نے فرمایا: تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' (صحیح: ابن حبان (الاحسان) ۶۲۰۔ صحیح بخاری: ۴۸۳۶ مختصراً)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ رکوع کے بعد اتنی دیر قیام کرتے کہ ہم لوگ سمجھتے کہ حضور ﷺ سجدے میں جانا بھول گئے ہیں۔ (سیرۃ النبی، جلد ۲۔ از شبلی نعمانی)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کی حضور ﷺ رات میں کچھ دیر سوتے، پھر اُٹھ کر نماز پڑھتے، پھر سو جاتے، پھر اُٹھ بیٹھتے اور نماز میں مصروف ہو جاتے۔ غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اکثر دن کو روزے رکھتے اور راتیں نماز میں گزارتے۔ خشوع و خضوع کا یہ حال تھا کہ نماز میں بے جان لکڑی کی طرح بے حس و حرکت کھڑے رہتے، روتے اس قدر تھے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فجر کی نماز میں پوری سورہ البقرہ پڑھ ڈالتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کا بیشتر حصہ جاگ کر بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے، جب صبح ہوتی تو اپنے گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے:

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ (طٰہٰ: ۱۳۲)

''اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔''

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب یہ آیت پڑھتے:

﴿قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ (یوسف: ۸۶)

''اس نے کہا میں اپنی پریشانی اور اپنے غم کی فریاد اللہ کے سوا کسی سے نہیں کرتا۔''

تو اس زور سے روتے کہ میں ان کے رونے کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں پچھلی صف میں ہوتا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ نماز پڑھ رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے:

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝﴾ (الطور: ۷۔۸)

Marfat.com

"بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے، جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔"

تو اس قدر روئے کہ روتے روتے آپ کی آنکھیں متورم ہوگئیں۔

ایک نماز میں آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَإِذَآ أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِينَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴾

(الفرقان: ۱۳)

"اور جب یہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے دوزخ کی ایک تنگ جگہ میں ٹھونسے جائیں گے تو اپنی موت کو پکارنے لگیں گے۔"

یہ آیت پڑھ کر آپ پر ایسا خوف طاری ہوا کہ آپ کی حالت غیر ہوگئی۔

ایک بار فجر کی نماز میں سورہ یوسف شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے:

﴿وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴾ (یوسف: ۸۴)

"وہ دل ہی دل میں غم سے گھٹا جا رہا تھا اور اس کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔"

تو زار زار رونے لگے، قراءت جاری رکھنا دشوار ہوگیا، مجبور ہو کر رکوع میں چلے گئے۔

صائب بن یزید رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں، کہ قحط کا زمانہ تھا، میں نے آدھی رات کو دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور دعا میں بار بار کہہ رہے تھے۔ اے اللہ! ہم لوگوں کو قحط سے ہلاک نہ کر، اس بلا کو ہم سے دور کردے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حالت نماز میں ایسی ہوتی کہ انجان دیکھتا تو ڈر جاتا کہ اس نماز میں ان کی روح پرواز کر جائے گی۔ بسا اوقات ان پر اس قدر گریہ طاری ہوتا کہ آنکھیں سوج جاتیں۔ امام شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد نہ دن کو آرام کیا نہ رات کو سوئے۔ بس کسی وقت اونگھ لیتے اور فرماتے تھے کہ دن کو سو جاؤں تو عوام کے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے اور رات سو کر گزاروں تو آخرت کا خسارہ نظر آتا ہے۔

شہادت سے قبل نیزہ کے زخم سے مسلسل خون جاری تھا، اس سے کمزوری اس قدر بڑھ

Marfat.com

گئی کہ بار بار غفلت طاری ہو جاتی۔ اس حالت میں بھی جب ہوش میں آتے تو سب سے پہلے نماز پڑھتے اور فرماتے مجھے معلوم ہے جو شخص نماز ادا نہ کرے، اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ کسی نے اس حال میں پوچھا: ایسا کیوں ہو جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس امانت کو ادا کرنے کا وقت ہے، جس کو زمین و آسمان نہ اٹھا سکے، پہاڑوں نے اپنے عجز کا اظہار کیا۔ میں ڈرتا ہوں کہ اسے پورا کر سکوں گا کہ نہیں۔ (احیاء علوم الدین: ۱/ ۱۵۱۔ اس کی سند مذکور نہیں۔)

ایک دفعہ آپ کی پنڈلی میں تیر لگ گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی تو تکلیف کی وجہ سے نہ نکال سکے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نماز کے لیے کھڑا ہوں تو نکال لینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب آپ نماز میں مشغول تھے تو تیر نکال لیا گیا، آپ کا انہماک اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کو تکلیف کا احساس نہ ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ فجر کی نماز پڑھا کر دائیں جانب رخ کر کے بیٹھ گئے۔ آپ کے چہرے سے رنج و غم کا اظہار ہو رہا تھا۔ طلوعِ آفتاب تک آپ اسی طرح بیٹھے رہے۔ اس کے بعد بڑے تاثر کے ساتھ اپنا ہاتھ پلٹ کر فرمایا: خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو دیکھا ہے، آج ان جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔

ان کی صبح اس حال میں ہوتی کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے، چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے، وہ ساری رات اللہ کے حضور سجدے میں پڑے ہوتے، کھڑے کھڑے قرآن مجید پڑھ رہے ہوتے، کھڑے کھڑے تھک جاتے تو کبھی ایک پاؤں پر سہارا لے لیتے کبھی دوسرے پاؤں پر، وہ اللہ کا ذکر کرتے تو کیف واثر سے اس طرح جھومتے جیسے ہوا میں درخت جھومتے ہیں اور اللہ کے خوف سے ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے

Marfat.com

کپڑے تر ہو جاتے تھے۔ ایک اب کے لوگ ہیں کہ غفلت میں رات گزار دیتے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ وضو کرتے تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا، کسی نے پوچھا، ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک بڑے جبار بادشاہ کی پیشی میں کھڑے ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ پھر وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے: ''اے اللہ تیرا بندہ تیرے دروازے پر ہے، اے احسان کرنے والے۔ اور تو نے ہم میں سے احسان کرنے والے کو حکم دیا کہ گناہ گار سے درگزر کرے۔ اور تو احسان کرنے والا ہے اور میں گناہ گار ہوں، پس تو میری برائیوں کو اپنی طرف سے اچھائیوں میں بدل دے، اے کریم۔''

آپ کے اوقات کا اکثر حصہ عبادت میں صرف ہوتا تھا۔ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے آپ کی عبادت کا حال دریافت کیا۔ اس نے بتایا کہ فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک مصلیٰ پر بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے ہیں اور آنے جانے والوں سے ملتے ہیں، دن چڑھے چاشت پڑھ کر امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کی خدمت میں سلام کرنے کے لیے جاتے ہیں، پھر گھر سے ہو کر مسجد چلے جاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اتنا طویل قیام کرتے کہ دونوں پاؤں میں ورم آ جاتا۔ اکثر شدتِ ورم سے پاؤں پھٹ جاتے اور ان سے خون نکلنے لگتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ کی نماز سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شب بیداری کے لیے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا تھا۔ ایک حصہ میں آپ خود نماز پڑھتے تھے، دوسرے میں آپ کی بیوی نماز پڑھتی تھی اور تیسرے میں آپ کا غلام نماز پڑھتا تھا۔ باری باری سے ایک دوسرے کو جگاتے تھے۔ (بخاری)

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جب کفارِ مکہ سولی دینے لگے تو انہوں نے پوچھا کہ اگر تمہاری کوئی خاص تمنا ہو تو کہو، خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں ایک تمنا ہے اگر تم پوری کر سکو۔

Marfat.com

انہوں نے پوچھا: کیا؟ فرمایا: اگر تم لوگ مہلت دو تو دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ ان لوگوں نے مہلت دے دی۔ آپ نے جلدی سے نماز ادا کی اور فرمایا: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ میں نے موت کے ڈر سے نماز کو لمبا کر دیا ہے تو میں اسے خوب طویل کرتا۔ اور جب انہیں سولی پر لٹکایا گیا تو فرمایا: ربِّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا!

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: محمد بن زید رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ عبد اللہ بن عمر رات کو چار پانچ مرتبہ اٹھتے اور نماز پڑھتے تھے۔ آپ کی شب بیداری کی وجہ بھی سننے کے قابل ہے۔ ایک دفعہ نبی ﷺ کی زبان مبارک سے نکل گیا کہ عبد اللہ کیا ہی اچھا آدمی ہوتا اگر وہ رات میں نمازیں پڑھا کرتا۔ حضرت عبد اللہ نے یہ بات سنی تو ساری زندگی کے لیے یہ معمول بنا لیا کہ رات کو بہت کم سوتے اور زیادہ وقت نماز میں گزارتے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اس خشوع وخضوع اور استغراق اور محویت کے ساتھ نماز پڑھتے کہ قیام کی حالت میں بے جان ستون معلوم ہوتے۔ طویل سجدہ کی وجہ سے ایسے بے حس وحرکت ہو جاتے کہ چڑیاں اڑ اڑ کر آپ کی پشت پر آ بیٹھتیں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو ابن زبیر کی نماز کو دیکھ لو۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک چڑیا ایک شاخ سے اُڑی اور باہر نکلنے لگی۔ لیکن باغ گھنا تھا اور چڑیا کو باہر جانے کا راستہ نہیں مل رہا تھا۔ وہ راستے کی تلاش میں اِدھر سے اُدھر اُڑتی رہی۔ حضرت ابو طلحہ کی نظر چڑیا پر جا پڑی اور دیر تک خیال اسی کے ساتھ الجھا رہا، تنبہ ہوا تو یاد نہ رہا کہ کونسی رکعت ہے۔ آپ کو بڑا صدمہ ہوا کہ نماز میں ایسی غفلت۔ چونکہ باغ کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی اس لیے نماز سے فارغ ہو کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کر کے عرض کیا کہ باغ ہی کی وجہ سے نماز میں یہ غفلت ہوئی اس لیے باغ کو اللہ کی راہ میں نذر کرتا ہوں، آپ ﷺ اس میں جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں۔

Marfat.com

حضرت عباد بن بشیر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو ایک غزوہ سے واپسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑی پر پہرے دار مقرر فرمایا۔ رات کے پہلے حصے میں حضرت عمار بن یاسر سوئے اور عباد بن بشیر پہرہ دینے لگے۔ انہوں نے سوچا کی بے کار وقت گزارنے کی بجائے کیوں نہ اپنے رب سے راز و نیاز کرلوں، چنانچہ نماز کی نیت کر کے کھڑے ہو گئے۔ دشمن تاک میں تھا، اس نے دور کھڑے ہو کر تیر چلایا جو حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو لگا، لیکن آپ بدستورِ نماز میں مشغول رہے، دشمن نے دوسرا اور تیسرا تیر چلایا اور یہ دونوں تیر بھی حضرت عباد کے بدن پر لگے۔ تیر چبھتے گئے اور آپ نکال کر پھینکتے گئے۔ پورے اطمینان کے ساتھ جب نماز مکمل کر لی تو اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ اُٹھے تو دشمن ایک کی جگہ دو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نہ معلوم اور کتنے ہوں۔ حضرت عمار نے حضرت عباد کے جسم سے خون بہتے ہوئے دیکھا تو بولے، سبحان اللہ! تم نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ جگا دیا۔ حضرت عباد نے فرمایا: میں نے سورہ کہف شروع کر رکھی تھی، میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ شاید میں تیر کھاتے کھاتے مر جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خدمت میرے سپرد کی ہے وہ فوت ہو جائے تو میں مر جانا گوارا کرتا لیکن سورہ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔ یہ تھے نماز کے قدر شناس اور یہ تھا ان کا ذوقِ تلاوت ؎

موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے
آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ: آپ کے خشوع کے بارے میں عبداللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا: تم لوگ کیا جانو کہ میں کس کے حضور کھڑا ہوتا ہوں اور کس سے سرگوشی کرتا ہوں۔ نماز کے دوران آپ پر ایک استغراقی کیفیت طاری ہوتی۔ چنانچہ آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کے خدام بے تکلف باتیں شروع کر دیتے تھے اور باتیں بھی ایسی کرتے جو عام حالات میں آپ کے سامنے زبان پر نہیں لاتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ ایسا کیوں

Marfat.com

کرتے ہو؟ خدام نے جواب دیا کہ جب حضرت نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو ان کو ہماری گفتگو کی خبر نہیں ہوتی۔

ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، سجدے کی حالت میں تھے تو پاس ہی آگ لگی، لیکن آپ نے سجدے سے سر نہ اٹھایا، نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس چیز نے آگ سے بے خبر کر دیا تھا، جواب دیا دوسری آگ نے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آپ اکثر رات کا بیشتر حصہ نماز میں گزارتے۔ ایک رات آپ نے قیامت کے متعلق یہ آیات پڑھیں:

﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝﴾ (القارعة: ۴۔۵)

''وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے۔''

اس کا ایسا اثر ہوا کہ آپ چیخ مار کر گرے اور اس طرح بے حس و حرکت ہو گئے جیسے دم نکل گیا ہو۔ جب ہوش آیا تو ساری رات یہی آیت دہراتے گزار دی۔

ایک دن نماز میں یہ آیت پڑھی:

﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ۝﴾ (الصافات: ۲۴)

''ان کو ٹھہراؤ، ان سے باز پرس کی جائے گی۔''

تو اتنے متاثر ہوئے کہ اسی آیت کو بار بار دہراتے رہے اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ: آپ خشوع و خضوع کے پیکر تھے۔ زائد بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ کے پیچھے نماز پڑھی، مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا تھا۔ امام صاحب نفل پڑھنے لگے، میں ٹھہر گیا کہ آپ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں۔ جب آپ قراء

Marfat.com

ت کرتے ہوئے اس آیت پر پہنچے:

﴿قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝﴾ (الطور: ۲۶-۲۷)

''یہ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے گھر والوں میں ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر کار اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہمیں جھلسا دینے والی ہوا کے عذاب سے بچا لیا۔''

تو آپ بار بار اسی آیت کو دہراتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور اس وقت بھی آپ کی زبان پر یہی آیت جاری رہی۔

یزید بن کمیت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک ہوا، آپ نے سورہ زلزال پڑھی جو قیامت کے بیان میں ہے اور جس کے آخر میں یہ آیات ہیں:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الزلزال: ۷-۸)

''پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے، میں ٹھیرا رہا۔ امام صاحب ٹھنڈی سانسیں بھر رہے تھے، میں ان کی یہ حالت دیکھ کر وہاں سے اُٹھ گیا، جب صبح کی نماز کے لیے مسجد میں گیا تو دیکھا کہ امام صاحب ابھی تک غمزدہ بیٹھے ہیں، داڑھی ہاتھ میں ہے، بڑی رقت کے ساتھ کہہ رہے ہیں: اے وہ ذات جو ذرہ برابر نیکی اور ذرہ برابر بدی کا بدلہ دے گی، اپنے غلام نعمان کو دوزخ کی آگ سے بچائیو!

حضرت عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ: آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو دنیا و مافیہا کی خبر نہ ہوتی۔ آس پاس شور وغل ہوتا رہتا اور ان کو کچھ پتہ نہ چلتا۔ ایک بار ان سے پوچھا گیا

Marfat.com

کہ آیا آپ کو نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے، فرمایا: مجھے اس چیز کی خبر ہوتی ہے، کہ ایک روز اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہوگا اور جنت یا دوزخ میں سے کسی ایک میں جانا ہوگا۔ پوچھا گیا: ہماری کسی بات کی بھی آپ کو خبر ہوتی ہے؟ جواب دیا: مجھے نماز کی حالت میں تمہاری باتوں کی خبر ہونے سے میرے نزدیک کہیں یہ بہتر ہے کہ میرے جسم میں نیزوں کے پھل داخل کر دیئے جائیں۔

حضرت زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ: بہز بن حکیم کی روایت ہے کہ زرارہ بن اوفی بصرہ کے قاضی تھے اور بنی قشیر کی مسجد میں امام کی خدمت انجام دیتے تھے۔ ایک دن فجر کی نماز میں یہ آیات پڑھیں:

﴿فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾﴾ (المدثر: ۸۔ ۹)

''پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی وہ دن بڑا ہی سخت دن ہوگا'' تو دہشت کی وجہ سے روح پرواز کر گئی اور وہ بے جان ہو کر گر پڑے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نماز سے فارغ ہوتے تو دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا: ڈرتا ہوں کہ میری نماز میرے منہ پر نہ ماری جائے۔

یہ چند مثالیں تھیں ان لوگوں کی جو اللہ کی یاد کے لیے نماز قائم کرتے تھے اور جنہیں اس بات کی فکر تھی کہ کہیں ان کی نماز رد نہ کر دی جائے۔ اللہ کو وہی نماز پسند ہے جس میں بندہ پوری طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ ایسی نماز جس میں بندے کے دل میں اللہ کی یاد کا گزر ہی نہ ہو اور وہ شروع سے آخر تک اپنے ہی حساب کتاب میں مصروف رہے وہ بھلا اللہ کے ہاں کیونکر مقبول ہوگی اور اس کے نتیجے میں انسان کے کردار پر وہ نتائج کیونکر مرتب ہوں گے جن کا وعدہ کیا گیا ہے اور جو مطلوب ہیں؟

ہمیں اپنی نمازوں کی فکر کرنا چاہیے اور ان میں خشوع اختیار کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نمازیں ہمارے منہ پر ماری جاتی رہیں اور ہمیں احساس ہی نہ ہو یا اگر احساس ہو بھی تو اس وقت جب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہو۔

Marfat.com

نماز کی حفاظت

نماز کی حفاظت کے دو پہلو ہیں۔ ایک ظاہری، دوسرا باطنی۔ ظاہری حفاظت تو یہ ہے کہ با وضو ہو کر، قبلہ رُخ کھڑے ہو کر وقت کے اندر، فرائض، سُنن اور مستحبات کا لحاظ کرتے ہوئے نماز ادا کی جائے، نیز کپڑوں کا پاک ہونا اور نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن باطنی پہلو کا تعلق دل و دماغ سے ہے اور وہ یہ کہ انسان کا دل اور دماغ پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہوں اور اسے یہ احساس ہو کہ وہ اللہ خالقِ کائنات کے سامنے کھڑا ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بندہ اس طرح نماز پڑھے جیسے وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم اسے یہ احساس ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جس نے وقت پر نماز پڑھی اور اس کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور خشوع وخضوع کے ساتھ قیام، رکوع اور سجود کیے تو اس کی نماز صاف شفاف چمکتی ہوئی خوش وخرم آتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تیری حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی۔ اور جس نے بے وقت نماز پڑھی، نہ اچھی طرح وضو کیا اور نہ ٹھیک طرح سے رکوع وسجود کیے اس کی نماز سیاہ اندھیرے کی طرح ظاہر ہوتی ہے اور اس سے کہتی ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا۔ پھر جیسے اللہ چاہے، پرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔"

(ضعیف: معجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۹۵۔ اس کی سند میں عباد بن کثیر راوی متروک ہے، نیز اس کے اور بھی شواہد ہیں لیکن وہ بھی ضعیف ہیں۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ اس کے بعد ایک شخص آیا۔ اس نے نماز پڑھی، پھر آ کر سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ تین بار ایسا ہی ہوا اور آپ ﷺ نے اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے عرض کیا:

Marfat.com

قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے! مجھے اس کے سوا اچھی نماز نہیں آتی، لہٰذا مجھے سکھا دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہو جاؤ، پھر تکبیر کہو، پھر قرآن کا جو حصہ تمہیں آسان ہو وہ پڑھو، پھر رکوع کرو اور تمہارا رکوع اطمینان کے ساتھ ہو، پھر رکوع سے اُٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو اور تمہارا سجدہ پورے اطمینان سے ہو، پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھو اور اس بیٹھنے میں بھی اطمینان ہو، اس کے بعد دوسرا سجدہ کرو اور یہ سجدہ بھی اسی طرح اطمینان کے ساتھ ہو، پھر اسی طرح اپنی پوری نماز میں کرو۔" یعنی اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر نماز ادا کرو۔

(صحیح بخاری: ۷۵۷۔ صحیح مسلم: ۳۹۷)

"حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ نماز پڑھی اور ان کی ایک جماعت کے ساتھ آپ ﷺ مسجد میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا اور لگا جلدی جلدی رکوع کرنے اور سجدے میں ٹھونگیں سی مارنے۔ رسول اللہ ﷺ اس کو دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس شخص کو دیکھتے ہو، اگر یہ ایسی ہی نماز پڑھتے ہوئے مر گیا، تو دینِ محمدی پر نہیں مرے گا۔ یہ نماز میں ایسی ٹھونگیں مارتا ہے جیسے کوّا خون میں جلدی جلدی چونچیں مارتا ہے۔"

(ضعیف: معجم الکبیر للطبرانی: ۳۸۴۰۔ صحیح ابن خزیمہ: ۶۶۵۔ سنن الکبری للبیہقی: ۲۵۷۳۔ ماھر یٰسین الفحل حفظہ اللہ نے کہا: شیبہ بن احنف راوی متابعت کی وجہ سے مقبول ہے، مگر اس حدیث کی متابعت موجود نہیں، لہٰذا اس کی سند ضعیف ہے۔)

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"بعض آدمی ساٹھ ساٹھ سال تک نماز پڑھتے ہیں اور فی الحقیقت ان کی ایک نماز بھی نہیں ہوتی۔ عرض کیا گیا کہ یہ کیسے؟ ارشاد فرمایا کہ وہ رکوع ٹھیک کرتے

Marfat.com

ہیں تو سجدہ پورا نہیں کرتے، اور سجدہ پورا کرتے ہیں تو رکوع پورا نہیں کرتے۔''

امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: بندے کا اس کی نماز میں صرف وہی حصہ ہے جو اس نے سمجھ کر شعوری طور پر ادا کیا۔ (ضعیف: احیاء العلوم الدین: ۱/ ۱۵۹۔ حافظ عراقی نے کہا: میں اسے مرفوع سند سے نہیں پاتا۔ ناصر الدین البانی نے کہا: اس کی کوئی اصل نہیں۔ سلسلۃ الضعیفہ: ۱۹۴۱۔)

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے۔ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! نماز میں چوری کیسے کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نہ رکوع ٹھیک طرح سے کرتا ہے نہ سجود۔'' (صحیح: مسند احمد: ۲۲۶۴۲۔ معجم الکبیر: ۳۲۸۳۔ صحیح ابن خزیمہ: ۶۶۳۔)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کی نماز اسے بے حیائی اور برے کاموں سے نہیں روکتی اس کی کوئی نماز نہیں۔'' (ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم رقم: ۱۷۳۳۹۔ عمر بن ابو عثمان مجہول راوی ہے۔ نیز حسن بصری مدلس عنعنہ سے بیان کرتے ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۹۸۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

''جس کی نماز اسے بے حیائی اور برائی سے نہ روکے وہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتی سوائے اس کی اللہ سے دوری میں۔'' (ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم، رقم: ۱۷۳۴۰۔ معجم الکبیر: ۱۱۰۲۵۔ مسند الشھاب: ۵۰۸۔ لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۲)

''جس نے نماز کی اطاعت نہ کی اس کی کوئی نماز نہیں اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ وہ اسے بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روک دے۔'' (ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۷۳۴۱۔ یہ روایت موقوف صحیح ہے۔)

Marfat.com

ان تینوں حدیثوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور قرآن سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ نماز بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے اور اگر کوئی شخص نماز بھی پڑھتا ہو اور بے حیائی اور برائی کے کاموں میں بھی ملوث ہو تو یقینا اس کی نماز میں نقص ہے۔ ایسے شخص کو اپنی نماز پر غور کرنا چاہیے اور اسے درست کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک آدمی دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی یاد کے لیے نماز قائم کرے اور پھر ایسے کام کرے جو اللہ کے عتاب کا سبب ہوں۔ ایسی نماز تو منافقین کی نماز ہے جس کے بارے میں سورہ النساء میں فرمایا گیا:

﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلًا ۝﴾ (النساء: ۱۴۲)

''یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں، حالانکہ در حقیقت اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ جب نماز کے لیے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔''

سورہ الماعون میں فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝﴾ (الماعون: ۴۔۶)

''پھر تباہی ہے ان نماز پڑھنے والوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ منافق کی نماز ہے کہ ایک شخص بیٹھا رہے اور سورج کو دیکھتا رہے، حتیٰ کہ جب وہ زرد ہو جائے اور شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان چلا جائے (غروب ہونے لگے) تو وہ اس وقت اٹھے اور چار ٹھونگیں مارلے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے مگر کم (اس کی نماز اللہ کی یاد سے خالی ہو)۔'' (صحیح مسلم: ۶۲۲)

حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص یہ معلوم کرنا چاہے کہ اس کی نماز

Marfat.com

قبول ہوئی ہے یا نہیں، اسے دیکھنا چاہیے کہ اس کی نماز نے اسے بے حیائی اور برائی کے کاموں سے کہاں تک باز رکھا۔ اگر نماز کے روکنے سے وہ برائیاں کرنے سے رک گیا تو اس کی نماز قبول ہوئی ہے۔'' (روح المعانی)

نماز با جماعت کی اہمیت

مردوں کے لیے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا بھی نماز کی حفاظت میں شامل ہے۔ مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا گھر میں اکیلے نماز ادا کرنے سے بہت زیادہ اجر وثواب کا حامل ہے۔ ایک روایت کے مطابق نماز با جماعت کا اجر وثواب اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس گنا اور دوسری روایت کے مطابق پچیس گنا زیادہ ہے۔

ایک دفعہ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نابینا آدمی ہوں، مسجد آنے میں دشواری ہوتی ہے، کوئی پکڑ کر لانے والا بھی نہیں، کیا میں گھر میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ جب وہ جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بلا لیا اور پوچھا: کیا آپ کو اذان کی آواز آتی ہے؟ جب انہوں نے نے بتایا کہ اذان کی آواز آتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں تمہارے لیے جماعت سے معافی کی کوئی صورت نہیں پاتا۔ (صحیح مسلم: ۶۵۳)

اس حدیث سے نماز با جماعت کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب ایک نابینا شخص کو جس کے پاس معقول عذر بھی ہے، نماز با جماعت سے معافی نہیں مل سکتی، تو جو لوگ بلا عذر نماز با جماعت سے اعراض برتتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق سات افراد ایسے ہیں کہ جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن اپنے سائے میں سایہ فراہم کرے گا جبکہ سوائے اللہ کے سایہ کے کہیں سایہ نہ ہوگا۔ ان سات افراد میں ایک وہ شخص ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے۔ جب وہ ایک نماز پڑھ کر مسجد سے نکلتا ہے تو اسے اگلی نماز کے لیے دوبارہ مسجد میں جانے کا انتظار ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۶۰۔ صحیح مسلم: ۱۰۳۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص کا جماعت

Marfat.com

کے ساتھ نماز ادا کرنا، اس کے اپنے گھر یا اپنے بازار میں نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ اجر وثواب کا حامل ہے۔ جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف نکلتا ہے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے، اور نماز پڑھ کر جب تک وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے، فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ اس پر درود بھیج، اے اللہ اس پر رحم فرما، اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے وہ نماز میں تصور کیا جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۱۱۹)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا دوسری صف والوں پر بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اور دوسری صف والوں پر بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اور دوسری صف والوں پر بھی؟ یا رسول اللہ ﷺ! تو فرمایا: دوسری صف والوں پر بھی۔''

(ضعیف: مسند احمد: ۲۲۲۶۳۔ فرج بن فضالہ راوی ضعیف ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اگر لوگوں کو پہلی صف کا اجر وثواب معلوم ہو جائے تو اس کے لیے قرعہ اندازی کرنا پڑے۔ (صحیح بخاری: ۶۱۵۔ صحیح مسلم: ۴۳۷)

ابو داؤد کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص مسجد کے پڑوس میں رہتا ہو اس کی نماز مسجد کے سوا نہیں ہوتی۔ (ابوداود)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے (اذان کی) آواز سنی اور اس کا جواب نہ دیا (نماز کے لیے مسجد میں نہ آیا) اس کی نماز نہیں ہوگی، سوائے (شرعی) عذر کے۔'' (صحیح: سنن دارقطنی: ۱۵۴۲۔ عن ابن عباس)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کی مسجد میں موجودگی کے دوران اذان دی گئی پھر وہ کسی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکل

Marfat.com

گیا اور اس کا واپس آنے کا ارادہ نہ ہو تو وہ منافق ہے۔'' (ضعیف جداً: سنن ابن ماجہ: ۷۳۴۔ ابن ابی فروہ متروک الحدیث ہے۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''منافقین کے لیے فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں ہے۔ اور اگر انہیں ان دونوں نمازوں کے اجر و ثواب کا علم ہو جاتا تو گو انہیں کہنیوں کے بل رینگ کے آنا پڑتا تب بھی آتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے دل میں آتا ہے کہ میں مؤذن کو اذان دینے کا حکم دوں اور کسی شخص کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر آگ کا شعلہ لے کر جاؤں اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو نماز کے لیے نہیں آئے۔'' (صحیح بخاری: ۶۵۷۔ صحیح مسلم: ۶۵۱۔)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ ترکِ جماعت سے باز آ جائیں، ورنہ میں ان کے گھروں کو جلا دوں گا۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۷۹۱۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

یہ اس ہستی کا قول ہے جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کہا ہے اور جنہوں نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی نظر میں اور دین میں نماز با جماعت کی کیا اہمیت ہے۔ نبی ﷺ کے دور میں تو منافقین بھی با جماعت نماز پڑھتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تو ترکِ جماعت کا تصور ہی نہیں تھا۔ وہ تو نبی ﷺ کی امامت میں نماز پڑھنے کے اتنے حریص تھے کہ بعض صحابہ کرام جو اپنے لوگوں میں امامت کے فرائض انجام دینے پر مامور تھے، وہ بھی مسجد نبوی میں نبی ﷺ کی معیت میں نماز ادا کر کے اپنے محلے میں نماز پڑھاتے تھے۔''

نماز با جماعت کی مثالیں

حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ جلیل القدر تابعین میں سے تھے، آپ جماعت کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ چالیس برس اور ایک روایت کے مطابق پچاس برس تک ان کی ایک وقت کی نماز با جماعت ترک نہیں ہوئی۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ ایسے وقت مسجد میں

Marfat.com

پہنچیں جب لوگ نماز ختم کر کے واپس جا رہے ہوں۔ ایک بار آپ کو آنکھ کی تکلیف ہوگئی، لوگوں نے مشورہ دیا کہ مدینہ کے باہر عقیق کے علاقے میں چلے جایئے، وہاں کے سبزہ زار سے آنکھوں کو فائدہ پہنچے گا، فرمایا: رات اور صبح کی نماز کی حاضری کیسے دوں گا؟

حضرت عمر بن دینار رحمۃ اللہ مکہ کے ممتاز تابعین میں سے تھے۔ آپ رات کا بیشتر حصہ نماز میں گزارتے تھے۔ ایک تہائی شب سوتے تھے، ایک تہائی حدیث پڑھتے اور ایک تہائی نماز میں صرف کرتے تھے۔ آپ کا گھر مسجد سے کافی دور تھا، لیکن کبھی نماز با جماعت میں ناغہ نہ کرتے۔ جب بوڑھے ہو گئے اور چلنے پھرنے کی طاقت باقی نہ رہی تب بھی بالالتزام مسجد ہی میں نماز ادا کرتے۔ لوگ انہیں گدھے پر سوار کر دیتے اور وہ مسجد پہنچ جاتے۔

حضرت اعمش رحمۃ اللہ کوفہ کے جلیل القدر تابعین میں سے تھے۔ آپ کو نماز سے اتنا شغف تھا کہ ستر سال تک آپ نے جماعت تو کیا، تکبیر اولیٰ تک ترک نہیں کی۔

حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ ایک معروف تابعی تھے۔ آپ نے کبھی نماز با جماعت ترک نہیں کی۔ آخری عمر میں فالج کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی جماعت قضا نہیں ہوئی۔ لوگ کہتے تھے، ابو یزید! اس مجبوری کی حالت میں تو آپ کو گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے۔ آپ فرماتے: حی علی الصلاۃ اور حی علی الفلاح سن کر اس کا جواب تو دینا ہی چاہیے، خواہ گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ چلنا پڑے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں ایک اور پچیس کے فرق پر یقین تھا۔ ہمیں بھی اگر اجر و ثواب میں پچیس گنا فرق کا اندازہ اور یقین ہو جائے تو شاید ہماری بھی کوئی نماز بغیر جماعت کے نہ ہو۔

عورتوں کے لیے مسجدوں میں جانا اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری نہیں لیکن اگر وہ مسجدوں میں جا کر نماز ادا کرنا چاہیں تو انہیں منع کرنا جائز نہیں، البتہ ان کا گھروں کے اندر نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور زیادہ اجر و ثواب کا حامل ہے۔

نماز میں طہارت کا مقام

طہارت کے لفظی معنی ہیں صفائی، ستھرائی، پاکیزگی۔ اسلام میں صفائی، ستھرائی اور

Marfat.com

پاکیزگی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔جس میں ظاہری صفائی اور باطنی پاکیزگی دونوں شامل ہیں۔ صفائی کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ مومن غلیظ نہیں ہوسکتا، نہ ظاہر میں اور نہ باطن میں، نہ دیکھنے میں اور نہ ہی عادات کے لحاظ سے۔ ایمان کا تو کام ہی یہ ہے کہ انسان کو اندر اور باہر سے مانجھ کر چمکا دے۔

پانچ وقت کی نماز فرض کر کے باطنی صفائی اور نماز کے لیے طہارت کو شرط قرار دے کر ظاہری صفائی کا ایسا نظام قائم کر دیا گیا ہے جس کا جواب نہیں۔ جو شخص اس نظام کو دل سے قبول کر لے اور خلوص سے اس پر عمل پیرا ہو اس کا ظاہر اور باطن کبھی گندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر جسم یا کپڑوں پر گندگی کے چھینٹے پڑ جائیں تو نماز سے پہلے انہیں صاف کرنا ہوگا کہ طہارت نماز کے لیے شرط ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوسکتی۔ اور اگر گناہ کے چھینٹے پڑ گئے ہیں تو نماز پڑھنے سے صاف ہو جائیں گے۔

طہارت کا یہ نظام آج سے پندرہ صدیاں پہلے قائم کیا گیا اور وہ بھی ایک ایسے خطے میں جہاں پانی کی شدید قلت تھی۔ اور ایسے وقت میں جب گندہ رہنا خدارسیدگی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔عیسائی راہبوں اور بزرگوں کے قصے اس پر گواہ ہیں۔ اس طرح کی باتیں کہ فلاں بزرگ چھ ماہ یا سال تک نہیں نہائے بطور کرامت ذکر کی گئی ہیں۔ صفائی، ستھرائی سے پرہیز کرنا مذہبیت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ یہ تصور عام تھا کہ اللہ والوں کو ان باتوں سے کیا لینا دینا اور یہ تصور آج بھی موجود ہے۔ حالانکہ اللہ کے دین میں ایسا کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو اس کی مذمت کی ہے اور صفائی کی ترغیب دی ہے۔ ملاحظہ ہوں سورہ الاعراف کی درج ذیل آیات:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣٢﴾﴾ (الاعراف: ۳۱-۳۲)

"اے بنی آدم، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو، اور کھاؤ، پیو

Marfat.com

اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اے نبی ﷺ! ان سے کہو: کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے اللہ کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں؟ کہو: یہ ساری چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی ایمان لانے والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے روز تو خالصتاً انہی کے لیے ہوں گی، اس طرح ہم اپنی باتیں صاف صاف بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھنے والے ہیں۔"

دنیا میں جتنی بھی اچھی چیزیں ہیں اہلِ ایمان ہی کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور ان کے صدقے میں دنیا میں دوسروں کو ان سے مستفید ہونے کا موقع دیا گیا ہے اور آخرت میں تو یہ صرف اہلِ ایمان ہی کا حصہ ہوں گی۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔ (صحیح: مسند احمد: ۳۷۸۹) بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے قرب سے صرف انہی لوگوں کو نوازے۔ جو غلاظت میں لتھڑے رہتے ہوں؟ نبی ﷺ خود صفائی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو بھی اس کی بہت تلقین کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک صحابی کو دیکھا کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور کپڑے گندے ہو رہے ہیں تو فرمایا: کیا اس شخص کے پاس وہ چیز نہیں ہے جس سے یہ اپنے کپڑے صاف کر لے اور اس کے پاس کنگھی نہیں ہے جس سے یہ اپنے بال درست کر لے۔ گویا آپ ﷺ کو اس شخص کا اس حالت میں رہنا ناگوار گزرا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ کوئی شخص لہسن کھا کر مسجد میں نہ آئے کہ اس کی بُو سے فرشتوں اور دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، خوشبو لگا کر مسجد جانے کی تعریف فرمائی کہ اس سے دوسرے لوگوں کو راحت ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کو سفید لباس بہت پسند تھا جو نفاست اور پاکیزگی کی علامت ہے شاید اس لیے کہ اس پر داغ، دھبے بہت نمایاں نظر آتے ہیں اور میل کچیل بھی بہت جلد نمایاں ہو جاتا ہے اور سفید لباس بہت جلد بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ طہارت اور پاکیزگی کی تعریف کرتے ہوئے سورہ البقرہ میں فرمایا:

Marfat.com

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (البقرہ: ۲۲۲)

''اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

مسجد قبا اور اس کے نواح میں رہنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے سورہ التوبہ میں فرمایا:

﴿فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾

(التوبہ: ۱۰۸)

''اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔''

حضرت ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پاکیزگی نصف ایمان ہے، اور کلمہ الحمدُ للہ 'میزان کو بھر دیتا ہے، اور سبحان اللہ '، 'والحمدُ للہ' زمین اور آسمانوں کے درمیان خلا کو بھر دیتے ہیں، اور نماز نور ہے، اور صدقہ (اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا) دلیل ہے (کامیابی کی) اور صبر روشنی ہے، اور قرآن حجت ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف، (اگر تو اس پر عمل کرے گا تو تیرے حق میں اور اگر تو اس پر عمل نہیں کرے گا تو تیرے خلاف حجت ہوگا)، ہر شخص صبح کو اپنی جان کا سودا کرتا ہے اور پھر اسے چھڑا لیتا ہے یا اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ (اپنے دن بھر کے اعمال کی وجہ سے یا تو کامیاب ہوتا ہے یا اپنے آپ کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتا ہے)۔'' صحیح مسلم: ۲۲۳۔)

''پاکیزگی نصف ایمان ہے۔'' (صحیح: جامع الترمذی: ۳۵۱۹)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں ہو رہا، ان میں سے ایک تو اپنے آپ کو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچاتا تھا اور دوسرا چغلیاں کیا کرتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز ٹہنی لی، اسے دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک ایک حصہ ان کی قبروں پر لگا دیا۔ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: امید ہے ان ٹہنیوں کے خشک ہونے تک ان دونوں پر

Marfat.com

عذاب کم کر دیا جائے گا۔" (صحیح بخاری: ۲۱۸)

ان احادیث سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں طہارت کی کیا اہمیت ہے۔ ظاہری یا جسمانی طہارت حاصل کرنے کا جو طریقہ شریعت (اسلامی قانون وقواعد) نے مقرر کیا ہے وہ وضو کہلاتا ہے۔ نماز کے لیے باوضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، جس جگہ نماز پڑھی جائے اس جگہ کا پاک ہونا، قبلہ رخ ہونا، نماز کی نیت کرنا اور جو نماز پڑھی جارہی ہو اس کا وقت ہونا ضروری ہے۔ یہ ساری باتیں شرائطِ نماز میں داخل ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا عدم وجود نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

وضو کی اہمیت

وضو کی اہمیت کے بارے میں نبی ﷺ کے درج ذیل ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے وضو کیا اور اچھی طرح سے کیا، اس کے جسم کے گناہ جھڑ گئے، حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی اس کے گناہ نکل جاتے ہیں۔" (صحیح مسلم: ۲۴۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی مسلم یا مومن بندہ وضو کے دوران اپنا منہ دھوتا ہے تو اس کے منہ سے پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ سارے گناہ دُھل جاتے ہیں جو اس نے آنکھ کے ذریعہ کیے۔ جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ سارے گناہ دُھل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھوں نے کیے۔ جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ سارے گناہ دُھل جاتے ہیں جو اس نے پاؤں کے ساتھ چل کر کیے، حتیٰ کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔" (صحیح مسلم: ۲۴۴)

حضرت عمر رضی اللہ بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جو وضو کرے اور اس میں مبالغہ کرے یا بہت

Marfat.com

اچھی طرح سے وضو کرے، پھر اس کے بعد کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں" تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے نہ کھول دئے جائیں کہ جس میں سے چاہے داخل ہو جائے۔" (صحیح مسلم: ۲۳۴)

اور ترمذی میں ان الفاظ کا اضافہ ہے کہ کلمہ شہادت کے بعد یہ کہے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ))......

"اے اللہ مجھے توبہ کرنے والے اور پاکیزہ رہنے والے لوگوں میں شامل فرما۔"

(ضعیف: جامع ترمذی: ۵۵۔ ابو ادریس نے عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کے روز میرے امتی وضو کے اثرات کی وجہ سے روشن چہروں اور روشن ہاتھ پاؤں والے کہلائیں گے۔ پس تم میں سے جو اپنی سفیدی کو بڑھا سکے بڑھا لے۔" (صحیح بخاری: ۱۳۶۔ صحیح مسلم: ۲۴۶)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نماز قائم کرو اور شمار نہ کرو، جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور سوائے مومن کے کوئی وضو کی حفاظت نہیں کر سکتا۔"

(صحیح: مسند احمد: ۲۲۴۳۶۔ سنن ابن ماجہ: ۲۷۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے وضو ہونے کے باوجود وضو کیا، اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی گئیں۔" (ضعیف: سنن ابی داود: ۶۲۔ جامع ترمذی: ۵۹۔ عبد الرحمن بن انعم الافریقی راوی ضعیف ہے۔)

حضرت شُبیب بن ابی رَوح ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور سورہ الروم کی تلاوت فرمائی اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شک ہوا (بھول گئے)۔ نماز مکمل کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ہمارے ساتھ

Marfat.com

نماز پڑھتے ہیں لیکن اچھی طرح وضو نہیں کرتے اور یہ لوگ ہمیں قرآن کے بارے میں شک میں مبتلا کرتے ہیں (بھولنے کا سبب بنتے ہیں)۔'' (ترمذی)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اچھی طرح وضو نہ کرنا بھی نماز میں بھولنے کا سبب بنتا ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسواک کرنا منہ کی پاکیزگی اور اللہ کی رضا کا سبب ہے۔'' (صحیح: مسند احمد: ۲۴۲۰۳۔ سنن نسائی: ۵۔ سنن دارمی: ۷۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں انہیں حکم دیتا کہ ہر نماز کے لیے مسواک کریں۔'' (صحیح بخاری: ۸۸۷۔ صحیح مسلم: ۲۵۲)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے ہوں اور انہوں نے مجھے مسواک کرنے کی تاکید نہ کی ہو، جس سے بعض اوقات مجھے خدشہ ہوتا ہے کہ میں اپنے منہ کا اگلا حصہ گھسا دوں گا۔''

(ضعیف جداً: مسند احمد: ۲۲۲۶۹۔ سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۔ علی بن یزید ضعیف ہے۔)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نماز کے لیے مسواک کیا گیا ہو وہ اس نماز سے ستر گنا افضل ہے جس کے لیے مسواک نہ کیا گیا ہو۔'' (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۲۵۱۸۔ معاویہ بن یحییٰ الصدفی راوی ضعیف ہے۔)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت (وضو) ہے۔'' (جامع ترمذی: ۴۔ مسند احمد: ۱۴۶۶۲۔ سلیمان بن قرم راوی ضعیف ہے، تاہم دوسرے جملے کے صحیح شواہد موجود ہیں۔)

وضو کی اہمیت کے پیشِ نظر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے فرائض، سنن اور مستحبات کا بھی مختصر طور پر ذکر کر دیا جائے۔

وضو کے فرائض

وضو کے فرائض چار ہیں اور ان کا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے جو

Marfat.com

درج ذیل ہیں:

۱۔ ایک بار پورے منہ کا دھونا۔

۲۔ ایک بار دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔

۳۔ سر کا مسح کرنا۔

۴۔ دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔ اگر ان میں سے کوئی عضو بال برابر بھی خشک رہ گیا تو وضو نہیں ہوگا۔

وضو کی سنتیں

وضو کی پندرہ سنتیں ہیں:

۱۔ وضو کی نیت کرنا۔ ۲۔ دُعا پڑھنا۔

۳۔ دونوں ہاتھوں کو گٹوں سمیت دھونا۔ ۴۔ کلی کرنا۔

۵۔ مسواک کرنا۔ ۶۔ ناک میں پانی ڈالنا۔

۷۔ داڑھی میں خلال کرنا۔ ۸۔ ہاتھ، پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

۹۔ ہر عضو کو تین بار دھونا۔ ۱۰۔ پورے سر کا مسح کرنا۔

۱۱۔ اسی ترتیب سے وضو کرنا جو ترتیب بتائی گئی ہے۔

۱۲۔ دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

۱۳۔ ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھونا۔

۱۴۔ پہلے دایاں اور پھر بایاں عضو دھونا۔

۱۵۔ ہر عضو کو دھوتے وقت اچھی طرح مل لینا تاکہ اس کا کوئی حصہ خشک نہ رہے۔

وضو کے مستحبات

۱۔ کسی ایسی جگہ بیٹھ کر وضو کرنا کہ جسم اور کپڑوں پر چھینٹے نہ پڑیں۔

۲۔ قبلہ رخ ہو کر وضو کرنا۔

۳۔ وضو کرنے میں بغیر کسی مجبوری کے کسی سے مدد نہ لینا۔

Marfat.com

۴۔ ناک میں اچھی طرح پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔
۵۔ وضو کے دوران دنیاوی باتیں نہ کرنا۔
۶۔ انگوٹھیوں اور چوڑیوں کو ہلا لینا تا کہ ان کے نیچے انگلیوں اور کلائیوں تک پانی پہنچ جائے۔
۷۔ وضو کے بعد مسنون دعا پڑھنا، **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ**۔
۸۔ وضو کرتے وقت سلام نہیں کرنا چاہیے، اگر کوئی سلام کرے تو جواب دینا بہتر ہے۔
۹۔ زیادہ پانی استعمال کرنے سے بھی گریز کرنا چاہیے۔

موجودہ دور میں گھروں اور غسل خانوں کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ شاید ان میں سے بعض باتوں پر عمل نہ ہو سکے۔ اگر تمام مستحبات پر عمل نہ ہو سکے تو کوئی ہرج نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو عمل کر لیا جائے تو کافی ہے۔

غسل کے فرائض

غسلِ جنابت میں تین چیزیں فرض ہیں:
۱۔ کلی کرنا۔
۲۔ ناک میں پانی ڈالنا۔
۳۔ سارے جسم پر پانی بہانا اس طرح کہ جسم کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے حتیٰ کہ ناخنوں کے اندر بھی پانی پہنچ جائے۔

غسل کی سنتیں

۱۔ اللہ کی رضا کے لیے پاک ہونے کی نیت کرنا۔
۲۔ دونوں ہاتھوں کو گٹوں سمیت دھونا۔
۳۔ جسم پر اگر نجاست لگی ہو تو اس کو دور کر کے پھر پورا غسل کرنا۔
۴۔ شرمگاہ کو دھونا۔

Marfat.com

۵۔ وضو کرنا۔

۶۔ تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

۷۔ غسل خانے میں کپڑا پہن کر نہانا۔

غسل کے مستحبات

۱۔ بیٹھ کر غسل کرنا۔

۲۔ پاکیزگی کی نیت سے غسل کرنا۔

۳۔ زیادہ پانی نہ بہانا۔

۴۔ بدن کو اچھی طرح سے ملنا۔

۵۔ ایسی جگہ نہانا کہ کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے۔

۶۔ غسل کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرنا۔

۷۔ جس جگہ وضو یا غسل کیا جائے وہ جگہ گندی نہ ہو۔

تیمم

تیمم کے لفظی معنی ہیں قصد کرنا۔ اور اس کے اصطلاحی معنی ہیں مٹی سے پاکیزگی حاصل کرنے کا قصد کرنا یا مٹی سے پاکیزگی حاصل کرنا۔ اگر پانی میسر نہ ہو یا پانی کے استعمال سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو وضو اور غسل کا نعم البدل تیمم ہے۔ تیمم کے طریقہ میں فقہا کے درمیان معمولی سا اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لیا جائے، پھر دوسری دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر کہنیوں تک ہاتھوں پر پھیر لیا جائے۔ یہ رائے امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور اکثر فقہا کی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور تابعین میں حضرت حسن بصری، امام شعبی اور امام سالم بن عبداللہ وغیرہم اس کے قائل ہیں۔

دوسرے گروہ کے نزدیک صرف ایک دفعہ مٹی پر ہاتھ مارنا کافی ہے۔ وہی ہاتھ منہ پر اور کلائی تک ہاتھوں پر پھیر لیا جائے، کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا ضروری نہیں۔ یہ امام عطاء، امام

Marfat.com

مکحول، امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، اہلِ حدیث بھی عموماً اسی کے قائل ہیں

تیمم کے فرائض

تیمم کے فرائض تین ہیں:

۱۔ نیت کرنا۔

۲۔ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر منہ پر پھیرنا۔

۳۔ دوبارہ ہاتھ مٹی پر مار کر کہنیوں تک ملنا اس طرح کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے۔

تیمم کا مسنون طریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر نیت کرنا، نیت میں پاکیزگی اور اللہ کی خوشنودی مطلوب ہونا اور پھر اوپر درج طریقے سے تیمم کرنا۔

کردار سازی میں نماز کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ کو کردار کے اعلیٰ نمونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے خود بھی فرمایا کہ میں اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ (صحیح: مسند احمد: ۸۹۵۲)

کردار سازی کے لیے جہاں اچھے ماحول اور اچھی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے، وہیں اس کے لیے شدید خواہش یا اندرونی محرک (Motivation) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر اندرونی محرک نہ ہو تو اچھی تعلیم اور اچھا ماحول بھی اثر انداز نہیں ہوتے۔ ایک جیسے ماحول میں پلنے بڑھنے والوں اور ایک جیسی تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کے کردار میں بھی فرق ہوتا ہے۔

دو جڑواں بھائی جو ایک ہی گھر میں پیدا ہوئے ہوں، ایک ساتھ پلے بڑھے ہوں، ایک جیسی پرورش پائی ہو، ایک جیسی تربیت پائی ہو، سکول، کالج میں اکٹھے رہے ہوں، ایک جیسی تعلیم حاصل کی ہو، ان کا بھی کردار ایک جیسا نہیں ہوتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں کا کردار ایک دوسرے کی ضد ہو اور یہ محض مفروضہ نہیں بلکہ اس قسم کی مثالیں، معاشرے میں موجود ہیں۔

Marfat.com

سوچنے کی بات یہ ہے کہ پیدائش، ماحول، پرورش، اداروں، اور تعلیم و تربیت میں یکسانیت کے باوجود کردار میں فرق کیوں؟ یہ فرق در اصل خواہش یا اندرونی محرک (Motivation) کا مرہونِ منت ہے۔ عموماً کہا جاتا ہے اور سچ کہا جاتا ہے کہ بڑے لوگ ماحول کی پیداوار نہیں ہوتے بلکہ وہ ماحول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیتے ہیں اور اس کی وجہ شدید خواہش یا اندرونی محرک ہوتا ہے۔

انسانی تاریخ کے سب سے بڑے انسان کی مثال ہمارے سامنے ہے، جو اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی یتیم ہو گئے، چھ سال کی عمر میں والدہ کی شفقت سے محروم ہوئے، دادا سرپرست بنے، لیکن آٹھ سال کی عمر میں وہ بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ چچا کی کفالت میں پل کر جوان ہوئے۔ کیا اس سے زیادہ ناگوار اور نامساعد حالات کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

بچپن سے لے کر بعثت تک اردگرد کا ماحول ظلم، بربریت، جہالت، نفس پرستی اور شرک کا گڑھ تھا۔ لیکن ان نامساعد حالات اور ماحول کے باوجود آپ ﷺ نے نہ صرف اہل مکہ، بلکہ پوری دنیا کی تقدیر بدل دی۔ اور انسانی تاریخ پر ایسے انمٹ نقوش چھوڑے جو قیامت تک قائم رہیں گے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے ماحول کی پیداوار تھے؟ آپ ﷺ تو اپنے ماحول کی ضد تھے۔

آپ ﷺ تو خیر بے مثل تھے۔ آپ ﷺ کے علاوہ بھی بے شمار لوگ ایسے ہوئے ہیں جو اپنے ماحول پر اثر انداز ہوئے اور انہوں نے اپنے ماحول کو بدلا۔ اس کی بنیادی وجہ انسان کی اپنی خواہش اور اس کا اندرونی تقاضا ہے۔

اسلام کا منشا یہی ہے کہ انسان کے اندر تبدیلی کی خواہش پیدا کی جائے اور اس خواہش کو شدید کیا جائے۔ اسلام کا عقیدۂ توحید و آخرت یہ خواہش پیدا کرتا ہے اور نماز اس کی آبیاری کرتی ہے۔ جتنا کسی شخص کا اللہ پر ایمان اور اس سے تعلق مضبوط ہوگا، اتنا ہی اس کا کردار بھی مضبوط ہوگا۔ اور اللہ سے تعلق مضبوط کرنے میں جو مقام نماز کا ہے وہ کسی اور چیز کا نہیں، اسی لیے سب انبیا کو نماز کا حکم دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو جب نبوت دی گئی تو ساتھ ہی حکم

Marfat.com

دیا کہ مجھے یاد کرنے کے لیے نماز قائم کرو۔ نبی ﷺ کو جب نبوت دی تو فرمایا: ''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے، رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو'' (المزمل: 1،2)

اللہ کو ہماری نمازوں کی کوئی ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے۔ اگر ساری مخلوق ہمہ وقت اس کے سامنے سجدے میں پڑی رہے تو اس کی خدائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور ساری مخلوق اسے خدا ماننے سے انکار کر دے تو اس کی خدائی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ یہ جو دن میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں، ان کی ہمیں ضرورت ہے، یہ ہمارے فائدے کے لیے ہیں، ان کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں بار بار یاد دہانی کرائی جائے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور اس کے سامنے جوابدہ ہیں۔

جو آدمی دن میں پانچ مرتبہ یہ سبق یاد کرے گا اس کے بھولنے کا امکان بہت ہی کم ہے بہ نسبت اس شخص کے جس نے یہ سبق کبھی یاد ہی نہ کیا ہو یا کبھی کبھار یاد کرتا ہو۔ گویا نماز اچھے کردار کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے اور جہاں اچھے کردار کے لیے بنیاد ہی نہ ہو، وہاں اچھا کردار کیسے تعمیر کیا جا سکتا ہے؟

Marfat.com

آٹھواں باب:

زکاۃ

زکاۃ کے لفظی معنی ہیں، افزائش، پاکیزگی، انصاف پسندی، دیانتداری، خیرات وغیرہ اور اصطلاحاً اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں میں سے اہل مال پر فرض کیا ہے۔ جو لوگ اسے اسلامی ٹیکس کہتے یا سمجھتے ہیں وہ سراسر غلط ہیں۔ زکوٰۃ ٹیکس نہیں بلکہ مالی عبادت ہے جو مسلمانوں پر چند شرائط کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ جو شخص ان شرائط پر پورا اترتا ہو، اس کے لیے اس کا ادا کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا دوسری عبادات کا ادا کرنا۔ جو اس کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

زکاۃ کی اہمیت

اہمیت کے لحاظ سے ارکانِ اسلام میں زکاۃ کا دوسرا نمبر ہے۔ نماز سب سے اہم ہے کہ وہ اللہ کا حق ہے اور اللہ کے ساتھ بندے کے رشتے کو جوڑنے اور اسے مضبوط کرنے کا ذریعہ ہے۔ زکاۃ بندوں کا حق ہے اور بندوں کے ساتھ رشتہ جوڑنے اور مضبوط کرنے کا ذریعہ۔ بندوں کا حق ہونے کے ناطے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ باقی ارکانِ اسلام کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، ان میں کوتاہی پر اللہ چاہے تو معاف کر دے، چاہے تو سزا دے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حقوق العباد میں کوتاہی برداشت نہیں کرے گا اور اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک وہ بندہ جس کے حق میں کوتاہی ہوئی ہو معاف نہ کر دے۔ اور زکاۃ کی عدم ادائیگی کی صورت میں تو کسی ایک شخص کی حق تلفی نہیں ہوتی بلکہ تمام حق داروں کی حق تلفی ہوتی ہے اور اس طرح گویا پورے معاشرے کی حق تلفی ہوتی ہے۔ اس کی تلافی کیسے ہو سکتی ہے؟

زکاۃ، اسلام کے مالیاتی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً اسلام کے فلاحی نظام کا تو انحصار ہی زکاۃ وصدقات پر ہے۔ اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ شامل

Marfat.com

ہے کہ صاحبِ استطاعت لوگوں سے زکاۃ وصول کرے اور ضرورت مندوں پر خرچ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ اگر وہ لوگ ایمان لے آئیں، نماز ادا کریں اور زکاۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔تم ان کے امیروں سے زکاۃ وصول کرو گے اور ان کے غریبوں پر خرچ کرو گے۔
(صحیح بخاری: ۱۳۹۵)

زکاۃ کی اہمیت کا اندازہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس موقف سے بھی کیا جا سکتا ہے جو آپ نے مانعینِ زکاۃ کے خلاف اس وقت اختیار کیا جب کہ اسلامی فوج شام میں بر سرِ پیکار تھی، ہر طرف نبوت کے جھوٹے دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے تھے، کچھ قبائل ارتداد کے فتنہ کا شکار ہو گئے تھے اور مدینہ دشمنوں کی یلغار کی زد میں تھا۔

تمام مسلم اکابرین بشمول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ مسلمانوں کی اس نوزائیدہ ریاست کے خلاف پہلے ہی بہت سے محاذ کھل چکے ہیں اس لیے اس وقت ایک نیا محاذ نہ کھولا جائے اور جن لوگوں نے زکاۃ دینے سے انکار کیا ہے، ان کے خلاف جنگ نہ کی جائے۔

مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے جانشین تھے، ڈٹ گئے اور فرمایا کہ میں نماز اور زکاۃ کے درمیان فرق نہیں کروں گا اور زکاۃ کا انکار کرنے والوں کے خلاف لڑوں گا، خواہ مجھے اکیلے ہی لڑنا پڑے۔ (صحیح بخاری: ۱۴۰۰۔صحیح مسلم: ۲۰)

جب صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ بے لچک موقف دیکھا تو وہ بھی اس کی صحت کے قائل ہو گئے اور آپ کا ساتھ دینے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ باوجود خدشات کے مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور وہ قبائل جنہوں نے زکاۃ دینے سے انکار کیا تھا، زکاۃ دینے پر آمادہ ہو گئے۔

سوال یہ ہے کہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان خطرات کا علم نہ تھا جن میں ریاستِ مدینہ گھری ہوئی تھی۔ یقیناً انہیں علم تھا اور شاید دوسرے اکابرین سے زیادہ اس کا احساس بھی تھا کیونکہ ریاستِ مدینہ کی حفاظت کی ذمہ داری ان پر تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہونے کی بنا پر دین کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان کی تھی، ان کے

Marfat.com

سامنے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث تھی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ یہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنے لگیں اور زکاۃ دینے لگیں۔ اگر وہ یہ کرلیں تو ان کی جانیں اور ان کے مال محفوظ ہیں مگر حق کے ساتھ (یعنی جب تک وہ کسی جرم کا ارتقاب نہ کریں ان کے جان و مال محفوظ ہیں) اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۵۔ صحیح مسلم: ۲۲)

انہوں نے دین کی حفاظت کو تمام مصلحتوں پر ترجیح دی اور دین کو منہدم ہونے سے بچالیا اور یہ روایت قائم کردی کہ دین کے معاملہ میں کوئی مصالحت نہیں ہوسکتی۔ جزاہ اللہ احسن الجزا

زکاۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ اس کا حکم قرآن مجید میں بیاسی (82) مقامات پر تاکید کے ساتھ دیا گیا ہے۔ عموماً جہاں نماز کا ذکر آیا ہے ساتھ زکاۃ کا ذکر بھی موجود ہے۔ قرآن مجید میں زکاۃ کا ذکر اتنا زیادہ ہے کہ یہاں اس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال مثال کے طور پر چند آیات درج ذیل ہیں۔ سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۴۳)

''نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور جو لوگ میرے آگے جھک رہے ہیں، ان کے ساتھ تم بھی جھک جاؤ۔''

﴿وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝﴾ (البقرہ: ۱۱۰)

''نماز قائم کرو اور زکاۃ دو۔ تم اپنی عاقبت کے لیے جو بھلائی کما کر آگے بھیجو گے، اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اللہ کی نظر میں ہے۔''

سورہ التوبہ میں فرمایا:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ

Marfat.com

رَّحِيْمٌ ۝﴾ (التوبة: ۵)

''پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو، اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

اور اسی سورہ میں آگے آیت 71 میں فرمایا:

﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (التوبہ: ۷۱)

''مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکاۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم و دانا ہے۔''

سورہ الحج میں فرمایا:

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝﴾ (الحج: ۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکاۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

اور اسی سورہ کی آیت ۷۸ میں فرمایا:

﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝﴾ (المؤمنون: ۷۸)

''پس نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ، وہ ہے تمہارا مولیٰ، بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔''

Marfat.com

سورہ النور میں فرمایا:

﴿وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۵۶﴾﴾

(النور:۵۶)

''نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔''

سورہ لقمان میں فرمایا:

﴿هُدًى وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ هُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ هُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ﴿۴﴾﴾ (لقمان:۳۔۴)

''ہدایت اور رحمت ہے نیکو کار لوگوں کے لیے، جو نماز قائم کرتے ہیں، زکاۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔''

زکاۃ کی حیثیت گزشتہ شریعتوں میں

قرآن سے یہ بات واضح ہے کہ نماز کی طرح زکاۃ بھی گزشتہ امتوں پر فرض تھی۔ سورہ الانبیاء میں حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَ جَعَلۡنٰهُمۡ اَئِمَّۃً یَّهۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ فِعۡلَ الۡخَیۡرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءَ الزَّکٰوۃِ ۚ وَ کَانُوۡا لَنَا عٰبِدِیۡنَ ﴿ۙ۷۳﴾﴾ (الانبیاء:۷۳)

''اور ہم نے ان کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ اور ہم نے انہیں وحی کے ذریعہ نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے کی ہدایت کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔''

سورہ البقرہ میں بنی اسرائیل سے لیے گئے عہد میں زکاۃ کا ذکر موجود ہے:

﴿وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّ اَقِیۡمُوا

Marfat.com

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾
(البقرہ:۸۳)

''یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکاۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہو۔''

سورہ المائدہ آیت ۱۲ میں بنی اسرائیل سے فرمایا:

﴿وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ﴾
(المائدہ:۱۲)

''اور اللہ نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ہوں بشرطیکہ تم نے نماز قائم رکھی اور زکاۃ دی۔''

سورہ مریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾﴾
(مریم:۵۵)

''وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا۔''

اسی سورہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾﴾ (مریم:۳۱)

''اور مجھے نماز اور زکاۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں۔''

زکاۃ نہ دینے کا انجام

آج کے دور میں جس طرح اسلام کے دیگر احکام پامال کیے جا رہے ہیں اسی طرح زکاۃ

Marfat.com

کا حکم بھی پامال کیا جا رہا ہے۔ ان احکام سے روگردانی کا وبال بھی ہم بھگت رہے ہیں لیکن اللہ اور اس کے دین کی طرف رجوع کے آثار نظر نہیں آتے۔ یہ دین تو سراسر رحمت اور ہمارے مسائل کے حل کا ضامن ہے مگر ہم خود ہی اپنے دشمن بن گئے ہیں اور دین کو نجی معاملہ اور دین کے نظام کو فرسودہ نظام سمجھ کر ایک طرف رکھ دیا ہے اور اپنی محدود عقل سے اپنی گتھیاں سلجھانے میں لگے رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ حل ہوتا ہے تو اسی سے کوئی دوسرا مسئلہ جنم لے لیتا ہے۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور میں مسلم معاشرے میں اتنی فراوانی آ چکی تھی کہ ایک شخص صبح کو اپنی زکاۃ کا مال لے کر نکلتا تھا اور شام کو مال سمیت واپس آ جاتا تھا۔ سارا دن تلاش کے باوجود اسے کوئی مستحقِ زکاۃ نہ ملتا تھا۔ زکاۃ دینے والے بہت تھے، لینے والا کوئی نہ تھا، آج معاملہ برعکس ہے۔ لینے والے بے شمار ہیں دینے والا کوئی نہیں۔ غربت مسلم معاشروں کی پہچان بن گئی ہے، اپنے ملک پاکستان ہی کو لے لیجیے۔ آدھی سے زیادہ آبادی زکاۃ کی مستحق ہے۔

آج بھی اگر ہمارے اہلِ ثروت دیانتداری سے زکاۃ دینا شروع کر دیں اور اس کی تقسیم بھی دیانتداری کے ساتھ صرف مستحقین میں کی جائے تو ان شاء اللہ چند سالوں میں غربت پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

جو لوگ مالدار ہونے کے باوجود زکاۃ نہیں دیتے قرآن و حدیث میں ان کے لیے سخت وعید آئی ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں سورہ التوبہ میں فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾﴾ (التوبہ: ۳۴-۳۵)

”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں

Marfat.com

کرتے، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔"

لفظ "کنز" کا اطلاق اس مال پر ہوتا ہے جس میں سے زکاۃ نہ ادا کی گئی ہو۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص سونے اور چاندی کا مالک ہے (یعنی مالدار ہے) اور اس کا حق ادا نہیں کرتا، قیامت کے روز اس (مال) کو اینٹوں کی شکل میں ڈھال کر جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے اس کے بازو، پیشانی اور پیٹھ داغے جائیں گے۔ ایک ایسے دن میں جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا اور آدمی اپنی راہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا۔

(صحیح مسلم: ۹۸۷)

اسی طرح جو شخص بیل اور بھیڑ، بکریوں کا مالک ہے اور اس (مال) کا حق ادا نہیں کرتا، وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ وہ (جانور) اپنے کھروں سے اسے روند رہے ہوں گے اور اپنے سینگوں سے اسے زخمی کر رہے ہوں گے۔ یہ سزا اسے مسلسل دی جاتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دے ایک ایسے دن میں جو تمہارے حساب سے پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ پھر وہ اپنا ٹھکانا جنت یا جہنم کی طرف دیکھ لے گا۔" (صحیح مسلم: ۹۸۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تمہارا خزانہ قیامت کے دن گنجا سانپ بنے گا۔ اس کا مالک اس سے بھاگے گا اور وہ اسے ڈھونڈتا پھرے گا یہاں تک کہ اس کو پا لے گا اور اس کی انگلیوں کو لقمہ بنائے گا۔" (صحیح: مسند احمد: ۱۰۳۴۴)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو اللہ نے مال دیا اور پھر اس نے اس مال کی زکاۃ ادا نہیں کی۔ قیامت کے روز اس کا یہی مال ایک ایسے گنجے اژدھے کی صورت میں اس کے سامنے آئے گا، جس کی آنکھوں کے اوپر دو سیاہ (خوفناک) دھبے ہوں گے۔ پھر وہ اسے اپنے دونوں جبڑوں سے پکڑے گا اور اس سے کہے گا: میں ہی تیرا خزانہ ہوں، میں ہی تیرا مال ہوں۔'' پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾﴾ (آل عمران: ۱۸۰)

''جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں، وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بُری ہے۔ جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں، وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

(صحیح بخاری: ۱۴۰۳)

سورہ حٰمٓ السجدہ میں فرمایا:

﴿وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۷﴾﴾ (حٰمٓ السجدہ: ۶۔۷)

''تباہی ہے ان مشرکوں کے لیے جو زکاۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔''

اس آیت میں زکاۃ نہ دینے والوں کو مشرکین اور آخرت کے منکرین کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ ان لوگوں کو نہ تو اللہ کے وعدوں پر بھروسا ہے اور نہ ہی آخرت کی سزا کا خوف۔ اگر انہیں اللہ کے وعدوں اور آخرت کی باز پرس کا یقین ہوتا تو یقیناً مال کے بارے میں ان کا

Marfat.com

رویہ وہ نہ ہوتا جس کا اظہار یہ لوگ زکاۃ نہ دے کر کرتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جو قوم زکاۃ ادا کرنا چھوڑ دیتی ہے، اللہ اسے قحط اور بھوک میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (حسن: معجم الاوسط: ۴۵۷۷۔ المطالب العالیہ لابن حجر کے محققین (۹/ ۴۵۲) اور البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الصحیحہ میں (۱۰۷) شواہد کے ساتھ صحیح قرار دیا ہے۔)

آج مسلم معاشروں کی اکثریت غربت کا شکار ہے۔ مملکتِ خداداد پاکستان میں آدھی سے زیادہ آبادی غربت کی لکیر سے نیچے رہ رہی ہے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہیں دو وقت کا کھانا نصیب نہیں ہوتا اور اسی ملک میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے کتے بھی گوشت کھاتے ہیں۔ کیا ہمارہ معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلانے کا حق دار ہے؟ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہمارے سامنے موجود ہے:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ (الحشر: ۹)

''اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

اور اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ارشاد بھی کہ وہ شخص مومن نہیں جو خود تو شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔ اسلامی معاشرے کی تو پہچان ہی یہ ہے کہ اس کے افراد دوسروں کی ضروریات کا خیال رکھنے والے اور انہیں اپنی ذات پر ترجیح دینے والے ہوتے ہیں۔ پھر یہ بھوک اور افلاس سے خودکشیاں کیوں؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو لوگ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا کرنا چھوڑ دیتے ہیں اللہ ان پر بارش روک دیتا ہے۔ اور اگر جانور نہ ہوں تو بارش بالکل ہی بند ہو جائے۔ (ابن ماجہ، بیہقی)

نبی ﷺ نے فرمایا:

''خشکی ہو یا سمندر، جہاں بھی کوئی مال ضائع ہوتا ہے وہ زکاۃ نہ دینے کی وجہ

Marfat.com

سے ہوتا ہے۔ (اوسط، طبرانی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اجر و ثواب کی نیت سے زکاۃ دے اسے اجر ملے گا اور زکاۃ نہ دینے والے سے ہم زکاۃ بھی لیں گے اور اس کا نصف مال بھی اپنے رب کا حق قرار دے کر ضبط کرلیں گے۔ مگر آلِ محمدؐ کے لیے زکاۃ میں سے کوئی شے حلال نہیں ہے۔ (احمد، نسائی، ابوداؤد)

زکاۃ کا انکار کفر ہے اور جو شخص اس کے رکنِ دین ہونے کا انکار تو نہ کرے لیکن عملاً ادا بھی نہ کرے تو وہ مجرم ہے جس کی اُخروی اور دنیوی سزا کا ذکر درج بالا آیات اور احادیث میں کیا گیا ہے۔

زکاۃ کس پر فرض ہے

اسلام کے دوسرے ارکان کے لیے انسان کا باشعور اور بالغ ہونا شرط ہے۔ مجنون اور نابالغ پر نماز روزہ اور حج فرض نہیں ہیں۔ لیکن دیوانہ شخص اور بچہ اگر مالدار ہوں تو ان کے مال میں سے زکاۃ لی جائے گی اور ان کے سرپرست کا فرض ہے کہ ان کے مال میں سے زکاۃ ادا کرے۔ کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف بھی کیا ہے، لیکن اکثریت اسی کی قائل ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ زکاۃ بندوں کا حق ہے اس لیے یہ حق ہر صاحبِ نصاب سے لیا جائے گا۔ اس عبادت کا انحصار مالی استطاعت پر ہے نہ کہ جسمانی استطاعت پر، اس لیے جسمانی عدم استطاعت اس میں مانع نہیں ہوگی۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

امام شافعیؒ نے یوسف بن ماھک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یتیموں کے مال کو تجارت میں لگاؤ تا کہ وہ زکاۃ سے ختم نہ ہو جائے۔ (امام بیہقی، امام نووی)

امام طبرانی نے اپنی کتاب اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یتیموں کے مال میں تجارت کرو تا کہ زکاۃ اسے نہ کھا جائے۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے یتیم کے مال میں زکاۃ ہے۔

Marfat.com

امام ابو عبید، امام بیہقی اور امام ابن حزم نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، اور حضرت جابر بن عبداللہ رضوان اللہ علیہم سے یتیم کے مال پر زکاۃ کے فرض ہونے کا قول نقل کیا ہے اور صحابہ میں سے کسی نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی سوائے اس کے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے نقطہ نظر کی مخالفت میں ایک روایت مروی ہے مگر وہ ضعیف ہے اور اسے بطور دلیل پیش نہیں کیا جا سکتا۔

وقفِ عام (وہ وقف جو عوام کے استفادہ کے لیے ہو) پر زکاۃ نہیں ہے لیکن جو وقف کسی متعین شخص یا اشخاص کے لیے ہو اس پر زکاۃ ہے۔ وقف عام کو زکاۃ سے مستثنیٰ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تو پہلے ہی عوام کے فائدے کے لیے مختص ہے اور زکاۃ کا مقصد بھی حاجتمندوں کو فائدہ پہنچانا ہے۔

حرام آمدنی پر بھی زکاۃ نہیں ہے۔ اس لیے کہ جو مال بھی انسان بطور زکاۃ دیتا ہے وہ عبادت سمجھ کر اللہ کی رضا کے لیے دیتا ہے اور اللہ نے حرام ذرائع سے مال حاصل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جس مال کو اللہ نے لوگوں کے لیے منع فرمایا ہو اس کو بھلا وہ خود کیوں قبول فرمائے گا؟ اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاک چیزوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ اللہ کی رضا کے علاوہ زکاۃ کا ایک مقصد مال کو پاک کرنا بھی ہے۔ جو مال ہم حلال ذرائع سے کماتے ہیں، اس میں نادانستہ طور پر اگر کوئی مشکوک چیز شامل ہو جائے تو زکاۃ ادا کرنے سے وہ مال ان شاء اللہ پاک ہو جائے گا۔ لیکن اگر سارا مال کمایا ہی حرام ذرائع سے گیا ہے تو اس میں سے 2.5 فیصد نکال دینے سے بقیہ مال کیسے حلال ہو جائے گا؟ اسی لیے ظالم حکمران جو ناجائز طریقے سے عوام کا مال ہڑپ کرتے ہیں وہ بھی زکاۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ زکاۃ کی ادائیگی انہیں ظلم کے وبال سے نہیں بچا سکے گی۔ جس کام سے اللہ نے منع کیا ہے اس کے وبال سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ انسان سچے دل سے توبہ کرے، جس کے ساتھ زیادتی کی ہے اس سے معافی مانگے اور اس زیادتی کا ازالہ کرے۔

Marfat.com

مصارفِ زکاۃ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ صرف زکاۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے، بلکہ اس کی تقسیم کا حکم قرآن میں نازل فرما کر مستحقین کی فہرست بھی مرتب کردی ہے جن پر زکاۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے، یہ فہرست سورہ التوبہ کی درج ذیل آیت میں موجود ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۖ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞﴾ (التوبہ: ٦٠)

''یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں، اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو صدقات کے کام پر مامور ہوں، اور ان کے لیے جن کی تالیفِ قلب مطلوب ہو، نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آٹھ مدات مقرر کردی ہیں جن میں زکاۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔ ان مدات کے علاوہ کسی دوسری مد میں خرچ نہیں کی جا سکتی۔ یہ مدات مقرر فرما کر اللہ تبارک وتعالیٰ نے غربا، مساکین، نادار طبقات اور دیگر حاجت مندوں کے حقوق کا تحفظ کیا ہے۔

زکاۃ کا نصاب اور شرح

زکاۃ مالی عبادت ہے اس لیے یہ صرف اسی پر فرض ہے جس کے پاس مال ہو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مال کی ایک کم سے کم مقدار مقرر کردی ہے جس پر زکاۃ فرض ہے، اس مقدار سے کم مال ہو تو زکاۃ فرض نہیں، اس مقدار کے برابر یا زیادہ ہو تو زکاۃ فرض ہوگی، اس مقدار کو نصاب کہتے ہیں۔ مختلف اموال کا نصاب مختلف ہے اور ان میں زکاۃ کی شرح بھی مختلف ہے۔ مویشیوں میں آپ ﷺ نے پانچ اونٹوں سے کم اور چالیس بکریوں سے کم

Marfat.com

تعداد کو زکاۃ سے مستثنیٰ فرمایا، زرعی پیداوار، غلہ، پھل وغیرہ میں پانچ وسق سے کم مقدار کو مستثنیٰ فرمایا، (ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی تحقیق کے مطابق پانچ وسق، وزن کے موجودہ پیمانوں کے لحاظ سے 653 کلوگرام کے برابر ہیں) اور دیگر اموال میں چاندی کو معیار مقرر فرما کر دوسو درہم سے کم کو مستثنیٰ قرار دیا۔ دوسو درہم وزن میں ساڑھے باون تولے کے برابر ہیں، اس لیے موجودہ دور میں چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے یا 595 گرام چاندی ہے۔ آج کے دور میں چاندی کے سکوں کی جگہ کاغذی کرنسی نے لے لی ہے، جو کہ سونے کے عوض چھاپے جاتے ہیں، اس لیے نصاب کا معیار بھی سونا ہی بن گیا ہے جو کہ ساڑھے سات (7.5) تولہ یا 85 گرام سونا بنتا ہے۔ اب جس کے پاس ساڑھے سات تولہ (85 گرام) سونا یا اس کی مالیت کے کرنسی نوٹ یا سونا، چاندی اور کرنسی نوٹ ملا کر ساڑھے سات تولہ سونا کی قیمت کے برابر رقم بن جاتی ہو وہ صاحبِ نصاب شمار ہوگا اور اسے اڑھائی (2.5) فیصد کے حساب سے (جو کہ نقدی، سونے، چاندی اور دیگر اموال میں زکاۃ کی شرح ہے) زکاۃ ادا کرنا ہوگی۔

زکاۃ آمدنی پر نہیں بلکہ بچت پر ہے۔ اور اس مال پر واجب الادا ہے جو ایک سال تک آپ کے پاس رہے۔ زکاۃ سال میں ایک مرتبہ واجب الادا ہے۔ آمدنی اور بچت بھی کہیں روزانہ، کہیں ہفتہ وار اور کہیں ماہانہ بنیادوں پر سارا سال جاری رہتی ہے اس لیے اس بات کا حساب رکھنا کہ کس بچت پر کب سال پورا ہوا، بہت ہی مشکل کام ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آدمی زکاۃ کی ادائیگی کے لیے ایک مہینہ مقرر کر لے اور ہر سال اس ماہ میں جو کچھ بھی اس کے پاس بچت کی صورت میں موجود ہو اس میں سے زکاۃ ادا کر دے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے، مویشیوں کے بارے میں امام مالکؒ اور نقود کے بارے میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ تاجر حضرات کے لیے بھی یہی صورت آسان ہے کہ سال کے آخر میں اپنے سارے تجارتی اموال کا حساب کر کے اس پر 2.5 فیصد کے حساب سے زکاۃ ادا کر دیں۔

Marfat.com

زکاۃ کے علاوہ بھی مالدار کے مال میں نادار کا حق ہے

قرآن و حدیث میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی بڑی تعریف کی گئی ہے، اس کے لیے بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے، اور بخل سے بچنے کی بھی سخت تاکید کی گئی ہے۔ اہلِ ثروت کے مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی نادار لوگوں کا حق ہے جیسا کہ سورہ الذاریات کی اس آیت میں فرمایا:

﴿وَفِيٓ أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ ۝١٩﴾ (الذاریات: ۱۹)

''اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔''

اور سورہ المعارج میں فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ فِيٓ أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝٢٤ لِّلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ ۝٢٥﴾

(المعارج: ۲۴۔۲۵)

''جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا مقرر حق ہے۔''

اور سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ ٱلْعَفْوَ ۗ﴾ (البقرہ: ۲۱۹)

''پوچھتے ہیں ہم راہِ خدا میں کیا خرچ کریں۔ کہو، جو کچھ تمہاری ضروریات سے زیادہ ہو۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محض زکاۃ دینے سے حق ادا نہیں ہو جاتا بلکہ زکاۃ کے علاوہ بھی مال دار لوگوں پر غربا اور مساکین کا حق ہے۔ رسولؐ اللہ نے بھی یہ بات فرمائی ہے کہ زکاۃ کے سوا بھی تمہارے مال میں یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کا حق ہے۔

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے (سورہ البقرہ کی) یہ آیت پڑھی:

﴿لَّيْسَ ٱلْبِرَّ أَن تُوَلُّوا۟ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنْ

Marfat.com

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ (البقرہ:۱۷۷)

’’نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکاۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔‘‘

(ضعیف: جامع ترمذی: ۶۵۹۔ سنن دارمی: ۱۶۷۷۔ میمون الاعور راوی ضعیف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ شعبہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۴۳۸۳)

اس آیت کو آیتِ بر (نیکی کی آیت) بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ آیت ہے جس میں نیکی کے مختلف کاموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے اگر انسان ان پر عمل کرلے تو اس کی نجات کے لیے کافی ہیں۔

حقیقی مالک اللہ اور انسان اس کا خلیفہ ہے

اسلام میں ملکیت کا تصور یہ ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے اس کا اصل مالک تو اللہ ہے۔ انسان کی حیثیت خلیفہ کی ہے، اور خلیفہ اپنے زیرِ استعمال اشیا میں آزاد نہیں ہوتا بلکہ مالک کی مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہوں سورہ الحدید کی درج ذیل آیات:

﴿اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ

Marfat.com

اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝﴾ (الحدید:۷)

''ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائیں گے اور مال خرچ کریں گے ان کے لیے بڑا اجر ہے۔''

﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾

(الحدید:۱۰)

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، حالانکہ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔''

ان آیات میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ انسان کی حیثیت خلیفہ کی ہے اور انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے خواہ وہ اس کے جان و مال ہوں یا ذہنی و جسمانی صلاحیتیں، ان کا اصل مالک اللہ ہے اس لیے یہ ساری صلاحیتیں اللہ ہی کی مرضی کے مطابق استعمال ہونی چاہئیں۔ پھر نہ صرف مالک بلکہ اصل وارث بھی اللہ ہی ہے۔ دنیا کا دستور یہی ہے کہ آج کی ملکیت بذریعہ وراثت کل کسی اور کو منتقل ہو جائے گی اور پرسوں کسی اور کو۔ انسان کا قیام اس دنیا میں عارضی ہے اور بالآخر ہر چیز کی وارثت لوٹ کر اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے پاس جانے والی ہے۔ وہی ہر چیز کا حقیقی مالک اور حقیقی وارث ہے۔ وہ دن دور نہیں جب انسان سے ان صلاحیتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا جو اسے دی گئی ہیں۔

اصل بچت

اس وقت اس کا توشہ وہی اعمال ہوں گے جو اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کیے تھے۔ یہی بات اسے سورہ الحشر کی اس آیت میں سمجھائی گئی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الحشر:۱۸)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل

Marfat.com

کے لیے کیا سامان کیا ہے، اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقینا تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔"

ہر شخص کو مستقبل کی فکر ہوتی ہے، اور وہ اس کے لیے کچھ بچا کر رکھنا چاہتا ہے۔ اس آیت میں بھی انسان کو کل (مستقبل) کی فکر کرنے اور اس کے لیے کچھ بچا کر رکھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ جس مستقبل کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے وہ دوسری زندگی ہے اور وہاں وہی مال کام آئے گا جو آپ نے اللہ کی راہ میں خرچ کر کے آگے بھیج دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"انسان کہتا ہے، میرا مال، میرا مال، کیا تیرے مال میں اس کے سوا بھی تیرا کچھ ہے جو تو نے کھا کر ختم کر دیا، یا پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا صدقہ کر کے بچا لیا؟ اس کے علاوہ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے وہ تُو دوسروں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے۔" (صحیح مسلم: ۲۹۵۸)

انسان کی اصل بچت تو وہی مال ہے جو اس نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ ملاحظہ ہو یہ حدیث:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

"ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ہاں ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا گیا۔ جب آپ ﷺ گھر تشریف لائے تو پوچھا بکری میں سے کیا باقی بچا؟ میں (حضرت عائشہ) نے عرض کیا: ایک شانہ کے سوا کچھ باقی نہیں بچا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شانہ کے سوا ساری بکری بچ گئی۔"

(صحیح: جامع ترمذی: ۲۴۷۰)

یعنی جو حصہ اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیا گیا وہی حقیقی بچت ہے۔

صدقہ کا فائدہ

رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے اموال سے صدقہ وصول کر کے انہیں

Marfat.com

پاک کریں اوران کی ترقی کا سامان کریں۔ملاحظہ ہوسورہ التوبہ کی یہ آیت:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ (التوبہ:۱۰۳)

”اے نبی،تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کران کو پاک کرواور اس کے ذریعہ سے ان کی افزائش کرو۔“

یہاں صدقہ سے مراد واجب صدقہ یعنی زکاۃ ہے۔نبی ﷺ نے مختلف حضرات کو لوگوں سے زکاۃ وصول کرنے کے لیے مقرر فرمایا جو عاملینِ زکاۃ کہلاتے تھے۔جن حضرات کو آپ ﷺ نے زکاۃ وصول کرنے پر مامور فرمایا ان کی فہرست کتبِ تاریخ میں موجود ہے۔

سورہ الروم میں فرمایا:

﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاْ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿٣٩﴾﴾

(الروم:۳۹)

”جو سود تم دیتے ہوتا کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہوکر وہ بڑھ جائے،اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا۔اور جو زکاۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو،اسی کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں۔“

اورسورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾﴾

(البقرہ:۲۷۶)

”اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدعمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔“

ان آیات میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ سود جو بظاہر افزائشِ مال کا ذریعہ ہے اس سے حقیقتاً مال میں کمی آتی ہے۔اس سے چند افراد یا اداروں کے مال میں تو اضافہ ہوتا نظر آتا ہے لیکن مجموعی طور پر معاشرہ غربت اور پسماندگی کا شکار ہوتا ہے۔جب کوئی معاشرہ

Marfat.com

غربت کا شکار ہو جائے اور اس کی قوتِ خرید کم ہو جائے تو وہ زوال کی طرف بڑھتا ہے اور جب زوال مکمل ہو جاتا ہے تو پھر امراء بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہتے۔

اس کے برعکس زکاۃ و صدقات سے بظاہر تو مال میں کمی محسوس ہوتی ہے لیکن اس سے غربت کا سدِ باب ہوتا ہے، معاشرے میں خوشحالی آتی ہے اور مجموعی طور پر لوگوں کی قوتِ خرید بڑھ جاتی ہے، جس کا فائدہ بالواسطہ اہلِ ثروت کو بھی پہنچتا ہے۔ جب پورا معاشرہ ترقی کر رہا ہو تو اس کے اچھے اثرات سب تک پہنچتے ہیں۔

انسان اللہ کے راستے میں جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے نہ صرف یہ کہ وہی اس کی حقیقی بچت ہے جو آخرت میں اس کے کام آئے گی، بلکہ دنیا میں بھی وہ مال اسے لوٹا دیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو سورہ الانفال کی یہ آیت:

﴿وَ مَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۶۰﴾﴾ (الانفال: ۶۰)

''اللہ کی راہ میں تم جو کچھ خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدل تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا۔''

اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل احادیث بھی غور طلب ہیں:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور معاف کرنے سے اللہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا سوائے عزت کے، اور جب کوئی شخص اللہ کے لیے تواضع (عاجزی) اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۲۵۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

''اے انسان! تو خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔'' (اگر تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ تمہیں مزید دے گا) (صحیح بخاری: ۴۶۸۴۔ صحیح مسلم: ۹۹۳)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

پاس آئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اے اسماء! اپنا مال) تھیلی میں نہ رکھ، ورنہ اللہ بھی اپنی رحمت تجھ سے روک دے گا۔ جہاں تک بھی ہو سکے (اللہ کی راہ میں) دو۔''

(صحیح بخاری:۲۵۹۱۔صحیح مسلم:۱۰۲۹)

بخل کا وبال

درج بالا آیات و احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ انسان جو کچھ بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے وہ اسے اس دنیا میں ہی لوٹا دیا جاتا ہے اور اسے ان ممکنہ نقصانات سے بچا لیا جاتا ہے جو عدم انفاق کی صورت میں اسے پہنچنے والے تھے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ مال جمع کر کے رکھنا اس کے حق میں بہتر ہے، مشکل وقت میں یہ اس کے کام آئے گا۔ یہ محض شیطان کا بہکاوا ہے۔

ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾﴾ (البقرہ:۲۶۸)

''شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے۔ اللہ بڑا فراخ دست اور دانا ہے۔''

شیطان کے اس بہکاوے سے بچنے کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ان تعلیمات پر غور کیجیے جو انہوں نے عدم انفاق کے وبال سے بچنے کے لیے دی ہیں۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بخل کی مذمت میں سورہ محمد میں فرمایا:

﴿هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾﴾ (محمد:۳۸)

''دیکھو، تم لوگوں کو دعوت دی جا رہی ہے کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ اس پر

Marfat.com

تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل کر رہے ہیں، حالانکہ جو بخل کرتا ہے وہ در حقیقت اپنے آپ ہی سے بخل کر رہا ہے۔ اللہ تو غنی ہے، تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔''

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنا باعثِ ہلاکت ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾﴾ (البقرہ:۱۹۵)

''اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ احسان کا طریقہ اختیار کرو، کہ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

انسان کے دو بڑے دشمن

انسان کا مال اور اس کے اہل وعیال اس کے بڑے دوست بھی ہیں اور بڑے دشمن بھی۔ اگر انسان کے اہل وعیال اللہ کے راستے میں اس کا ساتھ دیتے ہیں اور اس سے ناجائز مطالبات نہیں کرتے تو یہ اس کے دوست ہیں، اور اگر یہ اللہ کی راہ پر چلنے میں اس کے لیے رکاوٹ بنتے ہیں تو یہ اس کے دشمن ہیں۔ اسی طرح اگر مال کی محبت اس سے حلال وحرام کی تمیز نہیں چھینتی اور اس کا حلال ذرائع سے کمایا ہوا مال اللہ کی راہ میں صرف ہوتا ہے تو یہ اس کا دوست ہے، اور اگر مال حاصل کرنے کے لیے وہ حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتا اور اس کو اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بناتا ہے تو یہ مال اس کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ ملاحظہ ہوں سورہ التغابن کی یہ آیات:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِیْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ یُّوْقَ

Marfat.com

شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ (التغابن: ۱۴-۱۶)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، ان سے ہوشیار رہو، اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور معاف کر دو تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو ایک آزمائش ہیں، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بڑا اجر ہے۔ لہٰذا جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اور سنو اور اطاعت کرو، اور اپنے مال خرچ کرو، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

اس کی مزید وضاحت نبی ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے جو طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا اصل دشمن وہ نہیں ہے جسے تُو قتل کر دے تو تیرے لیے کامیابی ہے اور وہ تجھے قتل کر دے تو تیرے لیے جنت ہے۔ بلکہ تیرا اصل دشمن ہوسکتا کہ تیرا اپنا وہ بچہ ہو جو تیری ہی صُلب سے پیدا ہوا ہے۔ پھر تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ مال ہے جس کا تُو مالک ہے۔'' (ضعیف: معجم الکبیر للطبرانی: ۳۴۴۵۔ شریح اور ابو مالک اشعریؓ کے درمیان انقطاع ہے۔ دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۴۳۷۵)

اگر مال کے حصول کے لیے انسان حلال و حرام کی پرواہ نہ کرے اور اولاد کی محبت میں ان کی ناجائز خواہشات کی تکمیل میں لگ جائے اور ان کے ناجائز کاموں کی بھی حمایت کرے تو مال اور اولاد دونوں اس کے سب سے بڑے دشمن متصور ہوں گے۔ اسی لیے ان کو فتنہ (آزمائش) کہا گیا ہے۔ ان دونوں کی محبت انسان کی فطرت میں ہے۔ لیکن اگر ان کی محبت اتنی بڑھ جائے کہ انسان سے ناجائز کام کروانے لگے تو یہ دونوں اس کے دشمن ہیں۔

سخاوت اور بخل

سخاوت اور بخل ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اللہ سخی ہے اور سخاوت کو پسند کرتا ہے۔ بخل اللہ کے ہاں نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے۔ اسی لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بخل کی

Marfat.com

مذمت اور سخاوت کی تعریف کی ہے، بخل سے بچنے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ظلم سے بچو، قیامت کے روز ظلم تاریکی ہے۔ اور بخل سے بچو، بخل نے تم سے پہلی قوموں کو تباہ کر دیا۔ بخل کی وجہ سے انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کا خون بہایا اور جو کچھ ان کے لیے حرام کیا گیا تھا اسے حلال کر لیا۔ (جن باتوں سے منع کیا گیا تھا ان کو اختیار کر لیا)۔“ (صحیح مسلم: ۲۵۷۸)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیا میں تمہیں ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو اللہ کے نزدیک سب سے برا ہے؟ عرض کیا گیا: جی ضرور۔ فرمایا: وہ شخص جس سے اللہ کے نام پر سوال کیا جائے اور وہ نہ دے۔“ (صحیح: مسند احمد: ۲۱۱۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔“ (ضعیف: جامع ترمذی: ۶۶۴۔ عبد اللہ بن عیسیٰ الخزار، راوی ضعیف ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ دینے میں جلدی کرو۔ بے شک صدقہ بلا کو ٹال دیتا ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی ایسی صبح نہیں ہوتی جس میں دو فرشتے زمین پر نہ اترتے ہوں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! (تیری راہ میں) خرچ کرنے والے کو اس کا بدل دے۔ اور دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! روک کر رکھنے (بخل کرنے) والے کو تباہ کر۔“ (صحیح بخاری: ۱۴۴۲۔ صحیح مسلم: ۱۰۱۰)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ربّ کعبہ کی قسم! وہ لوگ خسارے میں ہیں۔ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ

Marfat.com

پر قربان جائیں! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: جن کے پاس بہت مال ہے سوائے ان لوگوں کے جو یوں اور یوں اور آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں (بے دریغ اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، اور ایسے لوگ کم ہیں۔'' (صحیح بخاری: ۶۶۳۸۔ صحیح مسلم: ۹۹۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں کوئی دھوکا باز، اور بخیل اور احسان جتانے والا داخل نہ ہوگا۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۹۶۳۔ مسند احمد: ۳۲۔ صدقہ بن موسیٰ اور فرقد السبخی راوی ضعیف ہے۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخل اور ایمان کسی بندے کے دل میں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ (ایمان اور بخل ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر ایمان دل میں اتر گیا تو بخل وہاں سے نکل جائے گا) (رواہ نسائی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو خصلتیں ایسی ہیں جو کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہو سکتیں اور وہ ہیں بخل اور بداخلاقی۔''

(ضعیف: جامع ترمذی: ۱۹۶۲۔ الادب المفرد: ۲۸۲۔ صدقہ بن موسیٰ راوی ضعیف ہے۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سخی اللہ کے قریب ہے، لوگوں کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، جنت سے دور ہے، جہنم کے قریب ہے۔ اور ایک جاہل سخی اللہ کو ایک بخیل عابد سے زیادہ پسند ہے۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۹۶۱۔ معجم الاوسط: ۲۳۶۳۔ سعید بن محمد الوراق راوی ضعیف ہے۔ ملاحظہ ہو: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جس کی ٹہنی سخی کو پکڑ لے گی اور اس وقت تک اس کو نہ چھوڑے گی جب تک اسے جنت میں داخل نہ کر دے۔ اور بخل جہنم میں ایک درخت ہے جس کی ٹہنی بخیل کو پکڑ لے گی اور اس وقت تک اسے نہ چھوڑے گی جب تک اسے جہنم میں داخل نہ کر دے۔'' (ضعیف: شعب

Marfat.com

الایمان: ۱۰۳۷۵۔ سعید بن مسلمہ الاموی راوی متروک، ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۳۸۹۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا گیا ہو اور آپ ﷺ نے انکار کیا ہو۔'' (صحیح بخاری: ۶۰۳۴۔ صحیح مسلم: ۲۳۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہو تو بھی مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجھ پر تین راتیں بیت جائیں اور اس میں سے کچھ بھی میرے پاس موجود ہو سوائے اس کے جو میں نے قرض ادا کرنے کے لیے رکھ چھوڑا ہو۔'' (صحیح بخاری: ۶۴۴۴۔ صحیح مسلم: ۹۹۱)

انفاق فی سبیل اللہ کا اجر

انسان اللہ کے راستے میں جو کچھ خرچ کرتا ہے اسے دنیا میں بھی اس کا بدلہ دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا بہترین اجر دیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو جتنا چاہے اجر دے۔ اس کے خزانوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ ہم اس کے خزانوں کی وسعت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر ساری مخلوقات اپنی ساری خواہشات اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے پیش کر دیں اور وہ سب کی خواہشات کو پورا کر دے، تب بھی اس کے خزانوں میں اتنی کمی نہیں آتی جتنی سمندر کے پانی میں سوئی ڈبونے سے سمندر میں آتی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾ (البقرہ: ۲۶۱)

''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو

Marfat.com

دانے ہوں۔ اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے۔ وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی۔'' یعنی جسے اللہ چاہے سات سو گنا سے بھی زیادہ اجر عطا کر دے۔ اللہ کو معلوم ہے کہ کس نے کن حالات میں کس جذبے سے اس کے راستے میں خرچ کیا ہے۔ اللہ کے ہاں مقدار سے زیادہ اس جذبے کی قدر و قیمت ہے جس سے اس کی راہ میں مال خرچ کیا جاتا ہے۔

تبوک کی مہم کے لیے جب رسول اللہ ﷺ نے چندے کی اپیل کی تو صحابہ نے دل کھول کر چندہ دیا۔ اسی موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال چار ہزار درہم لے کر آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے، حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف نے دو سو اوقیہ سونا دیا، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بن عدی نے نوے وسق یا تقریباً (۱۱۷۵۴ کلو گرام) چھوارے دیئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار دینار لا کر نبی ﷺ کی گود میں ڈال دیئے۔ الغرض جو جس کے بس میں تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مال کا ایک بہت بڑا ڈھیر لگ گیا۔

ایک صحابی جو بہت نادار تھے اور جن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، انہوں نے رات بھر ایک یہودی کے باغ کو پانی لگایا اور صبح کو جو مٹھی بھر کھجوریں مزدوری میں ملیں، نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ نبی ﷺ نے وہ کھجوریں مال کے ڈھیر پر بکھیر دیں اور فرمایا یہ اس سارے ڈھیر پر بھاری ہیں۔ یہ اس صحابی کی عزت افزائی اور اس کے جذبے کی قدر تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ صدقہ کو قبول کرتا ہے اور اس کو اپنے داہنے ہاتھ سے لیتا ہے۔ پھر وہ اِس کی تمہارے لیے اس طرح پرورش کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ تمہارا دیا ہوا ایک لقمہ اللہ کے ہاں احد پہاڑ کی مانند بن جائے گا۔''

Marfat.com

کب اور کہاں خرچ کرنا افضل ہے

اللہ کی راہ میں جب بھی مال خرچ کیا جائے اور جس پر بھی خرچ کیا جائے یقیناً اس کا اجروثواب ہے لیکن اس میں مواقع اور حالات کے مطابق کمی یا زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ جب دینے والا خود بھی ضرورتمند ہو اور حاجتمند کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے تو یقیناً اس کا اجر ایک مالدار آدمی کے صدقہ سے زیادہ ہوگا، کیونکہ اس میں صدقہ کے ساتھ ایثار بھی ہے۔ نادار رشتہ دار پر خرچ کرنا عام حاجتمند پر خرچ کرنے سے زیادہ اجروثواب کا حامل ہے کیونکہ اس میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ مشکل حالات میں قوم و ملک کے لیے خرچ کرنا عام حالات میں خرچ کرنے سے افضل ہے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات اور احادیث:

سورہ الحدید میں فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۗ أُولٰٓئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوا ۗ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١٠﴾﴾ (الحدید: ۱۰)

”تم میں سے جو لوگ فتح کے بعد خرچ اور جہاد کریں گے وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ اور جہاد کیا ہے۔ ان کا درجہ بعد میں خرچ اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے۔ اگرچہ اللہ نے دونوں ہی سے اچھے وعدے فرمائے ہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کونسے صدقہ کا اجر سب سے زیادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”وہ صدقہ جو تو اس وقت کرے جب تو صحت مند ہو، ضرورتمند ہو، تجھے تنگدستی کا خوف ہو اور مالدار ہونے کی امید رکھتا ہو۔ اس وقت کا انتظار نہ کر جب جان تیرے حلق میں آ جائے اور تو کہے کہ یہ فلاں کو دے دیا جائے اور یہ فلاں کو دے دیا جائے۔ اس وقت تو (تیرا مال) فلاں، فلاں کا ہو ہی جائے گا۔“ (صحیح بخاری: ۱۴۱۹۔ صحیح مسلم: ۱۰۳۲)

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی کا اپنی زندگی میں (اللہ کی راہ میں) ایک درہم خرچ کرنا، موت کے وقت سو درہم خرچ کرنے سے بہتر ہے۔'' (ضعیف: سنن ابوداود: ۲۸۶۶۔ صحیح ابن حبان: ۳۳۳۴۔ شرحبیل بن سعد راوی ضعیف ہے۔)

صدقہ کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ موت کا کچھ پتہ نہیں کہ کب آ جائے اور اس وقت آدمی صدقہ کرنے کی خواہش کرے۔ اسی بات کی طرف سورہ المنافقون کی ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(المنافقون: ۱۰۔ ۱۱)

''اور جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور اس وقت وہ کہے کہ اے میرے رب، کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔ حالانکہ جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آ جاتا ہے تو اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

ان آیات میں دو باتیں بیان فرمائی گئی ہیں، ایک تو یہ کہ موت کے وقت انسان اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی خواہش کرے گا اور اس کے لیے اللہ سے مہلت مانگے گا۔ دوسری یہ کہ اس وقت اسے مہلت نہیں ملے گی۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ اس وقت کے آنے سے پہلے ہی کچھ پونجی جمع کر لی جائے۔ مال سے انسان زندگی میں ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے موت کے وقت یا موت کے بعد تو اس سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ

Marfat.com

فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ﴾ (البقرہ:۲۵۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو کچھ مال و متاع ہم نے تم کو بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو (اللہ کی راہ میں) قبل اس کے کہ وہ دن آئے، جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی، نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی۔'' دنیا کی زندگی میں اپنے مال سے جو چاہو خرید لو، جنت بھی خرید سکتے ہو اور جہنم بھی۔ لیکن یہ مہلت صرف موت سے پہلے ہے، مرنے کے بعد یہ مال تمہارے کام نہیں آئے گا۔

﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝﴾

(ابراھیم:۳۱)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، میرے جو بندے ایمان لائے ہیں ان سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کھلے اور چھپے (اللہ کی راہ میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا:

''تُو اپنی ذات سے شروع کر اور اس پر صدقہ کر، پھر اگر کچھ بچ جائے تو اپنے بیوی بچوں پر صدقہ کر، پھر اگر بیوی بچوں سے بچ جائے تو اپنے قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کر، پھر اگر قریبی رشتہ داروں سے بچ جائے تو اسی طرح درجہ بدرجہ صدقہ کر۔'' (صحیح مسلم:۹۹۷)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنی ماں سے سلوک کر، اور اپنے باپ سے، اور اپنے بھائی سے، پھر زیادہ قریبی اعزہ سے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا

Marfat.com

صدقہ افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس میں دقت نہ ہو اور جو اپنے گھر سے شروع کیا جائے۔'' (صحیح: سنن ابوداود: ۱۶۷۷۔ مسند احمد: ۸۷۰۳)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کسی مسکین پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے اور کسی قریبی رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔'' (اس پر دوہرا اجر ملے گا)۔ (صحیح: سنن ابن ماجہ: ۱۸۴۴۔ جامع ترمذی: ۶۵۸۔ سنن نسائی: ۲۵۸۳)

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ زکاۃ اور خیرات اپنے قریبی رشتہ داروں کو دینا زیادہ اجر وثواب کا حامل ہے۔ جو جتنا قریب ہے اتنا ہی زیادہ مستحق ہے بشرطیکہ وہ آپ کی مدد کا محتاج ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ایک دینار وہ ہے جو تُو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے، ایک دینار وہ ہے جو تُو گردن چھڑانے (کسی کو رہائی دلانے) میں خرچ کرتا ہے، ایک دینار وہ ہے جو تُو کسی مسکین کو صدقہ دیتا ہے اور ایک دینار وہ ہے جو تُو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار کا ہے جو تُو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۹۹۵)

بہترین نیکی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کی بڑی تعریف کی ہے جو اس کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ ابرار (نیک لوگوں) کی تعریف کرتے ہوئے سورہ الدھر میں فرمایا:

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝﴾ (الدھر: ۸۔۹)

''اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، (اور ان سے کہتے ہیں کہ) ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔'' یعنی نیک لوگ حاجتمندوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں،

Marfat.com

اور یہ کام وہ صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ سوائے اللہ کے وہ کسی سے صلے کے طالب نہیں ہوتے۔"

سورہ الحشر میں انصار کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (الحشر: ۹)

"اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکی اور مدنی مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ مدنی مسلمانوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنا آدھا مال پیش کر دیا، ان میں بہت سے خود بھی حاجتمند تھے لیکن انہوں نے اپنے بھائیوں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی تو ان کی تعریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

سورہ الِ عمران میں فرمایا:

﴿لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴾ (الِ عمران: ۹۲)

"تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے، جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو، اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ اس سے بے خبر نہ ہوگا۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام میں سے کئی ایک اپنی پسندیدہ اشیاء سے دست بردار ہو گئے اور انہیں اللہ کی راہ میں دے دیا۔ مثلاً:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے تمام

Marfat.com

اموال میں بیرحاء مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ جس کام میں پسند فرمائیں اسے صرف کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ تو عظیم الشان منافع کا باغ ہے، مناسب یہ ہے کہ آپ اسے اپنے اقرباء میں تقسیم کر دیں۔" چنانچہ حضرت ابوطلحہ نے اسے اپنے اقرباء اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

(صحیح بخاری: ۱۴۶۱۔ صحیح مسلم: ۹۹۸)

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ اپنا گھوڑا لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اپنی املاک میں یہ گھوڑا سب سے زیادہ محبوب ہے۔ میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا اور ان سے لے کر ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ اس پر حضرت زید بن حارثہ فکرمند ہوئے کہ میرا صدقہ میرے ہی گھر واپس آ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ اللہ نے تمہارا صدقہ قبول کرلیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کنیز سب سے زیادہ محبوب تھی، آپ نے اسے اللہ کی رضا کی خاطر آزاد کر دیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک کنیز تھی جس سے وہ بہت محبت کرتے تھے، اس کو اللہ کے لیے آزاد کر دیا۔ (مسند بزار (کشف الاستار): ۲۱۹۴۔ امام بزار رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ روایت اسی سند سے مروی ہے۔)

اللہ کی رضا کے لیے اپنی پسندیدہ چیز سے دست بردار ہونے کی اور بھی بے شمار مثالیں ہیں۔ اللہ کی راہ میں اچھی چیز ہی دینی چاہیے۔ لیکن انسان اسی کے دیے ہوئے مال میں سے جب تھوڑا سا حصہ اس کی طرف لوٹاتا ہے تو اس میں بھی ڈنڈی مارتا ہے اور عموماً چھانٹ کر نرم مال ہی دیتا ہے، حالانکہ اللہ نے خود بھی اس سے منع فرمایا ہے۔ دیکھیے سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴾ (البقرہ: ۲۶۷)

Marfat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لیے نکالا ہے، اس میں سے بہتر حصہ راہِ خدا میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لیے بُری سے بُری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو، حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے تو تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے الّا یہ کہ اس کو قبول کرنے میں اغماض برت جاؤ۔ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔''

اللہ نے اگر انسان کو اپنی (اللہ کی) راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ اس کا محتاج ہے۔ (نعوذ باللہ مِن ذَالِک) وہ تو غنی ہے، ہر چیز سے بے نیاز ہے، اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے بندوں کی مدد کرنے پر بھی قادر ہے، اگر چاہے تو سب کو مالدار بنادے اور ہر کسی کو دوسروں کی مدد سے بے نیاز کر دے۔ یہ اس کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے۔

مگر یہ اس کے نظامِ آزمائش کا حصہ ہے، کسی کو زیادہ دے کر آزماتا ہے، کسی کو کم دے کر آزماتا ہے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ جن کو ان کی ضرورت سے زیادہ دیا ہے وہ کیسے شکرانِ نعمت کرتے ہیں اور کس حد تک ان لوگوں کا خیال رکھتے ہیں جن کو ان کی ضرورت سے کم ملا ہے۔ اور جن کو کم دیا گیا ہے وہ کہاں تک صبر کرتے ہیں اور ناشکری سے بچتے ہیں۔

مقروض کو مہلت دینا بہترین صدقہ ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ مقروض کو مہلت دی جائے اور اگر قرض معاف کردیا جائے تو یہ قرض خواہ کے حق میں بہت بہتر ہے اور اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ملاحظہ ہوں۔ سورہ البقرہ کی یہ آیات:

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۲۸۰۔ ۲۸۱)

''اور اگر تمہارا قرض دار تنگ دست ہو، تو فراغت ہونے تک اسے مہلت دو، اور

Marfat.com

اگر صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ اس دن کی رسوائی اور مصیبت سے بچو جب کہ تم اللہ کی طرف واپس ہو گے، وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ہرگز ظلم نہ ہو گا۔"

فقہاء نے اوپر دی گئی سورہ البقرہ کی آیت ۲۸۰ سے یہ مسئلہ بھی استنباط کیا ہے کہ جو شخص ادائے قرض سے عاجز ہو گیا ہو، اسلامی عدالت اس کے قرض خواہوں کو مجبور کرے گی کہ اسے مہلت دیں اور بعض حالات میں وہ پورا قرض یا قرض کا ایک حصہ بھی معاف کرانے کی مجاز ہو گی۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کسی کے رہنے کا مکان، کھانے کے برتن، پہننے کے کپڑے اور وہ آلات جن سے وہ اپنی روزی کماتا ہو، کسی حالت میں قُرق نہیں کیے جا سکتے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں مہلت دینے اور معاف کر دینے کی سفارش کی ہے وہاں اس بات کا ذکر بھی کر دیا ہے کہ اگر آج تم معاف کرو گے تو کل قیامت کے روز یہ نیکی تمہارے کام آئے گی اور ہو سکتا ہے اسی کے طفیل تمہیں معاف کر دیا جائے اور تمہاری بخشش ہو جائے۔ کیا یہ سودا اچھا نہیں؟

طبرانی کی حدیث ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ قیامت کے روز اس کے سر پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو جب کہ اس کے سوا کسی کو سر چھپانے کے لیے کوئی سایہ نہ ملے گا تو اس کو چاہیے کہ تنگدست مقروض کے ساتھ نرمی برتے اور اسے ڈھیل دے یا اسے معاف کر دے۔

مسند احمد میں ہے کہ جو شخص کسی مفلس قرض دار کو مہلت دے گا، تو اس کو ہر روز اتنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا جتنی اس قرض دار کے ذمہ واجب الادا ہے اور یہ حساب قرض کی میعاد پوری ہونے سے پہلے مہلت دینے کا ہے اور جب قرض کی میعاد پوری ہو جائے اور قرض دار شخص ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس وقت اگر کوئی مہلت دے تو اس کو ہر روز اس کی دگنی رقم صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ (صحیح: مسند احمد: ۲۳۰۴۶)

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کی دعا قبول ہو یا اس کی مصیبت دور ہو تو اس کو چاہیے کہ تنگدست قرض دار کو مہلت دے۔ (ضعیف: مسند احمد: ۴۷۴۹۔ زید العمی راوی

Marfat.com

ضعیف ہے۔)

ان احادیث میں لوگوں کے ساتھ نرمی برتنے کا درس دیا گیا ہے۔ ان میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اگر آپ لوگوں کے ساتھ نرمی کا رویہ اختیار کریں گے تو آپ کے ساتھ بھی نرمی برتی جائے گی۔ اگر آپ دنیا میں لوگوں کی مدد کریں گے تو اللہ قیامت کے روز آپ کی مدد کرے گا جبکہ اور کہیں سے مدد ملنے کی توقع نہیں ہوگی۔

اللہ کے ذمے قرض

اللہ کے ساتھ انسان کا رویہ تو وہ ہے جس کا اظہار اوپر کیا گیا کہ اس کے دئے ہوئے مال سے بھی اس کے راستے میں خرچ کرنے سے کتراتا ہے۔ لیکن اللہ کا رویہ انسان کے ساتھ اس کے برعکس ہے۔ انسان جو مال بھی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے، اللہ اسے اپنے ذمہ قرض قرار دیتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال اسے لوٹایا جائے گا۔ ملاحظہ ہو سورہ الحدید کی یہ آیت:

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۝۱۱﴾

(الحدید: 11)

"کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض، تا کہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے۔ اور اس کے لیے بہترین اجر ہے۔"

اللہ بہت ہی کریم ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ اسی کے دئے ہوئے مال میں سے انسان اگر کچھ واپس لوٹاتا ہے تو وہ اسے اپنے ذمے قرض قرار دیتا ہے اور ساتھ ہی اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرنے اور اس پر اپنی طرف سے مزید اجر دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ کیا اللہ تبارک و تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی ہستی اتنی کریم ہو سکتی ہے؟ کیا یہ اس بات کی تصدیق نہیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ اللہ ستر ماؤں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ صحابہ کرام کو اس بات کا بہتر ادراک تھا، اسی لیے انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیں اور اپنے اموال لٹا دئے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لوگوں نے اس کو سنا تو حضرت ابو الدحداح انصاری رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا اللہ ہم سے قرض چاہتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، اے ابو الدحداح۔ انہوں نے عرض کیا: ذرا اپنا ہاتھ مجھے دکھائیے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا: میں نے اپنا باغ اپنے رب کو قرض دے دیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس باغ میں کھجور کے چھ سو درخت تھے۔ اسی میں ان کا گھر تھا، وہیں ان کے بیوی بچے رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے یہ بات کر کے وہ سیدھے گھر پہنچے اور بیوی کو پکار کر کہا: دحداح کی ماں! نکل آؤ، میں نے یہ باغ اپنے رب کو قرض دے دیا ہے۔ وہ بولیں: آپ نے نفع کا سودا کیا، دحداح کے باپ، اور اسی وقت اپنا سامان اور اپنے بچے لے کر باغ سے نکل آئیں۔ (ضعیف: تفسیر ابن ابی حاتم: ۲۴۳۰۔ مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۹۸۶۔ شعب الایمان: ۳۱۷۸۔ حمید الاعرج راوی ضعیف و متروک ہے۔)

یہ ہے وہ قرضِ حسن جس کو اللہ نے بڑھا چڑھا کر واپس کرنے اور پھر اس پر مزید اجر عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ کوئی ان سا ہو تو سامنے آئے۔

سورہ الحدید آیت ۱۸ میں فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۸﴾ (الحدید: ۱۸)

”مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ صدقات دینے والے ہیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسن دیا ہے ان کو یقیناً کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے بہترین اجر ہے۔“

سورہ التغابن میں فرمایا:

﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۱۷﴾ (التغابن: ۱۷)

”اگر تم اللہ کو قرضِ حسن دو تو وہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تمہارے قصوروں

Marfat.com

سے درگزر فرمائے گا۔ اللہ بڑا قدر دان اور بردبار ہے۔“

سورہ الحدید میں کئی گنا بڑھا کر واپس کرنے اور اس پر مزید اجر دینے کا وعدہ تھا۔ یہاں سورہ التغابن میں کئی گنا بڑھا کر واپس کرنے اور ساتھ قصوروں سے درگزر فرمانے کا وعدہ ہے۔ ہر جگہ قرضِ حسن کا ذکر آیا ہے اور یہ سارے وعدے قرضِ حسن کے ساتھ مشروط ہیں۔ قرضِ حسن کے معنی ہیں اچھا قرض اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے وہ خالصتاً اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہو اور اس میں کوئی ذاتی غرض شامل نہ ہو، اس میں ریا کاری، شہرت یا ناموری مقصود نہ ہو، اور جس پر خرچ کیا جائے اس پر کبھی احسان نہ جتایا جائے۔

صدقہ کا ضیاع

کسی کی مدد کر کے احسان جتانا اللہ کے نزدیک نہایت ہی قبیح حرکت ہے۔ کسی کی مدد کر کے اس پر احسان جتانے اور اسے شرمندہ کرنے سے تو بہتر ہے کہ مدد نہ کی جائے۔ اس سے صدقہ کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔ دکھاوے کے لیے صدقہ کرنا شرک کے مترادف ہے۔ قیامت کے روز ایسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ اب انہی سے اجر طلب کرو جن کو دکھانے کے لیے یہ کام کیا تھا۔ اجر صرف اسی صدقہ کا ملے گا جو صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے دیا جائے اور لینے والے کو احسان جتا کر تکلیف نہ دی جائے۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات و احادیث:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿٢٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾ وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ

Marfat.com

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ (البقرہ: ۲۶۲-۲۶۵)

''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے، نہ دکھ دیتے ہیں، اُن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کے لیے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں۔ ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔''

''اے ایمان لانے والو، اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو، جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان تھی، جس پر مٹی کی تہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں، اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا، اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔''

''بخلاف اس کے جو لوگ اپنے مال محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے دل کے پورے ثبات و قرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔ اگر زور کی بارش ہو جائے تو دوگنا پھل لائے، اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ایک ہلکی پھوار ہی اس کے لیے کافی ہو جائے۔ تم جو کچھ کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔''

سورہ النساء میں فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ وَاَعْتَدْنَا

Marfat.com

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ
قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ (النساء: ۳۶۔۳۸)

''یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے، اور ایسے لوگ بھی اللہ کو پسند نہیں ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی ہدایت کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ ایسے کافرِ نعمت لوگوں کے لیے ہم نے رسوا کُن عذاب مہیا کر رکھا ہے۔ اور وہ لوگ بھی اللہ کو ناپسند ہیں جو اپنے مال محض لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور درحقیقت نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روزِ آخر پر۔ سچ یہ ہے کہ شیطان جس کا رفیق ہوا اسے بہت ہی بُری رفاقت میسر آئی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کو شرفِ ہمکلامی اور نظرِ عنایت سے محروم رکھے گا جو اپنے عطیے پر احسان جتاتا ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۰۶)

ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ ماں باپ کا نافرمان، صدقہ کر کے احسان جتانے والا، شراب پینے والا اور تقدیر کو جھٹلانے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔ (ضعیف: السنۃ لابن ابی عاصم: ۳۳۳۔ تنبیہ: اس میں احسان جتانے کا ذکر نہیں ہے، بقیہ بن ولید، مدلس اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مجھے یہ روایت ابن ماجہ میں نہیں ملی۔)

نسائی کی حدیث ہے کہ تین اشخاص کی طرف اللہ قیامت کے روز دیکھے گا بھی نہیں: ماں باپ کا نافرمان، شراب کا عادی اور دے کر احسان جتانے والا۔ (حسن: سنن نسائی: ۲۵۶۲۔ مسند احمد: ۶۱۸۰)

ان آیات اور احادیث میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ صدقہ دے کر احسان جتانے والا اس کے اجر سے محروم رہتا ہے، اجر صرف اسی کو ملے گا جو نہ احسان جتائے، نہ لینے والے کو تکلیف پہنچائے۔ صدقہ دے کر احسان جتانے والا قیامت کے روز اللہ کی نظرِ عنایت سے محروم

Marfat.com

رہے گا اور اسے جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ ریا کاری کفر ہے، اس سے بچنا چاہیے۔

دکھاوے کے لیے مال خرچ کرنا یا خرچ کر کے احسان جتانا فی الواقع نہایت بیوقوفانہ فعل ہے کیونکہ اس طرح ایک شخص مال خرچ کر کے اپنے لیے جہنم خریدتا ہے، مال سے بھی محروم، اجر سے بھی محروم۔ گویا سو پیاز بھی کھائے اور سو جوتے بھی کھائے۔ اس لیے صدقہ دیتے وقت انسان کو اپنی نیت کا جائزہ لے لینا چاہیے کہ وہ صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنا مال خرچ کر رہا ہے اور اس میں ریا کاری کا شائبہ نہیں ہے۔ دینے سے پہلے اپنی نیت کو پاک کرنا نہایت ضروری ہے اور دینے کے بعد بھی ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ کبھی کسی کے سامنے کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکل جائے جس سے لینے والے کو شرمندگی یا تکلیف ہونے کا امکان ہو۔

اگر سوچا جائے تو احسان تو لینے والے کا ہے کہ اس نے آپ کو ثواب کا موقع فراہم کیا۔ اگر زکاۃ کا مال ہے تو اس نے فرض کی ادائگی میں آپ کی مدد کی اور اگر عام صدقہ ہے تو اس نے اپنا حصہ آپ سے وصول کر کے ثواب سمیٹنے میں آپ کی معاونت کی۔ یہ مت بھولیے کہ آپ کے مال میں غریب اور مسکین کا حق ہے۔

Marfat.com

نواں باب:

روزہ

ارکانِ اسلام میں اہمیت کے لحاظ سے روزہ چوتھے نمبر پر ہے۔ رمضان کے روزے دو (۲) ہجری میں فرض کیے گئے۔ قرآن میں اس کے لیے لفظ صوم استعمال کیا گیا ہے جس کی جمع صیام ہے۔ ماہِ رمضان کو ماہِ صیام بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں۔

صوم کے لفظی معنی ہیں کسی چیز سے بچنا، پرہیز کرنا یا کھانے پینے اور جنسی خواہشات کی تکمیل سے پرہیز کرنا اور بچنا۔ روزے کے اصطلاحی معنی بھی یہی ہیں کہ انسان روزے کے دوران کھانے، پینے اور جنسی خواہشات سے پرہیز کرے۔ البتہ اگر بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

روزے کے دوران صرف ترکِ خواہشات ہی نہیں بلکہ جھوٹ، غیبت، ہر قسم کی لغویات، گالی گلوج اور ان تمام کاموں سے بچنا بھی ضروری ہے جو اللہ نے حرام کیے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ وہ شخص کتنا بیوقوف ہے جو روزے کی وجہ سے وہ جائز خواہشات تو ترک کر دیتا ہے جو روزہ نہ ہونے کی حالت میں اللہ نے جائز قرار دی ہیں، لیکن ان کاموں سے پرہیز نہیں کرتا جو ہر حال میں اس کے لیے حرام قرار دیے گئے ہیں۔ کیا وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے روزہ رکھ رہا ہے یا محض رسم پوری کر رہا ہے؟ ایسا شخص لوگوں کی نظر میں تو روزہ دار شمار ہوگا مگر اللہ کی نظر میں ایسے روزہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ ملاحظہ ہو نبی ﷺ کا یہ فرمان:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے روزے کے دوران جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا، اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ (صحیح بخاری: ۱۹۰۳)

روزے کا مقصد تو تقویٰ یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچنا ہے اور اگر روزے کے دوران

Marfat.com

بھی انسان اللہ کی نافرمانی سے نہ بچے تو ایسے روزے کا کیا فائدہ؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص روزہ کی حالت میں ہو تو نہ کوئی فحش کام کرے، نہ گالم گلوج کرے اور اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا جھگڑا کرے تو کہے میں روزہ دار ہوں۔'' (صحیح بخاری: ۱۸۹۴)

اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں کسی کی گالی کا جواب دینا یا اگر کوئی دوسرا شخص آپ کو کسی قسم کے جھگڑے میں ملوث کرنے کی کوشش کرے تب بھی اس میں ملوث ہونا مناسب نہیں، ہر صورت میں اس سے بچنا چاہیے۔

جو شخص روزے کے دوران تقویٰ اختیار کرے اور اللہ کی نافرمانی سے مکمل پرہیز کرے اس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔'' (صحیح بخاری: ۳۸۔ صحیح مسلم: ۷۵۹)

اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کا اللہ، اس کے رسول اور آخرت پر مکمل ایمان ہو، روزے کے اجر و ثواب پر بھی کامل اطمینان ہو اور روزے کے دوران اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے بچائے رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ ایسے روزہ داروں کے لیے اللہ نے جنت کا ایک خاص دروازہ مختص کیا ہے۔ ملاحظہ ہو یہ حدیث:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام الرَّیَّان ہے اس میں سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔''

(صحیح بخاری: ۱۸۹۶۔ صحیح مسلم: ۱۱۵۲)

اللہ تبارک و تعالیٰ بڑا ہی کریم ہے۔ اس نے ہر نیکی کا اجر دس گنا سے لیکر سات سو گنا

Marfat.com

تک بڑھا چڑھا کر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کا انحصار بندے کے حالات اور خلوص پر ہے کہ کس کو کتنا بڑھا کر دیتا ہے۔ لیکن روزے کے اجر کی کوئی انتہا مقرر نہیں فرمائی اور یہ فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر بھی میں ہی دوں گا۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''انسان کے ہر نیک عمل کا اجر دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے سوائے روزہ کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: 'روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر میں دوں گا۔ بندہ میری خاطر اپنی خواہشات اور کھانا پینا ترک کرتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی اسے اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی اسے اس وقت حاصل ہو گی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا، روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک سے زیادہ خوشگوار ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱۹۰۴۔ ۵۹۲۷۔ صحیح مسلم: ۱۱۵۱)

ساری عبادات اللہ ہی کے لیے ہیں اور ان کا اجر بھی اللہ ہی دیتا ہے۔ پھر روزہ کو خصوصی طور پر اپنی طرف کیوں منسوب کیا؟ اور یہ کیوں فرمایا کہ اس کا اجر میں دوں گا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی تمام عبادات میں ریاء کا امکان ہے۔ جہاد پوری قوم کے سامنے ہوتا ہے، (بعض فقہا نے جہاد کو ارکانِ اسلام میں شامل کیا ہے) حج لاکھوں لوگوں کی موجودگی میں ہوتا ہے، نماز با جماعت پورے محلے کے ساتھ ادا ہوتی ہے اور انفرادی نماز میں بھی کم از کم گھر کے لوگ تو دیکھتے ہیں، زکاۃ عموماً اداروں کو دی جاتی ہے جن میں کئی لوگ ہوتے ہیں، اگر بہت مخفی طور پر دی جائے تب بھی وصول کنندہ کو تو علم ہوتا ہے۔

اس کے برعکس روزہ ایسی عبادت ہے جس کا علم یا روزہ دار کو ہوتا ہے یا اللہ کو۔ کسی دوسرے شخص کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ اس میں ریاکاری کا امکان نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص روزہ رکھتا ہے، تو اللہ ہی کے لیے رکھتا ہے، ورنہ نہیں رکھتا۔ اگر کوئی روزہ نہ رکھنا چاہے تو وہ چھپ کر کھا پی سکتا ہے۔ کسی کو خبر نہ ہو گی کہ اس کا روزہ ہے یا نہیں ہے۔ اس لیے اگر کوئی

Marfat.com

روزہ رکھے گا تو اللہ ہی کے لیے رکھے گا، اللہ کے خوف یا اس کی رضا کے سوا کوئی دوسری قوت یا جذبہ اسے روزہ کی تکمیل پر مجبور نہیں کرسکتا۔

اسی لیے فرمایا: (الصومُ لِی وانا اجزی به) ''کہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر میں دوں گا۔'' اس کا ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں ہوں۔'' دونوں ترجموں میں بے انتہا اجر کا اشارہ دیا گیا ہے۔ اگر ''اجر میں دوں گا'' کو اسی حدیث کے ایک دوسرے جملے ''اور روزہ دار کو دوسری خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا'' کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اس کا کم از کم اجر جنت میں دخول ہے۔ کیونکہ وہاں دو ہی ٹھکانے ہیں یا جنت یا دوزخ، اب ظاہر ہے کہ دخولِ دوزخ کی خبر پر تو کوئی خوش نہیں ہوسکتا، لامحالہ جنت میں داخلے کی نوید ہی ہوگی جس پر انسان خوش ہو جائے گا۔

اگر یہ ترجمہ لیا جائے کہ ''اس کی جزا میں ہوں'' تو کیا کہنے! اس سے زیادہ اجر کیا ہوسکتا ہے؟ جسے رب مل گیا اسے کس چیز کی ضرورت؟ اگر جنت کا مالک مل جائے تو پھر جنت کی کیا حیثیت؟

روزے کا مقصد

روزے کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ روزے کا تقویٰ سے اور ماہِ رمضان کا قرآن سے گہرا تعلق ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ روزہ تم پر اس لیے فرض کیا گیا ہے تاکہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو جائے جو کہ قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ مثلاً سورہ البقرہ میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔ اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ

Marfat.com

کی صفت پیدا ہو گی۔"

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ روزہ پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا، یہ ماضی کی ساری شریعتوں کا حصہ تھا۔ دوسری یہ کہ روزہ تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ گویا اگر روزہ کا اہتمام کیا جائے تو اس سے انسان کے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے تقویٰ کی صفت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں سورہ البقرہ کے آغاز ہی میں فرمایا:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۲)

"یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت ہے متقین کے لیے۔"

یعنی بلا شبہ یہ کتاب اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور اس کے حق اور سر چشمۂ ہدایت ہونے میں بھی کوئی شک نہیں لیکن اس سے ہدایت صرف انہیں کو ملے گی جن کے اندر گمراہی سے بچنے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خواہش ہو گی۔

عمر ابن خطاب اور عمر ابن ہشام، دونوں نے یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنی۔ ایک فاروق (حق اور باطل کی کسوٹی) بن گیا اور دوسرا ابو جہل (جہالت کا باپ یا سر چشمہ) بن گیا۔ کتاب بھی ایک، معلم بھی ایک۔ فرق کہاں واقع ہوا؟ فرق یہ تھا کہ ایک میں تقویٰ کی فراوانی تھی دوسرے میں فقدان تھا، ایک میں اللہ کی نافرمانی سے بچنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی خواہش تھی دوسرا اپنی خواہشات کا غلام تھا۔

تقویٰ کیا ہے

لفظ تقویٰ "کا مادہ وقی" ہے، جس کے معنی ہیں، حفاظت کرنا، بچانا، روکنا۔ تقویٰ کے اصطلاحی معنی ہیں۔ اپنے نفس کی حفاظت کرنا اور اسے ایسے کاموں سے بچانا جو اللہ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔ اس کو اللہ کی نافرمانی سے روکنا۔ گویا یہ اللہ کے ساتھ قلبی لگاؤ کی وہ کیفیت ہے جس میں انسان ہر وقت اللہ کی خوشنودی کا طالب رہتا ہے اور کہیں ذرا سی بھی کوتاہی ہو جائے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اپنی کوتاہی کی تلافی میں لگ جاتا ہے۔ اللہ

Marfat.com

تبارک وتعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس ہر وقت اس پر غالب رہتا ہے۔

بعض لوگوں نے تقویٰ کی کچھ ظاہری صورتیں بھی تجویز کر دی ہیں، مثلاً جُبہ و دستار کا ہونا، داڑھی کا ایک خاص سائز کا ہونا، ظاہری وضع قطع، مخصوص چال ڈھال۔ یہ چیزیں تقویٰ کے مظاہر تو ہو سکتے ہیں مگر تقویٰ نہیں۔ تقویٰ کا تعلق دل سے ہے۔ اس کی تصریح اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ا لتَّقْوٰی ھٰھُنَا (تقویٰ یہاں ہے) یعنی تقویٰ کا مقام دل ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۶۴)

اگر دل میں اللہ کی محبت اور خشیت نہ ہو تو تقویٰ کے مظاہر دھوکے کا سامان اور وبالِ جان ہیں کہ تقویٰ کا لبادہ اوڑھ کر انسان دوسروں کو دھوکا دے رہا ہے۔

اس طرح کے کاروباری لوگ آج بہت ہیں جو دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں اور عوام کے لیے مذہب سے دوری کا سبب بنتے ہیں۔ بذاتِ خود ان مظاہر میں کوئی خرابی نہیں۔ اگر یہ مظاہر رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کی سنت کی پیروی میں اختیار کیے جائیں تو باعثِ اجر وثواب اور تقویٰ میں ترقی کا ذریعہ ہیں، ورنہ نفس کا دھوکا اور گمراہی کا سبب۔

تقویٰ کی بہترین تعریف وہ ہے جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استفسار پر کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تقویٰ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: امیر المومنین! کبھی آپ کو ایسے راستے سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں اور راستہ تنگ ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بارہا ایسا ہوا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ایسے موقع پر آپ کیا کرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنا دامن سمیٹ لیتا ہوں اور کانٹوں سے بچتا ہوا چلتا ہوں کہ یہ میرے دامن میں الجھ کر اسے تار تار نہ کر دیں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا: بس یہی تقویٰ ہے۔ (دلیل الواعظ الی ادلۃ المواعظ: ۱/ ۵۴۶۔ بغیر سند کے مروی ہے۔ نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ الزھد الکبیر للبیہقی: ۹۶۳۔ تاہم اس کی سند میں بھی نظر ہے۔ تنبیہ: البتہ یہ بات ٹھیک ہے۔)

زندگی کا یہ راستہ جس پر ہم سفر کر رہے ہیں، افراط وتفریط، خواہشات ومیلاناتِ نفس، وساوس

Marfat.com

وتر غیبات، اور گمراہیوں اور نافرمانیوں کی خاردار جھاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ اس راستے پر گناہ کے کانٹوں سے دامن بچاتے ہوئے چلنا، اللہ کی اطاعت اور حق کے راستے پر گامزن رہنا، آخری سانس تک اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے بچائے رکھنا ہی تقویٰ ہے۔ مگر ساری زندگی تقویٰ کی راہ پر گامزن رہنا آسان نہیں ہے، خصوصاً جب کہ آپ کا دشمن شیطان ہر وقت گھات میں ہو کہ کیسے آپ کو چت کر کے اللہ کی نافرمانی کے راستے پر ڈال دے۔ اس لیے ہر وقت شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ اگر اللہ کی مددِ شاملِ حال ہو تو کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی۔

تقویٰ اللہ کو پسند ہے

تقویٰ اللہ کی پسندیدہ صفت ہے اور متقین کی تعریف اور ان کے انعامات کے بیان سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ ان سب کا تو یہاں احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں، جن سے یہ اندازہ ہو سکے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر میں تقویٰ کا کیا مقام ہے اور متقین کے لیے اس کے ہاں کیا اجر ہے۔

﴿وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ۫ وَ اتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾﴾
(البقرۃ:۱۹۷)

''زادِ راہ ساتھ لے جاؤ اور سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے۔ پس اے عقلمندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔''

﴿بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ وَ اتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۷۶﴾﴾ (آل عمران:۷۶)

''ہاں، جو بھی اپنے عہد کو پورا کرے اور تقویٰ اختیار کرے تو اللہ یقیناً متقین کو محبوب رکھتا ہے۔''

﴿وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۹﴾﴾ (آل عمران:۱۷۹)

''اگر تم ایمان اور تقویٰ کی روش پر چلو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا۔''

﴿وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾﴾ (آل عمران:۱۸۶)

''اگر تم صبر اور تقویٰ کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔''

Marfat.com

﴿اِعْدِلُوْا ۗ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝﴾
(المائدۃ:۸)

''عدل کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈرو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۗ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝﴾
(الاعراف:۲۶)

''اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔''

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ﴾ (الانفال:۲۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لیے کسوٹی بہم پہنچا دے گا اور تمہاری برائیوں کو تم سے دور کرے گا اور تمہارے قصور معاف کرے گا۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝﴾ (النحل:۱۲۸)

''اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔''

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۗ﴾
(الحج:۳۷)

''نہ ان کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ ان کے خون، مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔''

سورہ الطلاق میں فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ۙ﴾ ..... ﴿وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۗ﴾ ..... ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝﴾ .....

Marfat.com

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا۝﴾
(الطلاق: ۲۔۵)

''جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا، اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ جو شخص اللہ سے ڈرے اس کے معاملے میں وہ سہولت پیدا کر دیتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اس کی برائیوں کو اس سے دور کر دے گا اور اس کو بڑا اجر دے گا۔''

متقین کا انعام

اب ملاحظہ ہوں متقین کے انعام کے بارے میں چند آیات:

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ۝﴾ (الحجر: ۴۵۔۴۸)

''بے شک، متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ ان میں سلامتی کے ساتھ بے خوف و خطر۔ ان کے دلوں میں جو تھوڑی بہت کھوٹ کپٹ ہوگی اسے ہم نکال دیں گے۔ وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔ انہیں نہ وہاں کسی مشقت سے پالا پڑے گا اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔''

﴿وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ۝﴾ (النحل: ۳۰۔۳۱)

''اور جب متقی لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے جو تمہارے رب کی

Marfat.com

طرف سے نازل ہوئی ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ بہترین چیز نازل ہوئی ہے۔ اس طرح کے متقی لوگوں کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ بڑا اچھا گھر ہے متقیوں کا۔ دائمی قیام کی جنتیں، جن میں وہ داخل ہوں گے، نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ سب کچھ وہاں عین ان کی خواہش کے مطابق ہوگا۔ یہ جزا دیتا ہے اللہ متقیوں کو۔''

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾﴾ (الدخان: ۵۱۔۵۶)

''متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں، حریر و دیبا کے لباس پہنے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ یہ ہوگی ان کی شان۔ اور ہم گوری گوری آہو چشم عورتیں ان سے بیاہ دیں گے۔ وہاں وہ اطمینان سے ہر طرح کی لذیذ چیزیں طلب کریں گے۔ وہاں موت کا مزہ کبھی نہ چکھیں گے۔ بس دنیا میں جو موت آ چکی سو آ چکی اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچا دیا جائے گا۔''

رمضان...... ماہِ صیام

رمضان برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے۔ انسان کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت اور نعمت اس کی طرف سے ہدایت کا نزول ہے۔ بیشتر الہامی صحیفے اور کتابیں اسی مہینے میں نازل ہوئے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے تیسری رمضان، تورات چھٹی رمضان، انجیل تیرھویں رمضان، زبور اٹھارویں رمضان اور قرآن چوبیسویں رمضان میں اترا ہے۔''

(ضعیف: مسند احمد: ۱۶۹۸۴۔ عمران القطان ضعیف راوی ہے۔ عن واثلۃ بن الاسقع)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ قرآن کا آغاز غارِ حرا میں روزے کی حالت میں ہوا اور اس کی

Marfat.com

تکمیل بھی رمضان میں روزے کی حالت میں ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزے کا ہدایت سے گہرا تعلق ہے۔ روزہ تقویٰ پیدا کرتا ہے اور تقویٰ سے ہدایت ملتی ہے۔ سورہ البقرہ کے آغاز میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ رمضان کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری روز ہم سے خطاب کیا اور فرمایا:

"اے لوگو! تم پر ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے جو بڑا ہی برکتوں والا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے (اس ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے) اللہ نے اس ماہ کے روزے فرض کیے ہیں اور اس کی راتوں کا قیام (رات کو نماز پڑھنا) نفل ہے۔"

"جو کوئی اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس ماہ میں کوئی نفل نیکی کرے گا اسے رمضان کے سوا دوسرے مہینوں میں ادا کیے گئے فرض کے برابر ثواب ملے گا۔ جو کوئی اس ماہ میں ایک فرض نیکی کرے گا اسے دوسرے مہینوں میں ادا کیے گئے ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔"

"رمضان صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا اجر جنت ہے۔ یہ غمگساری کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس ماہ میں جس شخص نے کسی کا روزہ افطار کرایا اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے اور اسے آگ سے رہائی دے دی جائے گی اور اس کے لیے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ روزہ دار کے لیے (جس کا روزہ افطار کرایا گیا) بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی کی جائے۔"

(ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۳۳۳۶۔ علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے۔ تفصیل دیکھیے: سلسلۃ الضعیفہ: ۸۷۱)

"ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر کوئی اس بات کی

Marfat.com

استطاعت نہیں رکھتا کہ کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دودھ کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گلاس سے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کراتا ہے اللہ اس کو بھی یہی ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور جو شخص کسی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، اللہ قیامت کے روز اسے میرے حوض (حوضِ کوثر) میں سے پلائے گا جس کے بعد اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔'' (ضعیف: سابقہ حوالہ)

''رمضان وہ مہینہ ہے جس کا پہلا (عشرہ) رحمت ہے، درمیانی (عشرہ) مغفرت ہے اور آخری (عشرہ) آگ سے نجات ہے۔ جو شخص اس ماہ میں اپنے ملازم کے ساتھ نرمی برتے گا (اس کا کام ہلکا کر دے گا) اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا اور اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔'' (ضعیف: سابقہ حوالہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ماہِ رمضان میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

(صحیح بخاری: ۱۸۹۹۔ صحیح مسلم: ۱۰۷۹)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''روزہ اور قرآن بندے کے لیے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے دن میں اسے کھانے اور شہوتوں سے روکا، اس لیے اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا: میں نے اسے رات کو سونے سے روکا، اس لیے اس کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو ان دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔'' (صحیح: شعب الایمان للبیہقی: ۱۹۶۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رمضان کے دوران رسول اللہ ﷺ فیض پہنچانے میں ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جایا کرتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کا فیض ہوا سے

Marfat.com

بھی زیادہ عام ہو جایا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری: ۱۹۰۲)

قرآن رمضان میں نازل کیا گیا اس لیے اس مہینے کے روزے بھی فرض کر دئے گئے تا کہ روزہ کی پاسداری سے انسان کے اندر تقویٰ کی وہ صفت پیدا ہو جائے جو قرآن سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ دیکھئے سورہ البقرہ کی یہ آیت:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝﴾

(البقرہ: ۱۸۵)

”رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہٰذا، اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس کو لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ تمہیں بتایا جا رہا ہے تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔“

اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ قرآن مجید ماہِ رمضان میں نازل ہوا اور اس ماہ کے روزے ہر عاقل و بالغ پر فرض ہیں۔ البتہ مریض اور مسافر مرض اور سفر کے دوران روزہ چھوڑ سکتے ہیں لیکن رمضان کے بعد انہیں یہ چھوڑے ہوئے روزے رکھنے ہوں گے۔ بہتر یہی ہے کہ اولین فرصت میں پورے کر لیے جائیں یا پھر اگلے رمضان سے پہلے رکھ لیے جائیں۔ علاوہ ازیں رمضان کے روزے قرآن جیسی نعمت عطا ہونے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا

Marfat.com

شکریہ ادا کرنے اور اللہ کی بڑائی کا اعتراف کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔

جو لوگ دائمی مریض ہوں اور جن کے شفایاب ہونے کی کوئی امید نہ ہو یا وہ لوگ جو بہت بوڑھے ہو چکے ہوں اور روزے کی مشقت برداشت نہ کر سکتے ہوں انہیں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن انہیں چھوڑے ہوئے روزوں کا فدیہ دینا ہوگا۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کا دو وقت کا کھانا ہے۔ خیال رہے کہ کھانا اسی معیار کا ہونا چاہیے جس معیار کا فدیہ دینے والا خود کھاتا ہے، یا ایسے کھانے کی قیمت بھی بطور فدیہ دی جا سکتی ہے۔

عورتوں کے لیے حیض اور نفاس کے دوران نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ان کے لیے نماز کی تو قضا نہیں ہے لیکن چھوڑے ہوئے روزے رمضان کے بعد پورے کرنے ہوں گے۔

سحری کھانا مستحب ہے، گو واجب نہیں لیکن سحری کھانا، نہ کھانے سے بہتر ہے۔ اس سے روزے میں آسانی رہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ سحری کھانے میں تاخیر کرنا اور افطار میں جلدی کرنا دین کی سلامتی کا باعث ہے۔

نفل روزے

رمضان کے سوا کوئی اور روزہ فرض نہیں ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی روزے رکھے ہیں اور بعض دنوں کے روزوں کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔ آپ نے عاشورہ (دس محرم) کے روزہ کی بڑی تاکید فرمائی اور اس کا حکم بھی دیا۔ عرب دورِ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ چنانچہ اسلام کے بعد بھی مسلمان عاشورہ کا روزہ بدستور رکھتے رہے۔ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد نبی ﷺ نے اجازت دے دی کہ جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے جو نہ چاہے نہ رکھے۔" (صحیح بخاری:۲۰۰۱)

یہودی دس محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، اس لیے کہ اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلائی تھی۔ نبی ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم لوگ دسویں کے ساتھ نویں یا گیارہویں محرم کا روزہ بھی رکھا کرو تا کہ یہود سے مشابہت نہ ہو۔ (ضعیف: مسند احمد:

Marfat.com

۲۱۵۴۔شعب الایمان للبیہقی :۵۱۱ ۳۔ابن ابی لیلیٰ راوی سئ الحفظ ہے۔)

عاشورہ کے روزے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عاشورہ کے روزے کے بارے میں مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ سے امید ہے کہ جو شخص یہ روزہ رکھے گا، یہ اس شخص کے پچھلے ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ محرم اللہ کا مہینہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۳)

نفل روزوں میں اس ماہ کے روزے اور نفل نمازوں میں نمازِ تہجد اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ نبی ﷺ نے ہر ماہ ایامِ بیض (ہر ماہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے رکھنے والے کو صائم الدہر (ہمیشہ روزہ رکھنے والا) کہا ہے، کیونکہ ایک روزہ کا اجر دس گنا اور تین روزوں کا اجر تیس گنا یعنی ایک ماہ کے برابر ہو گیا۔ اسی طرح جو شخص رمضان کے سارے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے اسے بھی صائم الدہر کہا گیا ہے، کیونکہ رمضان اور چھ شوال کے روزے ملا کر چھتیس دن ہو گئے اور ان کا دس گنا تین سو ساٹھ، گویا پورے سال کے روزے ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے سوموار اور جمعرات کے روزہ کی بھی تعریف فرمائی ہے۔ سوموار کے بارے میں فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کے نزول کا آغاز ہوا۔
(صحیح مسلم: ۱۱۶۲۔۱۹۷)

اس لحاظ سے سوموار ایک مبارک دن ہوا۔ گو جمعہ بھی مبارک دن ہے لیکن صرف جمعہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ البتہ اگر اس کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کا دن ملا لیا جائے تو جمعہ کا روزہ رکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ یا اگر کوئی شخص کسی خاص تاریخ کو روزہ رکھنے کا اہتمام کرتا ہو اور کبھی وہ تاریخ جمعہ کے روز پڑ جائے تو جمعہ کا روزہ رکھ سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے وصال کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ تو وصال کا روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے مجھ جیسا کون ہے؟ مجھے تو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۱۰۳)

Marfat.com

وصال کا روزہ یہ ہے کہ انسان بغیر افطاری اور سحری کھائے مسلسل روزے رکھے۔
وصال کے روزے سے منع کرنے کی وجہ واضح ہے کہ اس سے کام اور صحت دونوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نقصان نہیں بلکہ فائدہ پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہمارے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو، تاکہ ہم آخرت کے نقصان سے بچ سکیں۔

جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت عبد اللہ بن عمرو ابن العاص کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نماز پڑھتے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں بلا کر پوچھا اور ان کے تصدیق کرنے پر فرمایا: مہینے میں تین دن کے روزے رکھ لیا کر، تم ہمیشہ روزہ رکھنے والے شمار ہو گے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، میں اس سے زیادہ کی استطاعت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور دو دن نہ رکھو۔ انہوں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی استطاعت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن نہ رکھو، یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ سب سے افضل روزہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا: میں اس سے زیادہ کی استطاعت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے افضل کوئی روزہ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری:۱۹۷۶)

یوم عرفہ (نو ذوالحج) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس دن کا روزہ گزشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔'' (صحیح مسلم:۱۱۶۲۔۱۹۶)

یہ روزہ ان لوگوں کے لیے ہے جو حج پر نہ ہوں۔ جو لوگ حج کر رہے ہوں ان کے لیے یوم عرفہ کا روزہ مکروہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحج) میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

قرآن...... اللہ کی کتاب

قرآن اللہ کی کتاب ہے اور انسانوں کے لیے کتابِ ہدایت ہے جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲﴾ (البقرہ:۲)

Marfat.com

''یہ اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔''

﴿الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ﴾ (البقرہ:۱۸۵)

''قرآن انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔''

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (المائدہ:۴۸)

''اے نبیؐ، ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے، اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ اور نگہبان ہے۔''

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (یونس:۵۷)

''لوگو! تمہارے پرودگار کی جانب سے تمہارے پاس ایک نصیحت آ گئی ہے جو دل کے تمام امراض کے لیے شفا ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ان تمام لوگوں کے لیے جو اسے مانیں۔''

تنزیلِ قرآن کا مقصد

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے الفاظ میں قرآن کا مدعا انسان کو اس صحیح رویے کی طرف دعوت دینا اور اللہ کی اس ہدایت کو واضح طور پر پیش کرنا ہے، جسے انسان اپنی غفلت سے گم اور شرارت سے مسخ کرتا رہا ہے۔ (مقدمہ تفہیم القرآن، جلد اول)

نزولِ قرآن کا اصل مقصد انسانوں کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور اعمال کی اصلاح اور درستگی ہے۔ (الفوز الکبیر)

قرآن انسان کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کے حوالے کر دے اور اس کی زندگی کا کوئی پہلو، خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، الہامی ہدایت سے

Marfat.com

باہر نہ رہے۔ اسی میں اس کے لیے خیر اور بھلائی ہے۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ (البقرہ:۲۰۸)

''اے ایمان لانے والو، تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں بھی انسان قرآن کی رہنمائی سے قدم باہر نکالے گا، شیطان کی پیروی میں گرفتار ہو جائے گا جس نے اس کو جنت سے نکلوایا اور جو ہر وقت اس تاک میں ہے کہ کہیں پھر انسان جنت کی راہ نہ لگ جائے۔ قرآن نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ قرآن کی پیروی کر کے شیطان کے ہتھکنڈوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لے یا قرآن سے بغاوت کر کے شیطان کا شکار ہو جائے۔

قرآن ہدایت کا وہ خزانہ ہے جس نے آج سے پندرہ سو سال پہلے عرب کے بدوؤں کی کایا پلٹ دی تھی۔ اس میں آج بھی یہ قوت موجود ہے، بشرطیکہ کوئی قوم پوری طرح اس کی پیروی کرنے کو تیار ہو۔ اگر امتِ مسلمہ اپنی اصلاح چاہتی ہے تو اس کے لیے آج بھی وہی راستہ ہے جس پر چل کر ماضی میں اس نے فلاح حاصل کی تھی۔ حضرت امام احمد بن حنبل نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا جب انہوں نے فرمایا: ''اس امت کے بعد کے حصے کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوگی، جس سے اس کے اوّل حصے کی اصلاح ہوئی تھی۔'' اور وہ چیز قرآن ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص دین کو جاننا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن ہی کو اپنا مونس و ہمدم بنائے۔ شب و روز قرآن ہی سے تعلق رکھے۔ یہ ربط و تعلق علمی اور عملی دونوں طریقوں سے ہونا چاہیے، ایک ہی پر اکتفا نہ کرے۔ جو شخص یہ کرے گا وہی گوہرِ مقصود پائے گا۔'' (الموافقات)

سورہ البقرہ کی درج ذیل آیت میں اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ

Marfat.com

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ (البقرہ: ۱۲۱)

”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے۔ وہ اس (قرآن) پر سچے دل سے ایمان لے آتے ہیں۔ اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔“ پڑھنے کا حق ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسے سمجھ کر پڑھتے ہیں، بار بار پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔

امت کو قرآن کے ساتھ اپنا رشتہ مضبوط رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”خبر دار! عنقریب ایک بڑا فتنہ سر اٹھائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! اس سے نجات کیا چیز دلائے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی کتاب! پھر فرمایا:

- اس میں تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے حالات ہیں۔
- تم سے بعد میں ہونے والی باتوں کی خبر ہے۔
- اور تمہارے آپس کے معاملات کا فیصلہ ہے۔
- اور یہ ایک دوٹوک بات ہے، کوئی ہنسی دل لگی کی بات نہیں۔
- جو سرکش اسے چھوڑے گا، اللہ اس کی کمر کی ہڈی توڑ ڈالے گا۔
- اور جو کوئی اسے چھوڑ کر کسی اور بات کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنائے گا، اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔
- خدا کی مضبوط رسی یہی ہے۔
- یہی حکمتوں سے بھری ہوئی یاد دہانی ہے۔
- یہی بالکل سیدھی راہ ہے۔
- اس کے ہوتے ہوئے خواہشیں گمراہ نہیں کرتیں۔
- اور نہ زبانیں لڑکھڑاتی ہیں۔

Marfat.com

❀ اہلِ علم کا دل اس سے کبھی نہیں بھرتا۔
❀ اسے کتنا ہی پڑھو طبیعت سیر نہیں ہوتی۔
❀ اس کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔
❀ جس نے اس کی سند پر کہا، سچ کہا۔
❀ جس نے اس پر عمل کیا، اجر پائے گا۔
❀ جس نے اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا، اس نے انصاف کیا۔
❀ جس نے اس کی دعوت دی، اس نے سیدھی راہ کی دعوت دی۔ (ضعیف: جامع ترمذی: ۲۹۰۶۔ سنن دارمی: ۳۳۳۴۔ حارث الاعور ضعیف راوی ہے۔)

قرآن کی اس سے زیادہ جامع تعریف نہیں ہوسکتی۔

قرآن کے دو نزول

قرآن مجید، رمضان کی ایک رات میں نازل کیا گیا۔ اس رات کو لیلۃ القدر (قدر کی رات) کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ القدر کی یہ آیت: اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۱) ''ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر (قدر کی رات) میں نازل کیا ہے۔''

سورہ البقرہ کی آیت ۱۸۵ میں فرمایا گیا کہ قرآن مجید ماہِ رمضان میں نازل کیا گیا اور یہاں سورہ القدر کی آیت ۱ میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن شبِ قدر میں نازل کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید رمضان کی ایک رات میں نازل ہوا۔

یہ دونوں آیات دراصل قرآن کے نزولِ اوّل کے بارے میں ہیں۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کو لوحِ محفوظ سے نکال کر جبریل امین کے حوالے کیا، وہ اسے لے کر نیچے اترے اور اللہ کے حکم سے آسمانِ زمینی میں ایک مقام پر رکھا جسے بیت العزت کہا جاتا ہے۔ یہ قرآن کا پہلا نزول ہے جو یکبارگی ہوا اور پورا قرآن لوح محفوظ سے اٹھا کر بیت العزت میں رکھوا دیا گیا۔

پھر اس میں سے جبریل امین اللہ کے حکم سے حسب ضرورت قرآن کے مختلف اجزا

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کو پہنچاتے رہے اور یہ نزول تئیس سال میں مکمل ہوا، یہ قرآن کا دوسرا نزول ہے۔

قرآن کی موجودہ ترتیب پہلے نزول کے مطابق ہے۔ جب بھی کوئی آیت یا رکوع یا سورت نازل ہوتی تھی، رسول اللہ کاتبینِ وحی کو بتا دیتے تھے کہ اس کو کہاں، کس ترتیب سے رکھا جائے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ عموماً مدنی سورتیں پہلے ہیں اور مکی سورتیں بعد میں۔ حالانکہ زمانی ترتیب کے لحاظ سے تو مکی سورتیں پہلے اور مدنی بعد میں ہونی چاہئیں تھیں۔

یاد رہے کہ لوح محفوظ اللہ کا خصوصی علم ہے اس تک کسی فرشتے یا بندے کی رسائی نہیں۔ یہ غیب کا علم ہے، اس میں سے اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو جتنا چاہے دے۔

ملاحظہ ہو سورہ آل عمران کی یہ آیت:

﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ﴾ (آل عمران: ۱۷۹)

''اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ تم لوگوں کو غیب پر مطلع کر دے۔ (غیب کی باتیں بتانے کے لیے تو) وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے۔ لہٰذا (امورِ غیب کے بارے میں) اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھو۔ اگر تم ایمان اور خدا ترسی کی روش پر چلو گے تو تم کو بڑا اجر ملے گا۔''

اسی طرح سورہ الجن میں فرمایا:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝﴾ (الجن: ۲۶۔۲۷)

''وہ (اللہ) عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اس رسول کے جسے اس نے (غیب کا علم دینے کے لیے) پسند کر لیا ہو۔ تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے۔''

Marfat.com

محافظوں سے مراد فرشتے ہیں جو اس بات کی نگرانی کرتے ہیں کہ اس میں کوئی آمیزش نہ ہو سکے اور نہ ہی کوئی نقب لگائی جا سکے اور غیب کا یہ علم مِن وعَن رسولؐ تک پہنچ جائے۔

ترکِ قرآن کا وبال

اللہ نے ہماری رہنمائی کے لیے دو چیزیں بھیجیں۔ ایک اپنا رسول ﷺ اور دوسری اپنی کتاب۔ اللہ کا رسول ﷺ تو واپس چلا گیا اور اپنی سنت چھوڑ گیا اور اللہ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے، ہمیں اس کی قدر کرنا چاہیے۔ لیکن ہم نے اسے پسِ پُشت ڈالا ہوا ہے اور اس کی اس طرح قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیے۔ اسی لیے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ ہماری شکایت کریں گے۔ ملاحظہ ہو سورہ الفرقان کی یہ آیت:

﴿وَ قَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾

(الفرقان: ۳۰)

''اور رسول کہے گا کہ اے میرے رب، میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا۔''

اور قرآن خود بھی شکایت کرے گا۔ ملاحظہ ہو نبی ﷺ کی یہ حدیث:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن پڑھا (پڑھنا سیکھا) مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا۔ نہ اسکی تلاوت کی پابندی کی، نہ اس کے احکام میں غور کیا۔ قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندے نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ اب آپ میرے اور اس کے معاملہ کا فیصلہ فرما دیں۔'' (ضعیف: تفسیر قرطبی: ۱۳/ ۲۷۔ کتاب کے محقق نے کہا: اس کی سند میں ابوھد یہ راوی کذاب ہے۔)

قرآن ہمیں اس لیے دیا گیا تھا کہ ہم اسے پڑھیں، اسے سمجھیں، اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس سے رہنمائی حاصل کریں اور اس پر عمل کریں۔ ہم نے مِن حیث القوم

Marfat.com

اپنی اجتماعی زندگی سے قرآن کو بالکل بیدخل کر دیا ہے اور اس کا انجام ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کثرتِ تعداد اور کثرتِ اموال کے باوجود ہم ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔

اس وقت مسلمان دنیا کی آبادی کا تیئیس (23) فیصد ہیں اور ان کی کل آبادی دو بلین کے قریب ہے، ان کی ستاون آزاد ریاستیں ہیں جو او۔آئی۔سی۔ کی رکن ہیں، ان کے پاس وسائل کی بھی کمی نہیں۔

لیکن اس کے باوجود دنیا میں ان کی کوئی عزت نہیں۔ ہر طرف مسلمان کا خون بہہ رہا ہے۔ کہیں اپنے ہاتھوں کہیں غیروں کے ہاتھوں۔

کشمیر اور فلسطین کے مسلمان آزادی کو ترس رہے ہیں۔ ستاون ریاستوں میں سے کوئی ان کا حق دلانے کے لیے ان کے ساتھ کھڑا نہیں ہوتا۔ صومالیہ ایک عرصہ سے خانہ جنگی میں مبتلا ہے اور اب یمن بھی اس کی لپیٹ میں ہے۔ عراق، شام اور افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی ہے۔ پاکستان ایک عرصہ سے دہشت گردی کا شکار ہے۔

الغرض مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا شیرازہ بکھر چکا ہے اور یہ سب قرآن سے بے اعتنائی کا نتیجہ ہے۔ دورِ اول میں جب مسلمان قرآن پر پوری طرح کاربند تھے، ہر میدان میں نئی رفعتوں کو چھوتے رہے۔ بعد کے ادوار میں جب انہوں نے قرآن سے بے اعتنائی برتنا شروع کی تو آہستہ آہستہ زوال کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے اور جب انہوں نے مکمل طور پر قرآن کو چھوڑ دیا تو ان کا زوال بھی مکمل ہو گیا۔ درج ذیل حدیث اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعہ سے بعض اقوام کو عروج بخشتا ہے اور بعض کو مٹا دیتا ہے'' (صحیح مسلم: ۸۱۷)

جو قوم اس پر عمل کرتی ہے وہ ترقی کی منزلیں طے کرتے ہوئے اوجِ ثریا تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ دورِ اول کے مسلمان پہنچے اور جو قوم اس سے منہ موڑتی ہے وہ قعرِ مذلت میں گر

Marfat.com

جاتی ہے جیسا کہ دورِ حاضر کے مسلمان۔

قرآن کی عظمت

قرآن کی عظمت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ''جو شخص تلاوتِ قرآن میں اس قدر مصروف اور منہمک رہا کہ اسے (تلاوتِ قرآن کے علاوہ) میرا ذکر کرنے اور مجھ سے مانگنے کی فرصت ہی نہ ملی ہو، میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ اور بہتر عطیات دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو دیگر تمام کلاموں (علوم) پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت اللہ کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔'' (ضعیف: جامع ترمذی: ۲۹۲۶۔ ۳۳۵۹۔ عطیہ عوفی راوی ضعیف ہے۔)

وہ ہستی جو ایک ایسی وسیع کائنات کی خالق و مالک ہے جس کی وسعت کا ہم ابھی تک احاطہ نہیں کر سکے اور جو آج تک کی ریسرچ کے مطابق ہمارے اندازوں سے بھی زیادہ وسیع ہے، اس کے سامنے مخلوق کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ اللہ کے کلام کے سامنے دوسرے کلاموں کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

قرآن اللہ کا کلام ہے۔ یہ حقیقت کہ قرآن صرف اللہ کا پیغام نہیں بلکہ اس کا کلام بھی ہے، قرآن کی عظمت کا اندازہ لگانے کے لیے کافی ہے۔ اسی لیے وہ رسول ﷺ جس پر قرآن نازل ہوا، سب رسولوں سے افضل۔ وہ امت جس کے لیے قرآن نازل ہوا، سب امتوں سے افضل۔ وہ مہینہ جس کے دوران قرآن نازل ہوا، سب مہینوں سے افضل اور وہ رات جس میں قرآن نازل ہوا، سب راتوں سے افضل قرار پائی۔

یوں تو کائنات کا وجود اور اس کا بے مثال اور محکم نظام اللہ کے وجود پر گواہ ہے۔ مگر قرآن کی حیثیت منفرد ہے، یہ نہ صرف اس کے وجود کی گواہی دیتا ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے۔

Marfat.com

یہ قرآن کائنات کے ان سربستہ رازوں سے بھی ہمیں آگاہی بخشتا ہے جن کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے انسان آج تک سرگرداں ہے۔ انسان یہ جاننے کی فکر میں ہے کہ یہ کائنات کیسے وجود میں آئی؟ مثلاً:

آج کی دنیا کا سب سے بڑا سائنس دان سٹیفن ہاکنگ اپنی سب سے زیادہ شہرت یافتہ اور سب سے زیادہ بکنے والی کتاب ''زمانے کی مختصر تاریخ'' کے آخری باب کے آغاز میں لکھتا ہے: ''ہم اپنے آپ کو ایک حیران کن دنیا میں پاتے ہیں۔ ہم اپنے اردگرد جو کچھ دیکھتے ہیں اسے سمجھنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ ہماری اس میں کیا حیثیت ہے؟ یہ کائنات اور ہم کیسے وجود میں آئے؟ یہ کائنات اپنی موجودہ شکل میں کیوں ہے؟''

اس باب کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے: ''بہر حال اگر ہم ایک مکمل تھیوری تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اس کو سمجھنے والے نہ صرف چند سائنس دان ہوں گے بلکہ وقت کے ساتھ اس کے موٹے موٹے اصول ہر کسی کی سمجھ میں آ جائیں گے۔ اس وقت ہم سب بشمول فلاسفروں، سائنس دانوں اور عوام کے اس بحث میں حصہ لے سکیں گے کہ یہ کائنات اور ہم کیوں کر وجود میں آئے؟ اگر ہم اس سوال کا جواب تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ انسانی عقل کی حقیقی فتح ہو گی۔ تب ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ خدا کیا چاہتا ہے۔''

بڑے بڑے فلاسفر اور سائنس دان ان سوالات یا ان جیسے دوسرے سوالات کا جواب تلاش کرنے کے لیے ساری عمر ٹامک ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں لیکن ان کا کوئی حتمی یا یقینی جواب نہیں تلاش کر پاتے۔ قرآن ان سب سوالات اور ان جیسے دیگر تمام سوالات کا مکمل جواب ایسے انداز میں دیتا ہے جو ایک فلاسفر سے لے کر ایک عام آدمی کی سمجھ میں آسانی سے آ سکتا ہے۔ یہ تو انسان کی بدقسمتی ہے کہ ایک یقینی ذریعۂ علم کو چھوڑ کر اپنی عقل کے گھوڑے دوڑاتا رہتا ہے۔ زیادہ حیرانی تو مسلمانوں پر ہوتی ہے جو قرآن کو اللہ کی کتاب بھی مانتے ہیں اور اس سے رہنمائی بھی نہیں لیتے۔ اللہ ہم سب کو سمجھ عطا کرے!

Marfat.com

آیئے اب قرآن کی عظمت کے بارے میں قرآن کے بھیجنے والے کے چند ارشادات ملاحظہ کیجئے۔ مثلاً سورہ ال عمران میں فرمایا:

﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ (ال عمران:۳)

''اے نبیؐ، اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوئی تھیں۔''

سورہ النساء میں فرمایا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾ (النساء:۱۰۵)

اے نبیؐ، ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے، تاکہ جو راہِ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔''

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ (النسا:۱۷۴)

''لوگو، تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیلِ روشن (قرآن) آ گئی ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف راستہ دکھانے والی ہے۔''

سورہ المائدہ میں فرمایا:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (المائدہ:۱۵۔۱۶)

''تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی واضح کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی

Marfat.com

طرف لاتا ہے اور راہِ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔"

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ الۡكِتٰبِ وَ مُهَیۡمِنًا عَلَیۡهِ فَاحۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَقِّ﴾ (المائدہ:۴۸)

"اے نبیؐ، ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ اور نگہبان ہے، لہٰذا تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔"

سورہ الانعام میں فرمایا:

﴿وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَ لِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَ مَنۡ حَوۡلَهَا﴾ (الانعام:۹۲)

"یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔ بڑی خیر و برکت والی ہے۔ اس چیز کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھی اور اس لیے نازل کی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے تم بستیوں کے اس مرکز (مکہ) اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو متنبہ کرو۔"

اور اسی سورہ کی آیت ۱۵۵ میں فرمایا:

﴿وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَ اتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾

(الانعام:۱۵۵)

"اور یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے، ایک برکت والی کتاب۔ پس تم اس کی پیروی کرو اور تقویٰ کی روش اختیار کرو، بعید نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے۔"

سورہ ص میں فرمایا:

﴿كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوۡۤا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴾ (ص:۲۹)

Marfat.com

''یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے نبیؐ) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق حاصل کریں۔''

سورہ حٰم السجدہ میں فرمایا:

﴿وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۙ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾﴾ (حٰم السجدہ: ۴۱۔۴۲)

''حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے سے اس پر آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ کتاب ہے۔''

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔'' (صحیح بخاری: ۵۰۲۷)

آج ہماری جہالت اور قرآن سے بے اعتنائی کا یہ عالم ہے کہ ہم قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں کو جاہل اور حقیر سمجھتے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے ہمارے وزیر اطلاعات نے اطلاع دی ہے کہ دینی مدارس (جن میں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے) جہالت کی فیکٹریاں ہیں۔ ہمارے حکمران اگر اس سوچ کے مالک ہوں تو پھر ہم کیوں نہ ذلیل و خوار ہوں؟ اس میں کونسی اچنبھے کی بات ہے؟ ہاں اگر اس کے برعکس ہو تو واقعی حیرانی کی بات ہے!

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی شخص پر حسد (رشک) کرنا جائز نہیں سوائے دو آدمیوں کے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن (کا علم) دیا ہو اور وہ دن رات اس کی تلاوت کرتا ہو، اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ دن رات اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتا ہو۔'' (صحیح بخاری: ۷۱۴۱۔ صحیح مسلم: ۸۱۵)

حسد یہ ہے کہ انسان یہ خواہش کرے کہ دوسرے کو جو نعمت ملی ہے وہ ضائع ہو جائے اور رشک یہ ہے کہ انسان یہ خواہش کرے کہ جو نعمت دوسرے کو ملی ہے وہ مجھے بھی مل جائے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس طرح پانی لگنے سے لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے۔ پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اسے صاف کیسے کیا جائے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کثرت سے موت کو یاد کرنے اور کثرت سے تلاوتِ قرآن کرنے سے۔“ (ضعیف: شعب الایمان للبیہقی: ۱۸۵۔ عبداللہ بن عبدالعزیز الوارادراوی ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۶۰۹۶)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص نے اللہ کی کتاب سے ایک حرف کی تلاوت کی اسے اس کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ”الم“ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔“ (ترمذی، دارمی)

گویا صرف الم کی تلاوت سے تیس نیکیاں ملیں گی۔ اور پورا قرآن تلاوت کرنے سے بتیس لاکھ چھتیس ہزار سات سودس (32,36,710) نیکیاں ملیں گی کیونکہ قرآن میں تین لاکھ تیئس ہزار چھ سو اکہتر (3,23,671) حروف ہیں۔ قرآن میں الفاظ کی تعداد ستر ہزار نو سو چونتیس (70934) اور آیات کی تعداد چھ ہزار دوصد چونتیس (6,234) ہے۔“

حضرت معاذ جُہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے قرآن حفظ کیا اور اس پر عمل کیا، قیامت کے روز اس کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی دنیا میں سورج کی روشنی سے بہتر ہوگی۔ پھر اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس نے خود اس پر عمل کیا ہو؟“

(ضعیف: سنن ابوداود: ۱۴۵۳۔ مسند احمد: ۱۵۶۴۵۰ زبان بن فائد راوی ضعیف ہے۔ تنبیہ: مستدرک حاکم: ۲۰۸۶ کی ایک روایت اسی معنی کی حسن درجے کی موجود ہے۔)

مصر کے مشہور ومعروف قاری عبدالباسط عبدالصمد کی زبانی روایت ہے کہ ایک دفعہ مصر

Marfat.com

کے صدر روس کے دورے پر گئے۔ وہاں روسیوں نے مصری صدر سے کہا کہ چھوڑو اسلام کو، ہمارے ساتھ مل جاؤ، تم ترقی یافتہ قوموں میں شامل ہو جاؤ گے۔ دوسری دفعہ جب صدر روس کے دورے پر گئے تو مجھے ساتھ لے گئے۔ میٹنگ کے بعد صدر نے کہا، یہ میرے دوست ہیں، یہ آپ کے سامنے کچھ پڑھیں گے۔

چنانچہ صدر کے کہنے پر میں نے سورہ طٰہٰ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں نے دو رکوع تلاوت کیے۔ (انہی دو رکوعوں میں یہ آیت بھی شامل ہے:

﴿اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝﴾ (طٰہٰ: ۱۴)

''میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔''

یہی آیات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایمان لائے تھے)۔

جب دو رکوع پڑھنے کے بعد میں نے سر اٹھایا تو یہ معجزہ دیکھا کہ ان دہریوں میں سے چار افراد آنسوؤں سے رو رہے تھے۔ سب حیران ہو گئے، ہمارے صدر نے پوچھا، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہنے لگے ہمیں یہ تو پتہ نہیں کہ اس نے کیا پڑھا۔ لیکن اس کے پڑھنے میں ایسی تاثیر تھی کہ ہمارے دل موم ہو گئے اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (ماخوذ از دوائے دل مصنفہ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی۔) پیر صاحب لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ انہوں نے خود قاری عبدالباسط صاحب کی زبانی سنا۔

لیلۃ القدر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ مہینہ تم پر آ چکا ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس سے محروم رہ گیا وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے سوائے بد بخت کے کوئی محروم نہیں رہتا۔'' (سندہ ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۱۶۴۴۔ قتادہ مدلس عنعنہ سے روایت کر رہا ہے، نیز اس کے ضعیف شواہد بھی ہیں۔ تاہم اس کے معنی صحیح ہیں۔)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے

Marfat.com

ایمان اور احتساب کے ساتھ لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔'' (صحیح بخاری: ۱۹۰۱۔ صحیح مسلم: ۷۶۰)

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شب قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں ہے۔ جو شخص اجر کی طلب میں ان راتوں میں عبادت کے لیے کھڑا رہا، اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔'' (حسن: مسند احمد: ۲۲۷۱۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شبِ قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتہیٰ پر ہے، جبریل امین کے ساتھ دنیا میں اترتے ہیں اور کوئی مومن مرد یا عورت ایسے نہیں جن کو وہ سلام نہ کرتے ہوں بجز اس آدمی کے جو شراب پیتا ہو یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہو۔''

شبِ قدر کے بارے میں چالیس مختلف اقوال ملتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شبِ قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' (صحیح بخاری: ۲۰۲۰۔ صحیح مسلم: ۱۱۶۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں یا انتیسویں رات ہے۔'' (ضعیف: مسند احمد: ۱۰۷۳۶۔ مسند الطیالسی: ۲۶۶۸۔ سند میں عمران القطان راوی ضعیف ہے۔)

انہی سے دوسری روایت ہے کہ ''یہ رمضان کی آخری رات ہے۔'' (مسند احمد: ۲۲۷۱۳۔ عن عبادۃ بن الصامت)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔'' (صحیح: صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۹۱)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔'' (صحیح بخاری: ۲۰۲۱)

Marfat.com

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شبِ قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق رات ہے۔'' (صحیح: مسند احمد: ۲۲۷۱۳)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر، حضرت حذیفہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک شبِ قدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''شبِ قدر کو تلاش کرو جب رمضان میں نو دن باقی ہوں، یا سات دن، یا پانچ دن، یا تین دن یا آخری رات میں۔'' (صحیح: مسند احمد: ۲۰۳۷۶)

یہ پانچوں رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتیں ہیں۔ بیشتر احادیث کا لبِ لباب یہی ہے کہ شبِ قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے۔ ہر طاق رات کے متعلق کوئی نہ کوئی حدیث مل جاتی ہے۔ سب سے زیادہ احادیث ستائیسویں رات کے متعلق ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ستائیسویں رمضان ہی شبِ قدر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس رات کا علم دیا گیا تھا، لیکن پھر بھلا دیا گیا۔ (صحیح بخاری: ۲۰۲۳)

اس رات کو مخفی رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ لوگ آخری عشرہ میں زیاد سے زیادہ عبادت کر کے آگ سے رہائی حاصل کریں اور اللہ کا قرب حاصل کریں۔ اسی لیے اعتکاف کی عبادت بھی اسی عشرے کے ساتھ مختص کی گئی جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کسی کو شبِ قدر مل جائے تو وہ اس میں کیا دعا مانگے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دعا سکھائی: ''اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي'' (اے اللہ! تو بڑا معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، مجھے معاف فرما دے)۔ (ضعیف: جامع ترمذی: ۳۵۱۳۔ سنن ابن ماجہ: ۳۸۵۰۔ مسند احمد: ۲۵۸۹۸۔ عبداللہ بن بریدہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا۔)

درحقیقت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے معافی کا پروانہ مل جانا ہی سب سے بڑی عطا ہے۔ یہ ہمارے گناہ ہی ہیں جو اللہ کی رحمت کے راستے میں حائل ہوتے ہیں۔ جس کو معافی مل

Marfat.com

گئی اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت مل گئی اور جسے اللہ تعالیٰ کی رحمت مل گئی اسے سب کچھ مل گیا۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے شب قدر کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خصوصی دعا سکھائی۔

شب قدر...... پندرہ شعبان یا رمضان کی رات

درج بالا احادیث سے تو یہی واضح ہوتا ہے کہ شبِ قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے کیونکہ بعض روایات میں اس رات کے متعلق یہ بات منقول ہوئی ہے کہ اس میں قسمتوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ متقدمین میں سے حضرت عکرمہؒ اور بعض دوسرے مفسرین اس رائے کے حامل ہیں لیکن متقدمین کی اکثریت اس بات پر متفق ہیں کہ یہ رمضان کی وہی رات ہے جسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔

علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ سورہ الدخان کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ لیلۂ مبارکہ جس میں قرآن شریف نازل ہوا وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے، لیکن اس قول کی کوئی حقیقت نہیں، اس لیے کہ نص قرآن میں قرآن کا رمضان میں نازل ہونا ثابت ہے اور جس حدیث میں مروی ہے کہ شعبان میں اگلے شعبان تک کے تمام کام مقرر کر دیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ نکاح کا اور اولاد کا اور میت کا ہونا بھی، وہ مرسل ہے اور ایسی حدیثوں سے نصِ قرآنی کا معارضہ نہیں کیا جا سکتا۔'' (تفسیر ابن کثیر: ۷/ ۲۴۶)

مولانا عبد الحق حقانوی دہلوی سورہ الدخان کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یہ مبارک رات میں اترا ہے...... اس رات میں ہر حکمت کی بات بیان اور ظاہر کی جاتی ہے۔ یعنی جو حوادث دنیا میں ظاہر ہونے والے ہیں (جیسا کہ کسی کا مرنا، کسی کا امیر ہونا، کسی کا فقیر ہونا، بیمار و تندرست ہونا، قحط و ارزانی کا ہونا، سلطنت و حکومت کا تبدل و تغیر وغیرہ) ان کو بارگاہِ قدس سے ملائکہ مدبرانِ عالم پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ گو لوحِ محفوظ میں روزِ اوّل لکھے گئے تھے مگر اس رات میں انتظامِ عالم کے لیے ایک سال کے حوادث ان کے مدبر اور کارکن ملائکہ پر ظاہر کیے جاتے ہیں تاکہ اس کی تعمیل کریں۔''...... اسی ضمن میں آگے چل کر لکھتے ہیں: ''عکرمہ اور ایک

Marfat.com

جماعت کہتی ہے کہ لیلہ مبارکہ سے مراد نصف شعبان کی رات ہے جس کو شبِ برات بھی کہتے ہیں۔ امام نووی شرح مسلم باب صوم التطوع میں کہتے ہیں یہ قول غلط ہے۔'' (تفسیر حقانی)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی سورہ الدخان میں مذکور لیلہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''برکت (خیر کثیر) رات میں اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ اسی رات میں وہ قرآن نازل ہوا جو تمام دینی اور دنیوی منافع کا ضامن ہے۔ اسی رات میں ملائکۂ رحمت کا نزول ہوتا ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ مبارک رات سے مراد ہے شبِ قدر۔ قتادہ اور ابن زید کا یہی قول ہے۔ دونوں بزرگوں کا بیان ہے کہ شبِ قدر میں قرآنِ مجید لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہوا......

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی رات مراد ہے مگر یہ خیال غلط ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

اور دوسری آیت میں آیا ہے:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝﴾ (القدر: ۱)

اس سے معلوم ہوا کہ شبِ قدر رمضان میں ہے۔

قاسم بن محمد نے بوساطت اب عن جد بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نصف شعبان کی رات کو اللہ آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور ہر شخص کو بخش دیتا ہے سوا اس شخص کے جس کے دل میں کینہ ہو یا وہ مشرک ہو۔ (رواہ البغوی) اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرآن کا نزول نصف شعبان کی رات میں ہوا..........

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شبِ قدر میں آئندہ سال میں ہونے والے تمام واقعات لوحِ محفوظ سے نقل کر لیے جاتے ہیں۔ خیر و شر، رزق اور میعادِ زندگی یعنی موت۔ یہاں تک کہ یہ بھی لکھ لیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اس سال حج کرے گا۔ (تفسیر قرطبی: ۲۰/ ۱۳۰)

حسن، مجاہد اور قتادہ نے کہا کہ ماہِ رمضان کے اندر شبِ قدر میں ہر (ایک کی) موت، عمل، پیدائش، رزق اور آئندہ سال کے اندر ہونے والے واقعات کا قطعی فیصلہ کر دیا جاتا

Marfat.com

ہے۔" (تفسیر مظہری)

مولانا امین احسن اصلاحی سورہ الدخان کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "یہ اسی شبِ مبارک کی تفسیر ہے کہ اس میں تمام مبنی بر حکمت امور کی تقسیم ہوتی ہے۔ اس آیت کو اگر سورہ قدر کی روشنی میں دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین کو زمین سے متعلق تمام امورِ کلیہ سے آگاہ فرماتا ہے اور وہ ان سے زمین میں مامور ملائکہ کو آگاہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے نقشہ کے مطابق اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔" (تدبر القرآن)

مولانا مفتی محمد شفیع سورہ الدخان کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک شبِ قدر ہے جو رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ اس رات کو مبارک فرمانا اس لیے ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر بے شمار خیرات و برکات نازل ہوتی ہیں اور قرآنِ کریم کا شبِ قدر میں نازل ہونا قرآن کی سورہ القدر میں تصریح کے ساتھ آیا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں بھی لیلہ مبارکہ سے مراد شبِ قدر ہی ہے..... حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے بروایت واثلہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحفِ ابراہیم علیہ السلام رمضان کی پہلی تاریخ میں اور تورات رمضان کی چھٹی تاریخ میں، زبور بارھویں میں، انجیل اٹھارھویں میں، اور قرآن چوبیسویں تاریخ گزرنے کے بعد یعنی پچیسویں شب میں نازل ہوا۔ (ضعیف: مسند احمد: ۱۶۹۸۴۔ عمران القطان راوی ضعیف ہے۔)

بعض مفسرین عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد شبِ براءت یعنی نصف شعبان کی رات قرار دی ہے۔ مگر اس رات میں نزولِ قرآن، دوسری تمام نصوصِ قرآن اور روایاتِ حدیث کے خلاف ہے۔

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

اور

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ①﴾ (القدر: ۱)

جیسی کھلی نصوص کے ہوتے ہوئے بغیر کسی قوی دلیل کے نہیں کہا جاسکتا کہ نزولِ قرآن

Marfat.com

شبِ براءت میں ہوا..........

شب براءت کے متعلق جو یہ مضمون بعض روایات میں آیا ہے کہ اس میں ارزاق وغیرہ کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اول تو ابن کثیرؒ نے اس کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے اور ایسی روایت نصوصِ صریحہ کے مقابلہ میں قابلِ اعتماد نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح قاضی ابو بکرؒ ابن عربی نے فرمایا کہ نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی قابلِ اعتماد روایت ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ رزق اور موت و حیات کے فیصلے اس رات میں ہوتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے فرمایا کہ اس رات کی فضیلت میں بھی کوئی قابلِ اعتماد حدیث نہیں آئی۔'' (معارف القرآن)

مولانا ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی سورہ الدخان میں مذکور لیلہ مبارکہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جس شب میں قرآن اتارا گیا ہے اس شب کی مزید خصوصیت یہ ہے کہ کائنات کے جتنے اہم امور ہیں، بالخصوص جن کا تعلق انسانی بھلائی سے ہے ان کے حکیمانہ فیصلے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی رات میں کیے جاتے ہیں اور سورہ القدر کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اسی رات میں وہ فیصلے متعلقہ فرشتوں کے سپرد کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق وقتِ مقرر پر ان فیصلوں کو روبعمل لائیں اور ان کی تنفیذ کریں۔'' (تفسیر رُوحُ القرآن)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی سورہ الدخان میں مذکور لیلہ مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے شاہی نظم ونسق میں یہ ایک ایسی رات ہے جس میں وہ افراد اور قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کے فیصلے کر کے اپنے فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے اور پھر وہ انہی فیصلوں کے مطابق عمل درآمد کرتے رہتے ہیں۔''

بعض مفسرین کو جن میں حضرت عکرمہؒ سب سے نمایاں ہیں، یہ شبہ لاحق ہوا ہے کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے کیونکہ بعض احادیث میں اسی رات کے متعلق یہ بات منقول ہوئی ہے کہ اس میں قسمتوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، مجاہدؒ، قتادہؒ، حسن بصریؒ، سعید بن جُبیرؒ، ابن زیدؒ، ابو مالکؒ، ضحاکؒ اور دوسرے بہت سے مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ رمضان کی وہی رات ہے جسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے،

Marfat.com

اس لیے کہ قرآن مجید خود اس کی تصریح کر رہا ہے، اور جہاں قرآن کی صراحت موجود ہو وہاں اخبارِ احاد کی بنیاد پر کوئی دوسری رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ''عثمان بن محمد کی جو روایت امام زہری نے شعبان سے شعبان تک قسمتوں کے فیصلے ہونے کے متعلق نقل کی ہے وہ ایک مرسل روایت ہے۔ (مرسل وہ حدیث ہے جس میں صحابی کا ذکر نہ ہو۔ یہ ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے) اور ایسی روایات نصوص کے مقابلے میں نہیں لائی جاسکتیں۔'' قاضی ابو بکرؒ ابن العربی کہتے ہیں کہ ''نصف شعبان کی رات کے متعلق کوئی حدیث قابلِ اعتماد نہیں ہے، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ اس امر میں کہ اُس رات قسمتوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے۔ احکام القرآن'' (تفہیم القرآن)

یہ تو ان لوگوں کی رائے اور تبصرہ تھا جن کا تفسیر میں بڑا نام ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں قرآن اس سلسلہ میں ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے۔ پوری سورہ القدر اور سورہ الدخان کی ابتدائی چار آیات میں اس رات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ القدر:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ① وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ② لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ④ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ⑤﴾ (القدر: ۱-۵)

''ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔ اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر رات ہے۔ فرشتے اور رُوح اس میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوعِ فجر تک۔''

ان آیات سے یہ بات تو طے ہوگئی کہ قرآن مجید شبِ قدر میں نازل ہوا جو کہ ہزار مہینوں سے بہتر رات ہے، جس میں جبریل امین دوسرے فرشتوں کے ساتھ ہر قسم کے احکام لے کر آتے ہیں اور یہ ساری رات سلامتی کی رات ہے۔ اب سورہ الدخان کی ابتدائی آیات ملاحظہ کیجیے:

Marfat.com

﴿حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا﴾ (الدخان: ۱-۴)

''ح۔م۔ قسم ہے اس کتابِ مبین کی کہ ہم نے اسے ایک بڑی خیر و برکت والی رات میں نازل کیا ہے، کیونکہ ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ وہ رات ہے جس میں ہر معاملہ کا حکیمانہ فیصلہ ہمارے حکم سے صادر کیا جاتا ہے۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کتاب (قران) کو ایک ایسی رات میں نازل کیا گیا جو بڑی مبارک ہے اور اس رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حکیمانہ فیصلے صادر فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ فیصلے افراد، قوموں اور ملکوں کے بارے میں ہوتے ہیں۔

سورہ القدر میں فرمایا گیا تھا کہ حضرت جبریل اور دوسرے فرشتے اللہ کے اذن سے احکام لے کر اترتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فیصلے فرشتوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور وہ سال بھر انہی فیصلوں کے مطابق عمل درآمد کرتے ہیں۔ گویا اس رات کو اگلے سال کا میزانیہ (بجٹ) پاس ہوتا ہے۔

قرآن کی ان آیات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ لیلۃ مبارکہ جس کا ذکر سورہ الدخان میں ہوا ہے اور لیلۃ القدر یا شبِ قدر جس کا ذکر سورہ القدر میں ہوا ہے ایک ہی رات ہے اور اسی رات میں قسمتوں کے فیصلے ہوتے ہیں۔ یہی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، یہی فضیلتوں اور برکتوں والی رات ہے اور اس کی فضیلتوں اور برکتوں کی وجہ یہ ہے کہ اس میں قرآن نازل ہوا ہے۔ اب اس بات سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید رمضان میں نازل ہوا جیسا کہ سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی (۱۸۵) سے واضح ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور

Marfat.com

حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔"

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ قسمتوں کے فیصلے پندرہ شعبان کی رات کو ہوتے ہیں انہیں اپنے نظریے پر نظر ثانی کرنی چاہیے کیونکہ یہ نظریہ قرآن کی صریح نص سے متعارض ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اعتکاف

اعتکاف کا مادہ عَکَفَ ہے، جس کے معنی ہیں وابستہ ہونا، چمٹ جانا، وقف کر دینا، تنہائی اختیار کرنا، لوگوں سے الگ تھلگ رہنا۔ اعتکاف ایک ایسی ہی عبادت ہے جس میں یہ سارے مفہوم شامل ہیں۔ اعتکاف کے دوران بندہ مخلوق سے الگ ہو کر خالق کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے، لوگوں سے کٹ کر اللہ سے چمٹ جاتا ہے، مسجد کے ایک کونے میں گوشہ نشین ہو کر اللہ کو یاد کرتا ہے، چوبیس گھنٹے مسجد میں گزارتا ہے۔

اعتکاف کے دوران دنیا سے اس کا اتنا ہی تعلق رہتا ہے جتنا جسم و جان کے رشتے کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس دوران وہ گھر سے اور بیوی بچوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ کھانے پینے یا رفع حاجت کے لیے اسے مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت تو ہے لیکن صرف مجبوری کی حالت میں۔ اگر مسجد سے ملحقہ غسل خانہ اور وضو کی جگہ ہو تو ان ضروریات کے لیے گھر نہیں جانا چاہیے۔ اسی طرح اگر مسجد میں کھانے پینے کا انتظام ہو سکے تو ان کے لیے مسجد سے باہر نہیں جائے گا۔

کسی ناگزیر ضرورت کے بغیر اعتکاف کے دوران مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔ اسی لیے اعتکاف کسی ایسی مسجد میں کرنا چاہیے جس میں پانچ وقت کی نماز باجماعت اور نمازِ جمعہ کا اہتمام کیا جاتا ہو، تاکہ معتکف کو نماز کے لیے مسجد سے باہر نہ جانا پڑے۔

اعتکاف کے دوران کسی کی بیمار پرسی کے لیے جانا یا کسی عزیز کے جنازے میں شریک ہونا جائز نہیں۔ اگر کسی کی بیمار پرسی کے لیے جانا یا جنازے میں شرکت ناگزیر ہو تو اعتکاف توڑ کر جا سکتا ہے، بعد میں اس کی قضا کر لے۔ اس لیے شرکت نہ کرنا شرکت کرنے سے بہتر ہے۔

Marfat.com

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سنت اعتکاف یہ ہے کہ بیمار کی بیمار پرسی کے لیے نہ جائے اور جنازے میں حاضر نہ ہو اور بیوی کو ہاتھ نہ لگائے اور اس کے ساتھ مباشرت نہ کرے اور کسی حاجت سے نہ نکلے مگر ایسی حاجت جس کے بغیر چارہ نہ ہو (قضائے حاجت، غسلِ جنابت) اور نہیں ہے اعتکاف مگر روزے کے ساتھ اور نہیں ہے اعتکاف مگر ایسی مسجد میں جس میں نماز باجماعت ہو۔'' (ابوداؤد)

روزے کی طرح اعتکاف کا مقصد بھی تقویٰ کا حصول ہے۔ اس لیے اعتکاف کے دوران ایسے کاموں سے پرہیز ضروری ہے جو اللہ کی ذات سے توجہ ہٹانے کا سبب ہوں، جیسا کہ سورہ البقرہ کی اس آیت میں فرمایا:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

(البقرہ:۱۸۷)

''اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب نہ پھٹکنا۔ اس طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے بصراحت بیان کرتا ہے تاکہ وہ تقویٰ کی روش اختیار کریں۔''

اعتکاف کے دوران کھانے پینے اور سونے کی اجازت ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ سارا وقت سو کر ہی نہ گزارا جائے۔ یہ دس دن تو انسان دنیا والوں اور دنیا کے دھندوں سے الگ ہو کر اللہ کی یاد میں گزارنے کے لیے وقف کرتا ہے، اس لیے اس کا زیادہ تر وقت اللہ کے ذکر، قرآن مجید کی تلاوت، اس کو سمجھنے اور نوافل میں گزرنا چاہیے۔ سونے اور دیگر ضروریات میں اتنا ہی وقت صرف کیا جائے جو ناگزیر ہو۔

اعتکاف اللہ کا قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جب بندہ دس دن مسلسل اللہ

Marfat.com

کی یاد اور اس کے ذکر وفکر میں گزارے گا تو ان شاء اللہ اس کے اثرات بھی اس کی ذات پر ہوں گے۔ اعتکاف اور روزہ مل کر ان شاء اللہ اس کے اندر تقویٰ کی وہ صفت پیدا کریں گے جو روزے کا مقصد ہے، اللہ کو مطلوب ہے اور اللہ کی کتاب سے فائدہ اٹھانے کے لیے ناگزیر ہے۔

اعتکاف، سنت کفایہ ہے۔ یعنی اگر کسی بستی یا محلے کے چند لوگ اعتکاف کرلیں تو پوری بستی یا محلے کے لیے کافی ہے۔ بستی یا محلہ کے لوگ ترکِ سنت کے الزام سے بچ جائیں گے۔ اگر پوری بستی یا محلہ میں سے کسی نے بھی اعتکاف نہ کیا تو اس بستی یا محلے کے تمام لوگ ترکِ سنت کے مرتکب ہوں گے۔

اعتکاف کرنے والے کے لیے ضروری کہ وہ بیس رمضان کو مغرب سے پہلے اعتکاف کی جگہ پر پہنچ جائے اور عید کا چاند نظر آنے تک وہیں قیام کرے۔

اللہ کے رسول ﷺ ہر سال رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف میں گزارتے تھے۔ ایک سال آپ ﷺ اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''نبی کریم ﷺ اپنی وفات تک ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔'' (صحیح بخاری: ۲۰۲۶۔ صحیح مسلم: ۱۱۷۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

''نبی ﷺ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف میں گزارتے تھے۔ ایک سال ﷺ آپ نے اعتکاف نہیں کیا پھر جب اگلا رمضان آیا تو آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔'' (صحیح: جامع ترمذی: ۸۰۳۔ سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۰)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں (نیکی کے راستے میں) جتنی

Marfat.com

تگ و دو کرتے تھے دوسرے دنوں میں اتنی نہیں کرتے تھے۔''

(صحیح مسلم: ۱۱۷۵)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی ﷺ اپنا تہبند مضبوط باندھتے (عبادت کے لیے کمر کس لیتے) اور راتوں میں خود بھی جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے۔'' (صحیح بخاری: ۲۰۲۴)

Marfat.com

دسواں باب:

حج

حج کے لغوی معنی ہیں قصد کرنا، ارادہ کرنا اور اس کے شرعی یا اصطلاحی معنی ہیں حج کے مہینوں میں بیت اللہ کی زیارت کے لیے جانا اور وہاں جا کر حج کے مخصوص دنوں میں کچھ مراسمِ عبودیت ادا کرنا۔ حج کے مہینے شوال، ذوالقعد، ذوالحج ہیں اور حج کے ایام آٹھ (۸) ذوالحج سے لیکر تیرہ (۱۳) ذوالحج تک ہیں۔ حج کے مہینوں میں انسان کسی وقت بھی حج کے لیے جاسکتا ہے لیکن آٹھ (۸) ذوالحج تک لازماً مکہ پہنچ جانا چاہیے۔ اور ماہِ شوال سے پہلے بھی حج کے لیے احرام نہیں باندھا جاسکتا۔ حج کی رسم تو حضرت آدم علیہ السلام سے چلی آرہی ہے لیکن امتِ مسلمہ پر حج نو (۹) ہجری میں فرض کیا گیا۔ جو شخص حج کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص استطاعت کے باوجود حج نہ کرے اس کے بارے میں فرمایا گیا کہ اللہ کو کوئی غرض نہیں کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی یعنی اس کا حشر یہود و نصاریٰ جیسا ہوگا۔

عبادات کا مجموعہ

حج اسلام کا پانچواں رکن اور بہت بڑی عبادت بلکہ عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ اسلام میں دو طرح کی عبادتیں ہیں۔ ایک بدنی اور دوسری مالی۔ حج میں یہ دونوں عبادتیں شامل ہیں۔ اس میں مالی اخراجات بھی اچھے خاصے ہیں اور مشقت بھی بہت ہے جو ایک تندرست اور توانا انسان ہی برداشت کرسکتا ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ حج جوانی ہی میں کرلیا جائے اور بوڑھے ہونے کا انتظار نہ کیا جائے جیسا کہ ہمارے ملک اور برِّ صغیر کے دوسرے ملکوں میں رواج ہے۔ ویسے بھی زندگی کا کیا بھروسا کہ کب بلاوا آجائے؟ لہٰذا فرض ہوتے ہی حج کر لینا چاہیے۔

Marfat.com

بیت اللہ

خانہ کعبہ پہلا گھر ہے جو اللہ کی عبادت کے لیے زمین پر بنایا گیا۔ ملاحظہ ہوں سورہ ال عمران کی یہ آیات:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٩٦ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝٩٧﴾ (ال عمران: ٩٦-٩٧)

”بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکزِ ہدایت بنایا گیا تھا۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقامِ ابراہیم ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ جو اس میں داخل ہوا مامون ہو گیا۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کو مکہ بہت پسند تھا۔ آپ ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو مکہ سے نکلتے وقت فرمایا: ”اے مکہ، اللہ کی قسم! تو اللہ کے نزدیک بہترین شہر ہے، تیری زمین اللہ کو تمام روئے زمین سے زیادہ پیاری ہے۔ اگر میں یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی یہاں سے نہ نکلتا۔“ (صحیح: جامع ترمذی: ٣٩٢٥)

بیت اللہ کی برکات

ان آیات میں چند باتیں بڑی معنی خیز اور توجہ طلب ہیں۔ مثلاً فرمایا کہ اس گھر کو خیر و برکت دی گئی۔ غور کیجیے کہ مکہ کی وادی ہمیشہ کی طرح اب بھی بے آب و گیاہ ہے، وہاں کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا لیکن ضروریاتِ زندگی کی وہاں کبھی کمی نہیں رہی۔ بیت اللہ ہمیشہ سے مرجع

Marfat.com

خلائق رہا ہے، روزانہ لاکھوں زائرین بیت اللہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں، کبھی کسی کو کھانے پینے یا رہائش کے معاملہ میں کسی تنگی کا سامنا نہیں ہوا۔ کیا یہ برکت نہیں کہ مکہ جو کبھی ایک چھوٹی سی بستی تھا ہمیشہ سے ہزاروں، لاکھوں زائرین کا متحمل رہا ہے اور کبھی کسی کو کسی چیز کی کمی کی شکایت نہیں ہوئی۔

زائرین مکہ میں قیام کے دوران بے تحاشا پانی استعمال کرتے ہیں اور پانی کے استعمال میں بہت اسراف کرتے ہیں اور جب گھروں کو لوٹتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ پانی ساتھ لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ سارا پانی ایک ہی چشمے سے آتا ہے، پورے مکہ میں یہ پانی استعمال ہوتا ہے بلکہ مسجد نبوی میں بھی پینے کے لیے یہی پانی استعمال ہوتا ہے۔ ہزاروں سال سے یہ چشمہ بہہ رہا ہے اور ہزاروں سال سے ساری دنیا کے لوگ اس سے مستفیض ہو رہے ہیں لیکن ابھی تک اس میں کمی نہیں آئی۔ کیا یہ برکت نہیں ہے؟ کیا اس سے بڑی برکت کوئی ہو سکتی ہے؟

اس گھر کی یہ برکت کیا کم ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا اسے امن مل گیا؟ اس میں جسمانی اور روحانی دونوں طرح کا امن شامل ہے۔ جسمانی امن تو یہ ہے کہ حرم کے اندر کسی قاتل پر بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تک کوئی شخص حرم کے اندر ہے وہ قانون کی دسترس سے باہر ہے۔ لیکن جسمانی سے زیادہ روحانی امن وسکون ہے جو اس گھر کی خصوصیت ہے۔ جو بھی اس گھر میں داخل ہوتا ہے ہر قسم کے غم اور تفکرات سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جب تک وہ اس گھر کے اندر رہے گا ہر پریشانی سے دور رہے گا۔ یہ ہر اُس شخص کا ذاتی تجربہ ہے جو اس میں داخل ہوتا ہے اور اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

اس گھر کو دشمنوں سے امن دیا گیا اور اس کی وجہ سے اہل مکہ کو بھی دشمنوں سے محفوظ رکھا گیا ورنہ ابرہہ کے لشکر کا مقابلہ اہل مکہ کے بس کی بات نہ تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پرندوں سے اس کے لشکر کو تباہ کروا کر اسے نشانِ عبرت بنا دیا اور اپنے گھر اور اہلِ مکہ کو محفوظ رکھا۔

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کی پکار

یہ گھر اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جب ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو چکے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اس گھر کی زیارت کے لیے آنے کا اعلانِ عام کریں۔ دیکھئے سورہ الحج کی یہ آیت:

﴿وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ﴾ (الحج:۲۷)

"اور لوگوں کو حج کے لیے پکارو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں۔"

اس حکم کی تعمیل کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام جبلِ ابوقبیس پر چڑھ گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پکارا: اے لوگو! تمہارے رب نے اپنی عبادت کے لیے ایک گھر بنوایا ہے اور تم پر اس کا حج فرض کر دیا ہے۔ یہ اعلان آپ نے مشرق، مغرب، شمال اور جنوب ہر طرف منہ کر کے کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت حیران تھے کہ ان سنگلاخ چٹانوں میں کون ان کی آواز سنے گا۔ مگر آج دیکھئے، ان کی آواز کہاں نہیں پہنچی؟ آج دنیا کے کونے کونے سے لوگ کشاں کشاں اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں، حالانکہ مکہ نہ تو کوئی پکنک سپاٹ ہے، نہ وہاں سبزہ ہے، نہ وہاں نہریں بہتی ہیں، نہ وہاں کوئی آبشار ہے، نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو لوگوں کے لیے دلچسپی اور کشش کا باعث ہو۔ پھر بھی ہجوم ہے کہ کبھی کم نہیں ہوتا۔ اگر بیت اللہ کو بیچ میں سے نکال دیا جائے تو وہاں کون جائے؟ کیا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی نہیں ہے؟

ابراہیم علیہ السلام کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا بھی قابلِ توجہ ہے جو سورہ ابراہیم میں درج کی گئی ہے اور جس کا بیت اللہ اور اس کی آبادی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ ملاحظہ ہو:

﴿رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

Marfat.com

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ (ابراھیم: ۳۷)

''پروردگار، میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار، یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو انکا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے، شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔''

ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول ہوئی۔ اہلِ مکہ کو کبھی خوراک کی کمی نہیں ہوئی اور جوارِ حرم کے باسی ہونے کی وجہ سے ہمیشہ انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے دورِ جاہلیت میں بھی لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ اسی عزت و تکریم کی وجہ سے دورِ جاہلیت میں مختلف قبائل، قریش کو محفوظ راہداری مہیا کرتے تھے۔ جس سے ان کی تجارت بہت پھلی پھولی اور ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی رہی۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ تھا کہ قریش کو عزت ملی اور دولت بھی۔

مقامِ ابراہیم

اس میں مقامِ ابراہیمؑ ہے جو اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام کعبہ کی دیواریں تعمیر کرتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ دیوار کی بلندی کے ساتھ ساتھ یہ پتھر خود بخود بلند ہو جاتا تھا اور نیچے اترتے وقت نیچا ہو جاتا تھا۔ یہ پتھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نیچے پگھل گیا اور آپ کے دونوں قدموں کے نشانات اس پتھر پر ثبت ہو گئے جو آج بھی موجود ہیں۔

پہلے یہ پتھر بیت اللہ کے دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ تھا، بعد میں اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں موجودہ جگہ پر رکھ دیا گیا۔ سعودی حکومت نے اسے شیشے کے ایک خول کے اندر رکھ دیا ہے تاکہ موسمی اور انسانی دست بُرد سے محفوظ رہے۔ گزشتہ صدیوں میں چونکہ یہ پتھر باہر رہا، لوگ برکت کے حصول کے لیے اس میں پانی ڈال کر پیتے، اس پر ہاتھ پھیرتے اور اسے چومتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدموں کے یہ نشانات کافی

Marfat.com

گہرے ہو گئے ہیں۔ ایک پتھر کا ضرورت کے مطابق بلند و پست ہونا اور موم کی طرح نرم ہو کر قدموں کا مکمل نقشہ اپنے اندر لے لینا، یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔

دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾ (آل عمران: ۹٦)

''بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا۔''

سورہ ال عمران کی یہ آیت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دنیا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے پہلے جو گھر بنا وہ مکہ میں تھا۔ اس آیت میں مکہ کو بکہ اس لیے کہا گیا ہے کہ قدیم صحیفوں میں مکہ کا نام بکہ ہی آیا ہے۔ بابلی زبان میں شہر یا آبادی کو بک یا بکہ کہتے تھے، جیسے بعلبک (بعل کا شہر۔ بعل اہل بابل کا سب سے بڑا دیوتا تھا) حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ بابل سے آئے تھے اس لیے انہوں نے اس نئی آبادی کا نام بکہ رکھ دیا۔ لہٰذا مکہ میں واقع بیت اللہ ہی دنیا کی سب سے پہلی عبادت گاہ ہے، اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بڑی برکتیں رکھ دی ہیں اور یہ دنیا کے لیے باعثِ ہدایت ہے۔

بیت اللہ کی تاریخ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعے انہیں حکم دیا کہ وہ بیت اللہ (خانہ کعبہ) تعمیر کریں۔ انہوں نے تعمیل کر لی تو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ گھر پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے (عبادت گاہ) بنایا گیا۔'' (ضعیف: دلائل النبوہ للبیہقی: ۲/ ٤۵۔ ابن لھیعہ راوی ضعیف ہے۔ تفصیل دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۱۰٦)

Marfat.com

بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کونسی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسجد حرام۔''

انہوں نے عرض کیا:

اس کے بعد کونسی مسجد ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسجد بیت المقدس۔''

انہوں نے پھر عرض کیا کہ ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنی مدت ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان دونوں کے درمیان چالیس سال کی مدت ہے۔''

(صحیح مسلم: ۵۲۰)

بیت المقدس کی ابتدائی تعمیر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی کی تھی، بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تجدید کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں گھر پہلی مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہی تعمیر کیے تھے۔ پہلے بیت اللہ اور اس کے بعد بیت المقدس۔ طوفانِ نوح میں یہ دونوں تباہ ہو گئے اور دونوں کی تجدید حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی۔

بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی یہ تعمیر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک باقی تھی۔ طوفانِ نوح کے دوران منہدم ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کا ذکر تو قرآن میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہوں سورہ البقرہ کی یہ آیات:

﴿وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّاؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَاۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۲۹﴾﴾ (البقرہ: ۱۲۷۔۱۲۹)

Marfat.com

''اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے تو دعا کرتے جاتے تھے۔ اے ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب، ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرمان) بنا، ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا، جو تیری مسلم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا، اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے ہمارے رب، ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو، جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔''

ان آیات سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس گھر کی دیواروں کو انہی پرانی بنیادوں پر تعمیر کیا جو پہلے سے موجود تھیں۔ ساتھ ہی انہوں نے امت مسلمہ اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے لیے بھی دعا فرمائی اور ان کی یہ دونوں دعائیں مقبولِ بارگاہِ ایزدی ہوئیں۔

﴿وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾﴾ (الحج: ٢٦)

''اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔'' سورہ الحج کی اس آیت میں بھی یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ خانہ کعبہ کی بنیادیں پہلے سے موجود تھیں جن کی نشاندہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کی گئی اور ابراہیم علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر خانہ کعبہ کی عمارت تعمیر کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ تعمیر کسی حادثہ کے نتیجہ میں منہدم ہوئی تو قبیلہ بنو جرہم کی ایک جماعت نے اسے تعمیر کیا۔ اس کے بعد پھر منہدم ہوئی تو عمالقہ نے تعمیر کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر سے لیکر عمالقہ کی تعمیر تک بیت اللہ پر چھت نہیں تھی۔

Marfat.com

ابراہیم علیہ السلام کے بعد چوتھی مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر قصی بن کلاب قریشی نے کی۔ انہوں نے بیت اللہ پر لکڑی کی چھت بھی ڈلوائی اور اس گھر کی زیارت کے لیے آنے والوں کے لیے سقایہ (پانی پلانے) اور رفادہ (کھانا کھلانے) کے محکمے قائم کیے۔

اس کے بعد نبی ﷺ کی بعثت سے پانچ سال پہلے جب آپ ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) برس تھی، یہ عمارت آگ لگنے کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر تباہ ہوگئی تو قریش نے اس کی تعمیر کی۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ بیت اللہ کی تعمیر پر کسی قسم کی ناجائز کمائی خرچ نہیں کی جائے گی، صرف وہ مال خرچ کیا جائے گا جو ہر شک وشبہ سے پاک ہوگا۔ جب حلال ذرائع سے کمائے ہوئے فنڈز کم پڑ گئے تو فنڈز کی کمی کی وجہ سے بنائے ابراہیمی میں سے حطیم والا حصہ چھوڑ کر باقی حصہ پر عمارت تعمیر کر دی گئی۔

قریش کی تعمیر کے دوران جب حجرِ اسود نصب کرنے کے سلسلہ میں قبائل میں جھگڑا کھڑا ہوا تو نبی ﷺ کو حکم مقرر کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر اس پر حجرِ اسود کو اپنے دستِ مبارک سے رکھا اور قریش کے مختلف قبائل کے سرداروں سے کہا کہ چادر کے کنارے پکڑ کر اسے بیت اللہ کے قریب لائیں۔ پھر آپ ﷺ نے حجرِ اسود کو اٹھا کر اپنے دستِ مبارک سے کونے میں نصب کر دیا۔

تمام قبائل خوش ہو گئے کہ وہ اس اعزاز میں شامل رہے۔ یوں آپ ﷺ کی خداداد ذہانت اور حکمت کی وجہ سے خانہ جنگی کا خطرہ بھی ٹل گیا اور اعزاز اسی کے حصہ میں آیا جو فی الواقع اس کا مستحق تھا۔

حجرِ اسود کے بارے میں کئی ایک روایات ہیں جن میں سب سے معروف روایت یہ ہے کہ یہ جنت کا ایک پتھر ہے جسے آدم علیہ السلام جنت سے نکلتے وقت بطورِ نشانی اپنے ساتھ لائے تھے۔ یہ ایک سفید پتھر تھا جو مرورِ زمانہ کے ساتھ سیاہ ہوگیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انسان کے چھونے اور چومنے کی وجہ اس کے گناہوں کے اثرات سے سیاہ ہوگیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(صحیح: جامع ترمذی: ۸۷۷)

Marfat.com

پھر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مکہ میں اپنی حکومت کے دوران رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق بنائے ابراہیمی پر کعبہ کی تعمیر کی۔ انہوں نے حطیم والا حصہ عمارت میں شامل کر لیا۔ پھر مکہ میں ان کی حکومت ختم کرنے کے بعد حجاج بن یوسف نے قریش کی بنیادوں پر خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور حطیم والا حصہ پھر عمارت کے باہر چھوڑ دیا، جو آج تک قائم ہے۔ گو حجاج بن یوسف نے یہ کام تعصب کی بنیاد پر کیا لیکن عامۃ الناس کے حق میں یہ بہتر ثابت ہوا۔

اموی دور کے بعد جب بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے بیت اللہ کو بنائے ابراہیمی کے مطابق تعمیر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا، جس پر امام مالکؒ نے فتویٰ دیا کہ ایسا نہ کیا جائے، ورنہ بیت اللہ بادشاہوں کے ہاتھوں کھلونا بن جائے گا۔ ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت (جو بھی آیا اس نے نئی عمارت تعمیر کی) والا معاملہ ہو گا۔ کوئی نظریاتی اور کوئی ذوقی اختلاف کی وجہ سے اس کی تعمیرِ نو کی کوشش کرے گا۔ بات خلیفہ کی سمجھ میں آ گئی اور وہ اس خواہش کی تکمیل سے رک گیا اور اس کے ساتھ ہی بیت اللہ میں اکھاڑ پچھاڑ کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے رک گیا۔

حطیم کو کعبہ کی عمارت سے باہر رکھنے کی حکمت

بیت اللہ کو بنائے ابراہیمی پر تعمیر نہ کرنے اور حطیم والا حصہ خانہ کعبہ کی عمارت کے باہر چھوڑ دینے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ اگر یہ حصہ بھی عمارت کے اندر آ جاتا تو عام آدمی بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنے سے کلیتاً محروم رہ جاتا کیونکہ کعبہ شریف کی عمارت کے اندر جانے کی اجازت تو صرف خواص ہی کو ملتی ہے۔ حطیم والا حصہ باہر ہونے کی وجہ سے اب ہر شخص کعبہ شریف کے اندر نماز پڑھنے کا اعزاز حاصل کر سکتا ہے۔

بیت اللہ کا غلاف

بیت اللہ پر غلاف چڑھانے کا سلسلہ بھی بہت پرانا ہے۔ سب سے پہلے خاندانِ حمیر کے ایک بادشاہ اسعد ابوکرب حمیری نے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فتح

Marfat.com

مکہ کے بعد یمنی چادر کا غلاف چڑھایا۔ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھانے کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ مختلف ادوار میں مختلف مسلم حکمران اپنی طرف سے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھاتے رہے ہیں اور اس کام کو بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ جب سے سعودی عرب میں تیل کی فراوانی کی وجہ سے دولت کی ریل پیل ہوئی ہے یہ اعزاز سعودی حکومت نے اپنے لیے مختص کر لیا ہے۔

حج کی اہمیت

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (آل عمران:۹۷)

''لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہو جانا چاہیے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔''

سورہ ال عمران کی اس آیت میں دو باتیں فرمائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ لوگوں کا اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے جانا ان پر فرض ہے اور یہ اللہ کا حق ہے، جو لوگ استطاعت کے باوجود نہیں جاتے وہ اللہ کی حق تلفی کے مرتکب ہیں۔ اور دوسری یہ کہ اللہ تو بے نیاز ہے، اسے اس بات کی حاجت نہیں کہ کوئی اس کے گھر کی زیارت کرے۔ یہ زیارت تو لوگوں کے اپنے فائدے کے لیے فرض کی گئی ہے تا کہ وہ چند دن اللہ کے گھر کے جوار میں رہ کر ان برکتوں اور رحمتوں سے مستفیض ہو سکیں جو وہاں کی خصوصیت ہے اور یوں اپنے من کی صفائی کر سکیں۔

سورہ الحج کی ان آیات میں اسی طرف اشارہ ہے:

﴿وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ (الحج:۲۷-۲۸)

''اور لوگوں کو حج کے لیے پکارو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں، تا کہ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں ان کے لیے رکھے

Marfat.com

گئے ہیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی ﷺ سے پوچھا گیا: کون سے اعمال افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا: اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔ پھر پوچھا گیا: اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیکی والا حج۔'' (ایسا حج جو مسنون طریقے سے کیا جائے اور جس میں اللہ کی نافرمانی سے مکمل طور پر بچا جائے)۔'' (صحیح بخاری:۲۶)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے۔ پھر ہم (عورتیں) بھی کیوں نہ جہاد کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن افضل جہاد، حجِ مبرور (نیکی والا حج) ہے۔'' (صحیح بخاری:۱۵۲۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

''جس نے اللہ کے لیے حج کیا، اور اس کے دوران اس نے نہ کوئی فحش کام کیا، نہ اللہ کی نافرمانی کی، وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر واپس لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' (صحیح بخاری:۱۵۲۱)

وہ گناہوں سے ایسا پاک، صاف اور معصوم ہو جاتا ہے جیسا ایک بچہ اپنی پیدائش کے وقت معصوم ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو عمرے ان کی درمیانی مدت میں کیے گئے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ اور مقبول حج کی جزا تو جنت ہی ہے۔'' (صحیح مسلم:۱۳۴۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"پے در پے حج اور عمرہ کرتے رہو۔ یہ دونوں غربت اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے کھوٹ کو مٹا دیتی ہے اور مقبول حج کا اجر تو سوائے جنت کے کچھ نہیں ہے۔" (حجِ مقبول کا اجر لازماً جنت ہے)

(صحیح: جامع ترمذی: ۸۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حج اور عمرے کے لیے جانے والے اللہ کے خصوصی مہمان ہیں۔ وہ اللہ سے دعا کریں تو قبول فرماتا ہے اور بخشش طلب کریں تو بخش دیتا ہے۔"

(ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۲۔ صالح بن محمد بن صالح راوی منکر الحدیث ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تمہاری کسی حاجی سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے درخواست کرو کہ اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تمہارے لیے دعا کرے کیونکہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔" (ضعیف جدا: مسند احمد: ۲/۶۹، ۵۳۷۱۔ محمد بن عبدالرحمن البیلمانی متہم بالکذب راوی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۲۴۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"جو شخص حج یا عمرہ یا جہاد کے لیے گھر سے نکلا پھر راستے میں اسے موت آ گئی تو اللہ نے اس کے لیے غازی اور حاجی اور عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھ دیا۔"

(ضعیف: شعب الایمان: ۳۸۰۶۔ محمد بن اسحاق مدلس عنعنہ، حسین بن عبدالاول مجروح ضعیف راوی ہے۔)

اللہ کے نزدیک عرفہ کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے۔ اس دن اللہ تبارک وتعالیٰ آسمانِ دنیا پر خصوصی طور پر متوجہ ہو کر فرشتوں کے سامنے اپنے حاجی بندوں کی عاجزی اور درماندگی کی حالت پر فخر کرتا ہے۔ فرشتوں سے فرماتا ہے: "فرشتو! میرے بندے پریشان، دھوپ میں میرے سامنے کھڑے ہیں، یہ لوگ دُور دُور سے یہاں آئے ہیں، میری رحمت کی امید انہیں

Marfat.com

یہاں لائی ہے، حالانکہ انہوں نے میرے عذاب کونہیں دیکھا۔'' اس فخر کے بعد لوگوں کو جہنم کے عذاب سے آزاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اور عرفہ کے دن میں اتنے لوگ بخشے جاتے ہیں کہ اتنے کسی دن بھی نہیں بخشے جاتے۔ (ضعیف: صحیح ابن حبان: ۳۸۵۳۔ ابوالزبیر مدلس اور عنعنہ سے بیان کر رہے ہیں، تاہم صحیح مسلم: ۱۳۴۸ میں لوگوں کی معافی اور فرشتوں کا ذکر موجود ہے۔)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ عرفات میں قیام فرمایا، آفتاب غروب ہونے کو تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ لوگوں کو خاموش کر دو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا: خاموش ہو جاؤ، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! ابھی میرے پاس جبریل آئے تھے، انہوں نے مجھے اللہ کا سلام اور یہ پیغام پہنچایا کہ اللہ نے تمام عرفات والوں کو بخش دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ پیغام ہم صحابہ کے لیے خاص ہے یا ساری امت کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ہے اور ان تمام لوگوں کے لیے ہے جو تمہارے بعد یہاں آئیں۔'' (الترغیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو کسی بیماری، یا کسی حقیقی ضرورت، یا کسی ظالم و جابر حکمران نے روک نہ رکھا ہو اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرے یا نصرانی۔''

(ضعیف: سنن دارمی: ۱۸۲۶۔ لیث بن ابی سلیم راوی ضعیف ہے۔)

یعنی جو شخص استطاعت کے باوجود حج نہ کرے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے، میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ لگا دوں۔ وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔

حج کس پر فرض ہے

حج فرض ہونے کے لیے عاقل و بالغ ہونے کے علاوہ کچھ دوسری شرائط بھی ہیں، جن میں صاحبِ استطاعت ہونا، سواری کا مہیا ہونا، راستہ محفوظ ہونا، عورت کے لیے محرم کا ساتھ

Marfat.com

ہونا شامل ہیں۔ صاحبِ استطاعت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جس سے اس کے سفر کے اخراجات، حج کے دوران حرمین میں قیام کے اخراجات، اور واپسی تک اسکے اہلِ خانہ کے اخراجات پورے ہوسکیں۔ استطاعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کی صحت ایسی ہو کہ اتنے لمبے سفر کی صعوبت برداشت کرسکتا ہو۔

آج کل کی سواری تو ہوائی جہاز ہی ہے۔ سعودی عرب کے سوا دیگر ممالک کے حجاج تو ہوائی جہاز کے ذریعے ہی سفر کرتے ہیں، اس لیے سواری کا مہیا ہونے سے مراد ہوائی جہاز میں سیٹ کا ملنا ہوگا اور جس شخص کو ہوائی جہاز کی سیٹ نہ ملے اسے بھی معذور سمجھا جائے گا۔

راستہ محفوظ ہونے سے مراد یہ ہے کہ راستے میں ایسے ممالک نہ آتے ہوں جہاں جنگ ہو رہی ہو اور اس کی وجہ سے ہوائی راستہ غیر محفوظ ہو، یا اگر زمینی سفر ہو تو چوروں، ڈاکوؤں کا خطرہ نہ ہو۔

عورت کا اکیلے لمبا سفر کرنا منع ہے، وہ صرف محرم کے ساتھ ہی حج وعمرہ کا سفر کرسکتی ہے۔ اس لیے باقی شرائط پوری ہونے کے باوجود اگر محرم کا ساتھ میسر نہ ہو تو وہ معذور سمجھی جائے گی اور حج نہ کرنے پر معتوب نہیں ہوگی۔ محرم میں خاوند، باپ، بیٹا، بھائی، چچا، ماموں، بھتیجا، بھانجا شامل ہیں۔ اگر کوئی حقیقی محرم نہ ہو تو عورت حج وعمرہ کے لیے کسی ایسے گروپ کے ساتھ بھی جاسکتی ہے جس میں اس کے بھروسے کے لوگ ہوں اور اس میں عورتوں کے ساتھ ان کے محرم مرد بھی ہوں۔

حج کیسے کیا جائے

جب کوئی شخص حج کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ حج کے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے سچی توبہ کرے۔ اگر کسی کی حق تلفی کی ہو تو اس کی تلافی کرے، کسی سے زیادتی کی ہو تو اس سے معافی مانگے۔ اگر والدین زندہ ہوں تو ان سے اجازت لے، اگر وہ بہت بوڑھے یا بیمار ہونے کی وجہ سے اس کی مدد کے محتاج ہوں تو ان کی دیکھ بھال کا مناسب انتظام کرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کرے۔ یہ یاد رکھے کہ وہ اللہ تبارک و

Marfat.com

تعالیٰ کا مہمان بننے جا رہا ہے، اس لیے میزبان کے ساتھ اس کے تعلقات خوشگوار ہونے چاہئیں۔گھر سے نکلنے سے پہلے اپنی نیت کو درست کر لے کہ وہ یہ سفر اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اختیار کر رہا ہے اور اس بات کا خصوصی خیال رکھے کہ کہیں نام ونمود یا ریاکاری کا شکار نہ ہو جائے۔

میقات

میقات پر پہنچ کر یا اس سے پہلے احرام باندھے، چاہے تو گھر سے نکلتے وقت بھی احرام باندھ سکتا ہے۔ میقات کی جمع مواقیت ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں جہاں سے آگے حج یا عمرہ کرنے والا احرام باندھے بغیر نہیں جا سکتا۔

مختلف سمتوں سے آنے والوں کے لیے مختلف مواقیت ہیں۔ مدینہ منورہ یا اس سمت سے آنے والوں کے لیے میقات ذوالحلیفہ ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جہاں پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفرِ حج کے لیے احرام باندھا تھا۔ اب تو مدینہ منورہ اتنا پھیل چکا ہے کہ یہ مقام اس کے اندر ہی آ گیا ہے۔ اہلِ شام اور اس طرف سے آنے والوں کے لیے میقات جحفہ ہے جو رابغ کے قریب ایک مقام ہے۔ اہلِ عراق اور اہلِ نجد یا ان اطراف سے جو لوگ آئیں ان کے لیے میقات ذات عرق یا قرن المنازل ہے جو طائف کے قریب ایک مقام ہے۔ یمن اور برِّ صغیر ہند و پاک یا ان طراف سے آنے والوں کے لیے میقات یلملم ہے جو جدہ کے قریب ایک مقام ہے۔

جن لوگوں کو یہ مواقیت راستے میں نہ پڑتے ہوں وہ ان کے محاذی مقامات (وہ مقامات جو ایک ہی لائن پر ہوں) سے احرام باندھیں۔ یہ میقات مکانی ہیں یعنی وہ مقامات جہاں سے حج اور عمرہ کرنے والے احرام کے بغیر نہیں گزر سکتے۔ اہلِ مکہ اور وہ لوگ جو ان مواقیت کے اندر رہتے ہوں وہ اپنی رہائش گاہ سے احرام باندھ سکتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جن لوگوں کا قیام میقات اور مکہ کے درمیان ہے وہ احرام اسی جگہ سے باندھیں جہاں سے انہیں

Marfat.com

سفر شروع کرنا ہے، یہاں تک کہ مکہ کے رہنے والے مکہ ہی سے احرام باندھیں۔"

(صحیح بخاری: ۱۵۲۴)

میقاتِ مکانی کے علاوہ میقاتِ زمانی بھی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا درست نہیں ہے۔

اِحرام

احرام سے مراد، دل سے حج یا عمرہ کی نیت کرنا، حج اور عمرہ کا مخصوص لباس پہننا، دو رکعت نماز نفل پڑھ کر تلبیہ کہنا ہے۔ نیت کرنے کے لیے الفاظ کا استعمال ضروری نہیں ہے۔ یہ چار کام کرنے کے بعد انسان محرم ہو جاتا ہے اور بہت سی چیزیں جو احرام باندھنے سے پہلے اس کے لیے حلال تھیں، حرام ہو جاتی ہیں۔ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا اور غسل کرنا مسنون ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر غسل فرمایا اور خوشبو بھی لگائی۔ البتہ بعد میں احرام کے دوران خوشبو کا استعمال منع ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۱۸۹)

مردوں کے لیے احرام کا خصوصی لباس دو چادریں ہیں۔ مرد سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، سر نہیں ڈھانک سکتا، بند جوتا نہیں پہن سکتا۔ عورت احرام کے دوران روزمرہ کا لباس اور جوتے پہن سکتی ہے۔ البتہ لباس مکمل طور پر ساطر اور سادہ ہونا چاہیے۔ احرام کے دوران عورت چہرہ کھلا رکھ سکتی ہے اور اگر ڈھانکنا چاہے تو اس طرح ڈھانکے کہ کپڑا چہرے کے ساتھ مس نہ کرے۔

اس سلسلہ میں دو حدیثوں سے بڑی رہنمائی ملتی ہے۔ ایک تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں وہ فرماتی ہیں کہ سفرِ حج کے دوران جب ہمیں کسی قافلے کا سامنا ہوتا تو ہم اپنے چہرے ڈھانک لیتے تھے اور دوسرے عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ جس میں حجۃ الوداع کے دوران فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کا قبیلہ خثعم کی ایک خوبصورت عورت کو دیکھنا اور نبی ﷺ کا ان کو منع کرنا منقول ہے۔

ظاہر ہے اس عورت کا چہرہ کھلا تھا اسی لیے اس کی طرف دیکھا گیا اور یہ بھی اندازہ ہوا کہ وہ عورت خوبصورت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احرام کے دوران چہرہ کھلا رکھنے کی

Marfat.com

اجازت ہے ورنہ رسول اللہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھنے سے منع کرنے کے ساتھ اس عورت کو بھی چہرہ ڈھانکنے کا حکم دیتے۔

احرام باندھنے کے فوراً بعد اور سفر کے دوران چڑھائی چڑھتے وقت یا اترائی اترتے وقت تلبیہ کہنا چاہیے۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:

((لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ۔ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ۔ لَا شَرِیْکَ لَكَ))

"حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ تمام حمد تیرے لیے ہے اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں، ملک تیرا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔" (صحیح بخاری:۱۵۴۹)

احرام...... مساوات کا پیغام

احرام کا لباس اور تلبیہ کے الفاظ یوم حشر کی یاد دلاتے ہیں کہ جب سب لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار میں ہونگے اور نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ سب فرق مٹ جائیں گے، نہ کوئی امیر ہوگا نہ غریب، نہ بڑا نہ چھوٹا، نہ مالک نہ مملوک، نہ آقا نہ غلام۔ میدانِ عرفات میں بھی یہ سب فرق مٹ جاتے ہیں۔ امیر غریب، بادشاہ اور رعایا، چھوٹا اور بڑا، بوڑھا اور جوان سب ایک ہی لباس میں ملبوس ہوتے ہیں۔ کسی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔

مکمل مساوات کا منظر نظر آتا ہے۔ ایسی مساوات جو اس کے سوا کبھی کہیں نظر نہیں آتی۔ اس لحاظ سے حج ایسی بے نظیر عبادت ہے جو ان تمام حدوں کو مٹا دیتی ہے جو انسان نے انسانیت کو تقسیم کرنے کے لیے کھینچی ہیں۔ امیر ہو یا غریب، گورا ہو یا کالا، ہر کسی کے لبوں پر ایک ہی پکار ہوتی ہے: "اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔" ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور بادشاہی کا اقرار کر رہا ہوتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے گڑگڑا رہا ہوتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی کا طلبگار ہوتا ہے۔

انسان جب احرام باندھ کر عازمِ حج یا عمرہ ہو تو یہ خیال اس کے دل میں جاگزین ہونا

Marfat.com

چاہیے کہ وہ اللہ کے گھر کی زیارت کے لیے جا رہا ہے۔ راستہ میں اللہ کو یاد کرتا رہے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ کی نافرمانی سے بچائے۔ مکہ پہنچ کر جب حرم کے مینار نظر آئیں تو دعا مانگے۔ مینارِ حرم پر پہلی نظر پڑتے وقت جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔

طواف

حرم میں داخلے کے وقت جب پہلی بار خانہ کعبہ پر نگاہ پڑے تو دعا مانگے۔ پہلی بار خانہ کعبہ نظر آنے پر جو دعا مانگی جائے وہ بھی قبول ہوتی ہے۔ اس کے بعد اگر نماز کا وقت ہو تو نماز پڑھے ورنہ حج یا عمرہ کا طواف کرے۔ حرم کے اندر بیت اللہ کا طواف بہت بڑی عبادت ہے۔ اس میں آپ تلاوت بھی کر سکتے ہیں، دعائیں بھی مانگ سکتے ہیں، اللہ کا ذکر بھی کر سکتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اللہ کے گھر کے گرد پروانہ وار گھوم رہے ہوتے ہیں۔

بیت اللہ کے گرد سات چکر لگانے سے ایک طواف مکمل ہوتا ہے۔ طواف کا آغاز حجرِ اسود سے ہوتا ہے اور حجرِ اسود سے لیکر حجرِ اسود تک ایک چکر (پھیرہ، شوط) بنتا ہے۔ طواف کا آغاز حجرِ اسود کو چوم کر یا چھو کر کرنا چاہیے۔ اگر ہجوم (رش) کی وجہ سے حجرِ اسود کو چومنا یا چھونا مشکل ہو تو دور سے ہی حجرِ اسود کی محاذی کھنچی ہوئی لائن پر کھڑے ہو کر طواف کی نیت کریں، بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر حجرِ اسود کی طرف اشارہ کریں اور طواف کا آغاز کر دیں۔ حجرِ اسود کو چومنا اور چھونا سنت ہے، اس لیے اگر ممکن تو ہر چکر (پھیرا، شوط) کے آغاز میں اسے چومنا چاہیے، لیکن آج کل ہجوم کی وجہ سے ایسا کرنا خاصا دشوار ہے۔ حجرِ اسود کو چومنے کے لیے دھکم پیل کرنا جائز نہیں کیونکہ کسی مسلمان کو ایذا دینا حرام ہے۔ ایک سنت کو پورا کرنے کے لیے ایک حرام فعل کا ارتکاب کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

رسول ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اے عمر! تم ایک طاقتور آدمی ہو، لہٰذا تم مزاحمت نہ کرو، اس لیے کہ اس طرح تم کمزوروں کی تکلیف کا باعث بنو گے۔ جب تم جگہ پاؤ، تو استلام کرو (چھوؤ) ورنہ بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر گزر جاؤ۔" (حسن: مسند احمد: ۱۹۰)

Marfat.com

رمل اور اضطباع

طواف کے دوران بیت اللہ آپ کی بائیں جانب ہونا چاہیے۔طوافِ قدوم کے دوران رمل اور اور اضطباع بھی کرنا چاہیے۔رمل اور اضطباع صرف پہلے طواف میں ہے اس کے بعد نہیں ہے۔رمل یہ ہے کہ کندھے ہلا کر تیز تیز چلا جائے۔اگر ہجوم کی وجہ سے تیز نہ چلا جا سکے تو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر تیز چلنے کا تاثر دیا جائے۔اور اضطباع یہ ہے کہ جسم کے اوپر کے حصہ پر لپیٹی جانے والی چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالی جائے تا کہ دایاں کندھا ننگا رہے۔نماز کے دوران کندھا ڈھانپ لینا چاہیے۔رمل صرف طواف کے پہلے تین چکروں میں ہوگا۔اور حجرِ اسود سے لیکر رکنِ یمانی تک ہوگا۔رکنِ یمانی سے حجرِ اسود تک معمول کی چال چلنا چاہیے۔عورت کو رمل نہیں کرنا چاہیے۔

طواف کی مسنون دعائیں

رکنِ یمانی بیت اللہ کا جنوبی کونہ ہے۔حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیان درج ذیل دعائیں پڑھنا مسنون ہے:

((سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ))

”اللہ پاک ہے اور تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے سوا کسی میں طاقت اور قدرت نہیں۔“

(ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۷۔حمید بن ابی سویہ منکر روایات بیان کرتا ہے۔)

((اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى كُلِّ غَائِبَةٍ لِیْ بِخَیْرٍ))

”اے اللہ! جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس پر قناعت کی توفیق عطا فرما، اور اس میں برکت دے، اور میری ہر اس چیز کی حفاظت فرما جس کی مجھے خبر نہیں ہے۔“

(ضعیف: مستدرک حاکم: ۱۸۷۸۔ الادب المفرد: ٦٨١۔ تفصیل کے لیے دیکھئے:

Marfat.com

سلسلۃ الضعیفہ: ۲۰۴۲)

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ وَ سُوْءِ الْاِخْلَاقِ))

''اے اللہ! میں دین میں شک کرنے، شرک کرنے، منافقت کرنے، تیری نافرمانی کرنے اور بری عادات سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

(نیل الاوطار: ۵ / ۵۷۔ سند کے بغیر مذکور ہے۔)

رکنِ یمانی کو چھونا مسنون ہے لیکن بوسہ دینا کہیں منقول نہیں، اس لیے بوسہ نہیں دینا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رکنِ یمانی پر ستر فرشتے مقرر ہیں۔ جو لوگ طواف کے دوران یہاں پہنچ کر دعا کرتے ہیں، یہ فرشتے ان کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔''

رکنِ یمانی سے حجرِ اسود تک یہ دعا پڑھنا چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ، رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ))

''اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں درگزر اور بھلائی کی درخواست کرتا ہوں۔ اے ہمارے رب، ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔'' (حسن: صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۲۱۔ مسند احمد: ۱۵۳۹۹)

طواف کے دوران مسنون دعائیں کرنا بہتر ہے۔ اگر مسنون دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں بھی دعائیں کی جاسکتی ہیں۔ بس ایک بات کا خیال رہے کہ جو بھی دعا مانگیں اور جس زبان میں بھی مانگیں پورے یقین اور نہایت عاجزی کے ساتھ مانگیے۔ اللہ کے خزانے محدود نہیں اور نہ ہی اس کے خزانوں میں دینے سے کمی واقع ہوتی ہے۔ بس مانگنے کا سلیقہ ہونا چاہیے۔ طواف کے دوران قرآن مجید کی تلاوت بھی کی جاسکتی ہے۔

بیت اللہ کے گرد سات چکر پورے کرنے کے بعد ملتزم پر کھڑے ہو کر اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگیے۔ اگر موقع ملے تو بیت اللہ سے لپٹ کر دعا مانگیے۔ ملتزم بیت اللہ کے

Marfat.com

دروازہ اور حجرِ اسود کا درمیانی حصہ ہے۔ یہ دعاؤں کی قبولیت کا مقام ہے۔ آپ اللہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ آپ کو خالی ہاتھ لوٹائے؟ وہ تو اکرم الاکرمین ہے۔ پورے اعتماد کے ساتھ دستک دیجیے۔ اس کی بنائی ہوئی چیزوں کی بجائے اسی کو مانگئے۔ اس کے مقابلے میں تو ہر چیز ہیچ ہے خواہ جنت الفردوس ہی کیوں نہ ہو۔

دعا سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نفل پڑھنا چاہیے، ان نوافل میں پہلی رکعت میں سورہ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورہ الاخلاص پڑھنا مسنون ہے۔ ان نوافل کے دوران مقامِ ابراہیم آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان رہے۔ اگر ہجوم کی وجہ سے مقامِ ابراہیم کے قریب جگہ نہ ملے تو یہ دو رکعت نوافل حرم میں کہیں بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

مقامِ ابراہیم پر نوافل سے فارغ ہونے کے بعد آبِ زمزم پیجیے اور خوب جی بھر کر پیجیے۔ اب آپ کا طوافِ قدوم مکمل ہوگیا۔ طوافِ قدوم ان لوگوں کے لیے ہے جو حجِ افراد کی نیت سے آئیں۔ جو لوگ حجِ قران یا حجِ تمتع کی نیت سے آئیں انہیں طوافِ عمرہ کی نیت کرنا ہوگی۔ طوافِ قدوم اور طوافِ عمرہ میں سوائے نیت کے کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد حج اور عمرہ کے لیے آنے والوں کے لیے اگلا عمل سعی ہے۔

طواف کی اقسام

طوافِ قدوم اور طوافِ عمرہ پہلا طواف ہے جو حج اور عمرہ کی نیت سے آنے والا حرم میں داخل ہونے کے بعد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ طواف کی دو اور قسمیں بھی ہیں۔ ایک طوافِ افاضہ جو دس ذوالحجہ کو اس دن کے مناسکِ حج سے فارغ ہونے کے بعد کیا جاتا ہے۔ اس کو طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں۔ دوسرا طواف، طواف الوداع ہے جو آخری مرتبہ مکہ چھوڑنے پر کیا جاتا ہے۔ اسی لیے اس کا نام طواف الوداع ہے۔

حج اور عمرہ کے طواف کے علاوہ بھی آپ جب چاہیں اور جتنی مرتبہ چاہیں طواف کر سکتے ہیں۔ یہ نفل طواف ہے۔ حیض و نفاس کے دوران عورت کے لیے بیت اللہ کا طواف جائز نہیں اور نہ ہی بغیر وضو کے طواف جائز ہے۔ عورت حج کے دوسرے مناسک حیض و نفاس کی

Marfat.com

حالت میں ادا کرسکتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسی حالت میں عورت کے لیے سعی کرنا بھی جائز نہیں لیکن حدیث میں اس ممانعت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ نفل طواف کا طریقہ بھی وہی ہے جو حج اور عمرہ کے طواف کا طریقہ ہے۔ مگر اس میں رمل اور اضطباع نہیں ہے اور احرام کی پابندی بھی نہیں ہے۔ طواف کا بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔

طواف کی اہمیت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا، پھر مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نفل نماز پڑھی اور پھر سیر ہو کر آبِ زمزم پیا، اللہ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔" (الدر المنثور: ۱/ ۲۹۳۔ سند مذکور نہیں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے پچاس بار طواف کر لیا وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنم دیا ہو۔" (ضعیف: جامع ترمذی: ۸۶۶۔ ابو اسحاق مدلس عنعنہ روایت کرتا ہے۔)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

"ان دونوں (حجرِ اسود اور رکنِ یمانی) پر ہاتھ پھیرنا گناہوں کا کفارہ ہے، اور یہ بھی سنا ہے: جس نے اللہ کے اس گھر کا سات مرتبہ طواف کیا اور شعور و توجہ کے ساتھ کیا تو اس کا صلہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور یہ بھی سنا ہے کہ طواف میں بندہ جو قدم بھی رکھے اور اٹھائے گا اس کے ہر قدم کے بدلے اللہ ایک گناہ معاف کرے گا اور ایک بھلائی اس کے لیے لکھے گا۔" (صحیح: جامع ترمذی: ۹۵۹)

عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انسان جب بیت اللہ کے طواف کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے، پھر جب وہ طواف شروع کرتا ہے تو اللہ کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے، اس کے

Marfat.com

بعد وہ جو قدم اٹھاتا اور زمین پر رکھتا ہے، ہر قدم پر اسے پانچ سو نیکیاں ملتی ہیں، اس کے پانچ سو گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے پانچ سو درجات بلند کیے جاتے ہیں۔" (درمنثور:۱/ ۲۹۴۔ اس کی سند مذکور نہیں۔ لہٰذا ضعیف ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت جب تک حرمِ مقدس کی عظمت و احترام کا حق ادا کرتی رہے گی، بخیر رہے گی اور جب وہ اس کا احساس و احترام ضائع کر دے گی، تباہ و برباد ہو جائے گی۔" (ضعیف: سنن ابن ماجہ: ۳۱۱۰۔ یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔)

حج کی اقسام

صرف حج جس میں عمرہ نہ شامل ہو، حجِ افراد کہلاتا ہے اور حجِ افراد کرنے والا مفرد کہلاتا ہے۔ مفرد کے لیے قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی قربانی کرنا چاہے تو ممانعت نہیں ہے۔ جو لوگ قربانی نہ کرنا چاہئیں انہیں حجِ افراد ہی کرنا چاہیے۔ جو لوگ قربانی کرنا چاہتے ہوں انکے لیے حجِ قران یا تمتع بہتر ہے۔

حجِ تمتع اور حجِ قران کرنے والوں کے لیے قربانی کرنا لازمی ہے۔ حج کی ان دونوں قسموں میں عمرہ بھی شامل ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ حجِ تمتع کرنے والا صرف عمرہ کی نیت کرے گا اور عمرہ مکمل کرنے کے بعد احرام کھول دے گا اور احرام کی تمام پابندیاں اس پر سے ختم ہو جائیں گی۔ پھر آٹھ (۸) ذوالحج کو دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھے گا اور حج کرے گا۔ جو لوگ حج سے کافی عرصہ پہلے مکہ چلے جاتے ہیں ان کے لیے حجِ تمتع بہتر ہے کیونکہ عمرہ مکمل کرنے کے بعد وہ احرام کھول سکتے ہیں۔ اگر زیادہ عرصہ احرام میں رہیں گے تو احرام کی خلاف ورزی کا امکان زیادہ ہے۔ ممکن ہے دم دینا پڑ جائے۔ (دم ایک جانور کی قربانی ہے جو احرام کی شرائط کی خلاف ورزی کی صورت میں دی جاتی ہے)۔

حجِ قران میں حج اور عمرہ کی نیت ایک ساتھ کی جاتی ہے اور عمرہ مکمل کرنے کے بعد احرام کھولنے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ حج کی تکمیل تک احرام میں ہی رہنا پڑتا ہے۔ جو لوگ حج کے موقع پر یا چند دن پہلے مکہ پہنچیں ان کے لیے قران بہتر ہے۔ بہرحال قران ہو یا تمتع،

Marfat.com

عمرہ اور قربانی دونوں میں شامل ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حجِ قران افضل ہے، بعض کہتے ہیں کہ حجِ تمتع افضل ہے۔ کچھ لوگوں نے حجِ افراد کو بھی افضل کہا ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ اللہ کو آپ کے تقویٰ سے غرض ہے اور افضل حج وہی ہے جس میں اللہ کا تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس کی نافرمانی سے بچا جائے۔ جیسا کہ سورہ البقرہ کی اس آیت میں فرمایا:

﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ (البقرہ: ۱۹۷)

''حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔ اور جو نیک کام تم کرو گے، وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔ سفرِ حج کے لیے زادِراہ ساتھ لے جاؤ، اور سب سے بہتر زادِراہ تقویٰ ہے۔ پس اے ہوشمندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔''

افضل وہی ہے جو اللہ کے ہاں مقبول ہو جائے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حجِ قران کیا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہوتا تو عمرہ کرنے کے بعد میں احرام کھول دیتا، یعنی حجِ تمتع کرتا۔ صحابہ کرام میں سے جو لوگ قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے تھے آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی کہ عمرہ کرنے کے بعد اپنے احرام کھول دیں۔ حجِ تمتع کرنے والے کو متمتع اور حجِ قران کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔

سعی کی تاریخ

صفا اور مروہ کے درمیان سات پھیرے لگانا سعی کہلاتا ہے۔ صفا اور مروہ وہ دو پہاڑیاں ہیں جن کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پانی کی تلاش میں سات چکر لگائے تھے۔ جب اسماعیل علیہ السلام پیاس سے نڈھال ہوئے تو حضرت ہاجرہ نے ننھے اسماعیل علیہ السلام کو

Marfat.com

اس جگہ چھوڑا جہاں آج چاہِ زمزم ہے اور خود پانی کی تلاش میں نکلیں۔

پہلے قریبی پہاڑی صفا پر چڑھیں کہ شاید پانی کا کوئی سراغ ملے۔ جب کوئی سراغ نہ ملا تو دوسری پہاڑی مروہ کی طرف چلیں اور ساتھ اسماعیل علیہ السلام کو بھی دیکھتی جاتی تھیں۔ جب نشیب میں پہنچیں اور اسماعیل علیہ السلام نظر سے اوجھل ہو گئے تو دوڑ لگا دی۔ جب دوبارہ نظر آنا شروع ہو گئے تو معمول کی چال چلنے لگیں اور مروہ پر پہنچ گئیں۔ وہاں بھی پانی کا کوئی سراغ نہ پایا تو واپس صفا کی طرف چل پڑیں۔

اسی طرح دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے۔ ہر چکر میں جہاں سے اسماعیل علیہ السلام نظر سے اوجھل ہو جاتے، دوڑ پڑتیں اور جب دوبارہ نظر آ جاتے، دوڑنا بند کر دیتیں۔ ایک ماں کی بچے کے لیے یہ بے چینی بارگاہِ ایزدی میں اتنی مقبول ہوئی کہ بچے کے پاؤں میں پانی کا چشمہ بہا دیا جو آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا اور حضرت ہاجرہ کے ان سات چکروں کو امر کر دیا۔

آج حج وعمرہ کرنے والے ہر شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگائے اور جب نشیب میں پہنچے تو اسی طرح دوڑے جیسے حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں۔ اس عمل کو سعی کہتے ہیں جو کہ حج وعمرہ کرنے والوں کے لیے واجب ہے۔ اس نشیبی حصے کو جہاں حضرت ہاجرہ دوڑی تھیں ممیّز کرنے کے لیے سبز ستون بنا دئے گئے ہیں جو دونوں طرف سے آتے ہوئے نظر آ جاتے ہیں۔ ان ستونوں کو میلین اخضرین بھی کہتے ہیں۔

چاہِ زم زم کی تاریخ

اسماعیل علیہ السلام جب پیاس کی شدت سے بے حال ہوئے تو انہوں نے زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑیں جس سے زم زم کا چشمہ پھُوٹ پڑا۔ صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر کاٹنے کے بعد جب حضرت ہاجرہ واپس آئیں تو پانی دیکھ کر خوش ہوئیں، انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا اور خود بھی پیا۔

توراۃ کا بیان ہے کہ خدا کے فرشتے نے ہاجرہ کو آسمان سے پکارا اور کہا: اے ہاجرہ!

Marfat.com

تجھ کو کیا ہُوا۔ مت ڈر کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے، خدا نے سنی، اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر اپنی مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ (توراۃ، سفرِ پیدائش، باب:۲۱)

یہ روایت بھی ہے کہ زم زم جبرائیل علیہ السلام کے زمین پر اپنا پر مارنے سے پھوٹ نکلا تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۳۶۴۔ مفصل واقعہ ہے۔)

کہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو چاروں طرف سے کھود کر کنویں کی شکل دے دی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کئی دفعہ یہ کنواں خشک ہوا۔ جب جب یہ خشک ہوا لوگوں نے اسے مزید گہرا کیا، حتیٰ کہ یہ ایک گہرا کنواں بن گیا۔

مدتوں بنو جرہم اس کے متولی رہے۔ جب بنو خزاعہ کو اقتدار ملا تو بنو جرہم، غلافِ کعبہ اور حجرِ اسود چاہِ زم زم میں ڈال کر بھاگ گئے اور جاتے جاتے اس کا منہ بند کر گئے۔ مدتوں یہ چشمہ غائب رہا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی خواب میں رہنمائی کی گئی اور انہوں نے اسے کھود کر نکالا۔ اس میں سے دو سونے کے ہرن، بہت سی تلواریں اور زرہیں بھی نکلیں۔ انہوں نے ہرنوں سے حاصل ہونے والا سونا بیت اللہ کے دروازوں پر لگا دیا اور باقی چیزیں خود رکھ لیں۔ (علامہ ابن خلدون کے مطابق یہ سونے کے ہرن ایرانی زائرین نے خانہ کعبہ پر چڑھائے تھے)۔

۱۴۵ ہجری میں ابو جعفر منصور نے اس کے اندر سنگِ مرمر کا فرش کروایا، پھر مامون الرشید نے مٹی نکلوا کر اسے گہرا کیا۔ چاہِ زم زم کو کئی دفعہ کھودا گیا۔ ۲۲۳ ہجری میں اس کی اکثر دیواریں منہدم ہوگئیں اور اندر بہت ملبہ جمع ہو گیا۔ اس وقت طائف کے ایک شخص محمد بن بشیر نے اس کی مرمت کی۔

۱۰۲۰ ہجری میں سلطان احمد خان کے حکم سے چاہ زم زم کے اندر سطح آب سے سوا تین فٹ نیچے لوہے کا جال ڈال دیا گیا تا کہ اگر کوئی چیز کنویں میں گر جائے تو تہ تک نہ جا سکے اور

Marfat.com

آسانی سے نکالی جا سکے۔ ۱۰۳۹ ہجری میں سلطان مراد خان مرحوم نے جب کعبہ کو از سرِ نو تعمیر کیا تو چاہِ زم زم کی بھی نئی تعمیر کی۔ تہ آب سے اوپر تک سنگِ مرمر لگایا۔ زمین سے ایک گز اونچی، دو گز چوڑی منڈیر بنوا دی۔ اردگرد دو دو گز تک سنگِ مرمر کا فرش بنوا کر اس پر دیواریں اٹھا دیں اور ان پر چھت ڈال کر کمرہ بنوا دیا اور اس پر سبز جالیاں لگوا دیں۔

سعی کا طریقہ

سعی، صفا سے شروع کرنا چاہیے۔ صفا پر قبلہ رو کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہیں پھر یہ دعا پڑھیں:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ))

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کو سزاوار ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تمام گروہوں کو اکیلے شکست دی۔'' (صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

اس دعا کے بعد درود شریف پڑھیں اور پھر وہیں پر کھڑے جو دعائیں چاہیں مانگیں۔ یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے۔ صفا سے اتر کر مروہ کی طرف چلیں اور اس دعا کا ورد جاری رکھیں:

((رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ، اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَكْرَمُ))

''اے پروردگار، تُو مغفرت فرما اور رحم فرما۔ بے شک تو بہت طاقت والا اور عزت والا ہے۔'' (مناسک الحج والعمرۃ للالبانی، رقم: ۵۵۔ تنبیہ: موقوف صحیح ہے، مرفوع ضعیف ہے۔)

جب سبز ستونوں کے پاس پہنچیں تو دوڑ پڑھیں اور جب اگلے سبز ستونوں کے پاس

Marfat.com

پہنچیں تو دوڑنا بند کر دیں۔ البتہ عورتوں یا کمزور افراد کے لیے دوڑنا ضروری نہیں ہے۔ سعی کے دوران یہ دعا پڑھنا بھی مسنون ہے:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ))

"اللہ پاک ہے اور تعریف اسی کے لیے ہے اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔"

جب مروہ پر پہنچیں تو وہاں بھی قبلہ رخ کھڑے ہو کر وہی دعائیں مانگیں جو صفا پر مانگیں تھیں۔ یہ بھی دعاؤں کی قبولیت کا مقام ہے۔ مروہ پر پہنچ کر آپ کا ایک چکر پورا ہو جائے گا۔ وہاں سے دوسرا چکر شروع ہو گا جو صفا پر پہنچ کر پورا ہو جائے گا۔ اسی طرح سات چکر پورے کریں۔ ساتواں چکر مروہ پر ختم ہو گا۔ سات چکر پورے ہونے پر آپ کی سعی مکمل ہو جائے گی۔ سعی کے دوران مسنون دعاؤں کے علاوہ بھی جو دعائیں چاہئیں مانگ سکتے ہیں، چاہئیں تو قرآن مجید کی تلاوت بھی کر سکتے ہیں۔

طواف اور سعی کے دوران اگر نماز با جماعت شروع ہو جائے تو طواف اور سعی چھوڑ کر نماز میں شامل ہو جائیں اور نماز کے بعد وہیں سے شروع کریں جہاں طواف یا سعی کو چھوڑا تھا۔

سعی مکمل ہونے کے بعد اگلا عمل حلق (سر منڈانا) یا قصر (بال ترشوانا) ہے۔ سر منڈانے یا بال ترشوانے سے عمرہ مکمل ہو جائے گا۔ اب عمرہ کرنے والا اور حج تمتع کرنے والا احرام ختم کر سکتا ہے لیکن جس نے حجِ قران کا ارادہ کیا ہو وہ حج مکمل ہونے تک احرام میں ہی رہے گا۔ حج تمتع کرنے والا آٹھ ذوالحج کو دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھے گا۔

حج کا طریقہ

جو لوگ حج کی نیت سے آئے ہوں انہیں آٹھ ذوالحج کو ظہر کی نماز سے پہلے منیٰ پہنچ جانا چاہیے۔ آٹھ ذوالحج کی ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں اور نو ذوالحج کی فجر کی نماز منیٰ میں پڑھنا مسنون ہے۔ نویں ذوالحج کی رات منیٰ میں قیام کرنا مسنون ہے۔ منیٰ سے طلوع آفتاب کے بعد نکلنا چاہیے۔

Marfat.com

عرفات میں مسجد نمرہ کے قریب قیام کرنا مستحب ہے۔ لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے اگر یہ ممکن نہ ہو تو عرفات میں کہیں بھی قیام کیا جا سکتا ہے۔ سورج ڈھلنے کے بعد عرفات میں داخل ہونا سنت ہے۔ عرفات میں ظہر اور عصر ملا کر ظہر کے وقت پڑھنا سنت ہے۔ دونوں نمازیں ایک ہی اذان سے پڑھی جائیں گی لیکن اقامت دونوں کے لیے الگ الگ کہنا ہوگی۔

جبلِ رحمت کے دامن میں وقوف مستحب ہے لیکن پہاڑ کے اوپر چڑھنا مسنون نہیں ہے۔ اگر ہجوم کی وجہ سے وہاں ٹھہرنے کا موقع نہ ملے تو کوئی بات نہیں۔ اس سے حج میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ وقوف کے دوران قبلہ رو ہونا مستحب ہے۔

عرفات میں قیام کے دوران خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگنی چاہئیں۔ عرفہ کا دن دعاؤں کی قبولیت کا دن اور عرفات کا میدان دعاؤں کی قبولیت کا مقام ہے۔ دعائیں مانگتے وقت یہ تصور کریں کہ آپ میدانِ حشر میں اللہ جَلَّ جلالہٗ کے دربار میں کھڑے ہیں، میدانِ عرفات بھی تو میدانِ حشر کا سماں پیش کرتا ہے۔ سب ایک ہی لباس میں ملبوس اور ایک ہی رنگ یعنی اللہ کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ ہر طرف ایک ہی منظر ہوتا ہے، ہر کوئی اللہ کے سامنے گڑگڑا رہا ہوتا ہے۔

میدانِ عرفات میں سورج غروب ہونے تک رکنا چاہیے۔ سورج غروب ہونے پر بغیر نمازِ مغرب ادا کیے وہاں سے مزدلفہ کے لیے نکل پڑنا چاہیے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے میدانِ عرفات سے نہ چلے۔ اگر غروبِ آفتاب سے پہلے چل پڑا تو دم یعنی ایک جانور کی قربانی دینا واجب ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص عرفہ کے دن (9 ذوالحج) زوالِ شمس سے اگلے دن فجر تک یعنی یوم النحر (دس ذوالحج) کی فجر تک تھوڑی دیر تک عرفات میں رہا اس کا حج ہو گیا۔

عرفات سے مزدلفہ کا راستہ تو تقریباً چار یا ساڑھے چار میل ہوگا لیکن ہجوم (رش) کی وجہ سے وقت بہت لگ جاتا ہے۔ عموماً پیدل چلنے والے گاڑیوں والوں سے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔ رات مزدلفہ میں قیام واجب ہے۔ مغرب اور عشاء کی نمازیں مزدلفہ میں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھنی چاہئیں۔ فجر کی نماز مزدلفہ میں پڑھ کر نکلنا چاہیے۔ بے شک فجر معمول

Marfat.com

سے ذرا سویرے پڑھ لے تاکہ جلدی منیٰ پہنچ جائے۔

رمی کرنا

منیٰ پہنچ کر سب سے پہلا کام جمرہ عقبہ کی رمی کرنا ہے۔ جمرہ عقبہ کی رمی واجب ہے، اگر یہ رہ جائے تو دم (ایک جانور کی قربانی) لازم ہے۔ دس ذوالحج کو رمی کا وقت طلوع آفتاب سے زوالِ آفتاب تک ہے۔ بہتر ہے کہ پہلے رمی کرے اور اس کے بعد اپنے کیمپ میں جائے۔ البتہ اگر ساتھ سامان ہو تو سامان کیمپ میں رکھ کر رمی کے لیے جا سکتا ہے۔ رمی سے پہلے کوئی دوسرا کام نہ کرے۔ رمی میں سات چھوٹی کنکریاں استعمال کرنی چاہئیں۔ کنکری کا سائز مکئی یا سفید چنے کے دانے جتنا ہونا چاہیے۔ کنکری اتنی ہو کہ دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر پھینکی جا سکے۔ جمرہ عقبہ پر رمی کا آغاز کرتے وقت تلبیہ ختم کر دینا چاہیے۔ بعض فقہا کے نزدیک جمرہ عقبہ کی رمی ختم کرنے کے بعد تلبیہ بند کرنا چاہیے۔ ہر جمرہ پر سات کنکریاں پھینکنی ہوتی ہیں۔ ہر کنکری پھینکتے وقت اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ دس ذوالحج کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی زوالِ آفتاب سے پہلے کی جائے گی اور گیارہ و بارہ ذوالحج کو تینوں جمرات کی رمی زوالِ آفتاب کے بعد شروع ہو گی اور اس کا مسنون وقت غروبِ آفتاب تک ہے۔

بہتر ہے کہ رمی غروبِ آفتاب سے پہلے کر لی جائے، لیکن کمزور اور بوڑھے افراد ہجوم کی وجہ سے اگر دن میں نہ کر سکیں تو غروب کے بعد کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ نیز ایسے لوگ رمی کے لیے کسی کو نیابت بھی دے سکتے ہیں۔ بہر حال خود رمی کرنا زیادہ افضل ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم رمی جمار کرو گے تو یہ قیامت کے روز تمہارے لیے نور ہو گی۔''

(ضعیف: مسند بزار (کشف الاستار) ۱۱۴۰۔ صالح بن نبھان ضعیف راوی ہے۔)

جو لوگ تیرہ ذوالحج تک رکیں انہیں تیرہ کو زوالِ آفتاب کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرنے کے بعد منیٰ سے نکلنا چاہیے۔ رمی کی ترتیب یہ ہو گی کہ تینوں دن (گیارہ، بارہ اور تیرہ) پہلے جمرہ اولیٰ، پھر جمرہ وسطیٰ اور آخر میں جمرہ عقبہ کی رمی کی جائے گی۔ مسنون یہ ہے

Marfat.com

کہ جمرہ اولیٰ کی رمی کرنے کے بعد ایک طرف قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے اور پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی کرنے کے بعد بھی یہی عمل دہرایا جائے۔ البتہ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد رک کر دعا کرنا مسنون نہیں ہے۔

رمی کی حقیقت

جمرات کو لوگ چھوٹا، درمیانہ اور بڑا شیطان بھی کہتے ہیں۔ یہ جمرات در اصل وہ مقامات ہیں جہاں شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی دینے سے روکنے کی کوشش کی۔ اللہ کے حکم پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لیے گھر سے نکلے تو جمرہ عقبہ کے مقام پر ایک بزرگ صورت شخص سے ملاقات ہوئی جس نے آپ کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

آپ نے نورِ نبوت سے پہچان لیا کہ وہ شیطان ہے، چنانچہ آپ نے اللہ اکبر کہہ کر اس پر کنکریاں اٹھا کر پھینکیں تو وہ بھاگ گیا۔ پھر اس نے جمرہ وسطیٰ کے مقام پر آپ کو ورغلانے کی کوشش کی، آپ نے دوبارہ وہی عمل دہرایا تو وہ لعین بھاگ نکلا۔ تیسری مرتبہ جمرہ اولیٰ کے مقام پر اس نے اپنی آخری کوشش کی لیکن خلیل اللہ پر اس کا بس نہ چلا، آپ نے اللہ اکبر پڑھ کر اس پر کنکریاں پھینکیں تو ابلیس مایوس ہو کر چلا گیا۔

بعد میں ان مقامات کی پہچان کے لیے وہاں بڑے بڑے پتھر نصب کر دئے گئے اور اب تو ان کے گرد چار دیواری بنا دی گئی ہے۔ آج ہر حاجی ان جمرات پر کنکریاں پھینک کر فی الواقع اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ جس طرح ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان مردود کو دھتکار دیا تھا، ہم بھی اسی طرح اسے دھتکارتے ہیں۔ رمی کے ذریعے وہ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم تجھ سے نفرت کرتے ہیں، تجھ سے بیزار ہیں اور تمہارے جال میں پھنسنے والے نہیں ہیں۔

بعض لوگ جوشِ مخاصمت میں جوتے اور پتھر بھی پھینک دیتے ہیں جیسے وہاں پتھر نہیں بلکہ فی الواقع شیطان موجود ہو۔ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ ایسا کرنے سے شیطان تو اس کے جوتے یا پتھر کا شکار ہو نہ ہو، انسان ضرور شکار ہو جائے گا اور اگر کوئی انسان شکار ہو گیا تو گویا

Marfat.com

شیطان کا شکار کرتے کرتے آپ خود اس کا شکار ہو گئے۔

قربانی، حلق/تقصیر، طواف الافاضہ

دس ذوالحج کو جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد قربانی کی جائے گی۔ پھر حلق (سر منڈانا) یا تقصیر (بال ترشوانا) کرانا ہوگا اور اس کے بعد مکہ جا کر طواف الافاضہ یا طواف الزیارہ کرنا ہوگا۔ حلق یا تقصیر کے بعد احرام کھولا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ سارے کام حلال ہو جائیں گے جو احرام کی وجہ سے حرام ہوئے تھے۔ البتہ میاں بیوی کے تعلقات طواف الافاضہ سے پہلے جائز نہیں۔

امام ابوحنیفہ کے مطابق طواف الافاضہ کا آخری وقت بارہ ذی الحجہ اور امام مالک کے نزدیک تیرہ ذی الحجہ ہے۔ اس سے زیادہ تاخیر کرنے کی صورت میں قربانی دینا ضروری ہو گی۔ باقی ائمہ کے نزدیک آخری وقت کا کوئی تعین نہیں۔ جب چاہے کر لے اور اس پر قربانی واجب نہیں ہو گی۔ طواف الافاضہ کے رکنِ حج ہونے پر اجماع ہے اس لیے جب تک یہ نہ کیا جائے حج مکمل نہیں ہوگا۔

قارن اور متمتع کے لیے قربانی کا نعم البدل

اگر قارن یا متمتع کو قربانی کا جانور میسر نہ ہو تو وہ تین روزے حج سے پہلے اور سات روزے حج کے بعد گھر واپس آ کر رکھے گا۔ جیسا کہ سورہ البقرہ کی اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

﴿فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ﴾

(البقرہ:۱۹۶)

"پھر اگر تمہیں امن نصیب ہو جائے، تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے وہ حسبِ مقدور قربانی دے، اور اگر قربانی میسّر نہ ہو تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات گھر پہنچ کر، اس طرح پورے دس

Marfat.com

روزے رکھ لے۔ یہ رعایت ان لوگوں کے لیے ہے، جن کے گھر مسجدِ حرام کے قریب نہ ہوں (وہ مکہ معظمہ کے رہنے والے نہ ہوں)۔"

حج سے پہلے والے روزے احرام باندھنے کے بعد رکھے جائیں گے۔ بہتر ہے کہ احرام آٹھ ذوالحج سے پہلے باندھ لیا جائے تاکہ یہ تین روزے یومِ عرفہ سے پہلے پورے ہو جائیں کیونکہ حاجی کے لیے یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ نبی ﷺ نے عرفہ کے میدان میں عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

طواف الوداع

یہ الوداعی طواف ہے جو آخری بار مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے۔ یہ طواف واجب ہے۔ اگر یہ طواف کسی وجہ سے رہ جائے تو ایک جانور کی قربانی دینا ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"(حج سے فارغ ہونے کے بعد) کوئی شخص اس وقت تک نہ لوٹے جب تک کہ وہ آخری مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف نہ کر لے۔" (صحیح مسلم: ۱۳۲۷)

مدینہ منورہ کی زیارت

حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی زیارت کرنا بھی مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا اور میں مدینہ کے دونوں حروں (سیاہ رنگ کے پتھروں کی زمین) کے درمیانی فاصلہ کو حرمت والا علاقہ قرار دیتا ہوں۔ نہ اس کے درخت کو کاٹا جائے گا اور نہ اس میں کسی جانور کا شکار کیا جائے گا۔" (صحیح مسلم: ۱۳۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"نبی ﷺ نے مدینہ کے دونوں حروں کے درمیانی علاقہ کو حرمت والا علاقہ

Marfat.com

قرار دیا ہے اور مدینہ کے گرد بارہ میل کے علاقہ کو حمی (ممنوعہ علاقہ جس میں نہ کوئی درخت کاٹا جا سکتا ہے اور نہ کسی جانور کا شکار کیا جا سکتا ہے) قرار دیا ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱۸۷۳۔ صحیح مسلم: ۱۳۷۲)

رسول ﷺ نے اپنی مسجد اور قبر مبارک کی زیارت کی بھی ترغیب دلائی ہے۔ یہ دونوں کام بڑے اجر وثواب کے حامل اور آپ ﷺ کی شفاعت کا باعث ہیں۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل احادیث:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری اس مسجد میں ایک نماز ادا کرنا، مسجدِ حرام کے سوا کسی بھی مسجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔''

(صحیح: مسند احمد: ۱۶۱۱۷۔ وابن حبان: ۱۶۲۰)

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف کجاوے نہ باندھے جائیں (سفر نہ اختیار کیا جائے): مسجدِ حرام، میری یہ مسجد اور مسجدِ اقصیٰ۔''

(صحیح مسلم: ۱۳۹۷)

مسجدِ نبوی کو ایک ایسی خصوصیت بھی حاصل ہے جو اس کے علاوہ کسی اور مسجد کو حاصل نہیں ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان (کی جگہ) جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۸۸۸۔ صحیح مسلم: ۱۳۹۰)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''جو شخص میری اس مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے اور اس کی ایک نماز بھی فوت نہ ہو اس کے لیے جہنم، عذاب اور نفاق سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔'' (ضعیف: مسند احمد: ۱۲۵۸۳۔ عبیط بن عمر راوی مجہول ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۳۶۴)

اپنی قبر شریف کی زیارت کی ترغیب دلاتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: ''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی، گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔'' (ضعیف: سنن دار

Marfat.com

قطنی: ۲۶۹۴۔ ہارون بن ابی قذعہ ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: سلسلۃ الضعیفہ: ۱۰۲۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک دوسری روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔“ (ضعیف: سنن دار قطنی: ۲۶۹۵۔ موسیٰ بن ھلال مجہول ہے۔)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حج کیا اور میری زیارت نہیں کی، اس نے میرے ساتھ جفا کی۔“ (ضعیف: البدر المنیر لابن الملقن: ۶ / ۲۹۹۔ نعمان بن شبل ضعیف راوی ہے۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس نے ثواب کی نیت سے مدینہ میں میری قبر کی زیارت کی، قیامت کے روز میں اس کی شفاعت کرنے اور گواہی دینے والا ہوں گا۔“ (ضعیف: مسند ابی داود الطیالسی: ۶۵۔ ایک راوی مجہول ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ارواء الغلیل: ۱۱۲۷)

جمہور علماء (جن میں مالکی، شافعی، حنبلی اور عام محدثین شامل ہیں) کے نزدیک نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت مستحب ہے۔ ظاہریہ اور بعض مالکی علماء کے نزدیک واجب ہے اور حنفیہ کے نزدیک ان دونوں کے درمیان یعنی واجب سے کم اور مستحب سے زیادہ ہے۔

زیارتِ آرامگاہِ رسول ﷺ کی شرعی حیثیت جو بھی ہو، رسول اللہ ﷺ اور دیارِ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ انسان جب بھی حج یا عمرہ کے لیے مکہ جائے تو روضۂ رسول ﷺ پر ضرور حاضری دے۔ یہ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کی بنیادی شرط ہے۔

مسجد نبوی اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت

مسجد نبوی کی زیارت عبادت ہے اور اس میں نماز پڑھتے وقت اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ اس میں باوضو داخل ہونا چاہیے اور داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے اندر رکھنا چاہیے اور مسنون دعا پڑھنا چاہیے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”اللہ کے

Marfat.com

نام سے اور درود و سلام اس کے رسول ﷺ پر۔ اے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

اس کے بعد ریاض الجنۃ میں جا کر دو رکعت نماز پڑھیں۔ اگر وہاں جگہ نہ ملے تو جہاں بھی جگہ ملے دو رکعت نماز پڑھ لیں۔ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دیتے وقت رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام پوری طرح ملحوظِ خاطر رہے۔ خصوصاً سورہ الحجرات کی یہ آیات ذہن میں تازہ کر لیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ (الحجرات: ۲۔۳)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبیؑ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ نبیؑ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسولؑ اللہ کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے، ان کے لیے مغفرت ہے اور اجرِ عظیم۔"

سورہ الحجرات کے اس پیغام کو عزّت بخاری نے بہت خوبصورت انداز میں ان الفاظ میں رقم کیا ہے:

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

روضہ مبارک پر حاضری سے پہلے اپنے دل کا جائزہ لیں اور نہایت عاجزی اور محبت کے ساتھ حجرہ شریف کا رخ کریں اور نبی ﷺ کو سلام عرض کریں اور مواجہہ شریف (رخِ

Marfat.com

انور) کے سامنے کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھیں جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام۔ اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام۔ اے سب مخلوق میں افضل! آپ پر سلام۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یقیناً آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے، امانت ادا کر دی ہے، امت کی خیر خواہی کر دی ہے، اور اللہ کے دین کے لیے آپ نے پوری کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل پر، آپ کی بیویوں پر، اور آپ کی اولاد پر رحمت کرے اور بہت بہت سلامتی عطا کرے۔''

پھر تھوڑا سا دائیں طرف ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کرتے ہوئے کہیں: ''اے ابو بکر صدیق! آپ پر سلامتی ہو، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چنے ہوئے اور غار کے ساتھی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔''

پھر تھوڑا سا اور دائیں طرف ہو کر عمر رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں سلام عرض کریں:

''اے عمر فاروق! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمتیں اور برکات ہوں، اللہ آپ کو امت محمدیہ کی طرف سے اچھی جزا عطا کرے۔''

اس کے بعد وہاں سے ہٹ کر قبلہ کی طرف رخ کر کے جو دعا چاہیں مانگیں۔

مدینہ منورہ میں اہم مقامات کی زیارت

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران ان مقامات کی زیارت کرنا چاہیے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رہا ہو۔ ان میں سبعہ مساجد (سات مسجدیں جو دراصل جنگِ خندق کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مختلف صحابہ کرام کے مورچے تھے) اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ (جس میں کھجور کا ایک پودا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے اور سب درختوں سے بلند اور نمایاں ہے) تو اب عوام کے لیے بند کر دئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی ایک تاریخی مقامات ہیں جو اب عوام کے لیے بند ہیں۔ سعودی حکومت نے غالباً شرک کے خدشے کے پیشِ نظر ان

Marfat.com

مقامات کو عوام کے لیے بند کر دیا ہے اور یوں ان کو انکے اس تاریخی ورثے کی زیارت سے محروم کر دیا ہے جو ان کے جذباتِ خیر کے لیے مہمیز کا کام دیتا اور ان کے لیے باعثِ خیر و برکت ہوتا۔

بہرحال مسجد قبلتین، مسجد قبا، جبلِ اُحد، شہدائے اُحد کے مزار اور جنت البقیع اب بھی عوام کے لیے کھلے ہیں۔ ان مقامات کی زیارت سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے دور کی یاد تازہ ہوتی ہے جو ایمان کی تازگی کا ذریعہ ہے۔

مسجدِ قبا کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو اپنے گھر سے اچھی طرح وضو کر کے مسجدِ قبا کی طرف نماز کے لیے جاتا ہے، اسے ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔''

(صحیح: سنن نسائی: ۷۰۰۔ سنن ابن ماجہ: ۱۴۱۲)

احد کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا:

''احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔''

(صحیح بخاری: ۲۸۸۹۔ صحیح مسلم: ۱۳۹۲)

جنت البقیع میں ہزاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور اللہ کے نیک بندے رحمہم اللہ مدفون ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی جنت البقیع میں جایا کرتے تھے اور اس کے باسیوں کے لیے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

گیارھواں باب:

قربانی

دوسری عبادات کی طرح قربانی بھی ہر شریعت کا حصہ رہی ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یا کسی بڑے مقصد کے حصول کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنا سکھاتا ہے۔ اس جذبے کے بغیر کوئی بڑا کام سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔

انسانی تاریخ کی سب سے پہلی قربانی کا ذکر سورہ المائدہ میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

تاریخ انسانی کی پہلی قربانی

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾﴾ (المائدہ: ۲۷)

”(اے نبیؐ) اور ان کو آدمؑ کے دونوں بیٹوں کا سچا قصہ سناؤ، جب ان دونوں نے قربانی کی تو ایک کی قربانی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی تو اس (قابیل) نے کہا میں تجھے ضرور قتل کردوں گا۔ (اس پر) ہابیل نے کہا، اللہ تو پرہیزگاروں کی قربانی ہی قبول کرتا ہے۔“

قربانی کی اہمیت

سورہ الحج میں فرمایا گیا کہ ہم نے ہر امت کے لیے قربانی مقرر کی ہے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل آیت:

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۭ﴾ (الحج: ۳۴)

”ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کردیا ہے تاکہ (اس امت

Marfat.com

کے) لوگ ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو بخشے ہیں۔''

دوسرے مراسمِ عبودیت کی طرح قربانی بھی صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ہونی چاہیے جیسا کہ سورہ الانعام کی ان آیات میں فرمایا گیا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝﴾ (الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

''(اے نبیؐ!) کہو: میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔''

حجِ قران اور حجِ تمتع کرنے والوں کے لیے قربانی کرنا لازم ہے لیکن حجِ افراد کرنے والوں کے لیے لازم نہیں ہے۔ چاہیں تو کر لیں اور اگر گنجائش نہ ہو تو بے شک نہ کریں۔

سورہ الکوثر میں قربانی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝﴾ (الکوثر: ۲)

''اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

جو لوگ استطاعت رکھتے ہوں ان پر قربانی واجب ہے۔ جن لوگوں پر صدقہ فطر واجب ہے ان پر قربانی بھی واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وسعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ دے، ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔'' (حسن: سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳)

آپ ﷺ کے اس فرمان میں استطاعت کے باوجود قربانی نہ دینے والوں کے لیے بڑی وعید ہے۔ گویا ایسے لوگوں کا نبی ﷺ یا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

سنتِ ابراہیمی

قربانی سنتِ ابراہیمی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد دلاتی ہے جو انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا ارادہ کر کے دی۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہوں سورہ الصافات کی یہ

Marfat.com

آیات:

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾﴾ (الصافات: ۱۰۰۔۱۱۱)

(ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی) ''اے پروردگار، مجھے ایک بیٹا عطا کر جو صالحین میں سے ہو۔ (اس دعا کے جواب میں) ہم نے اسے ایک حلیم (بردبار) لڑکے کی بشارت دی۔ وہ لڑکا جب اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچ گیا تو (ایک روز) ابراہیمؑ نے اس سے کہا: بیٹا، میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا کہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔ آخر کو جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا۔ اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیمؑ تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیم پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔''

ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنی عزیز ترین

Marfat.com

شے قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ جب بندہ اپنی عزیز ترین چیز اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس کی ایسے ہی قدردانی کرتا ہے جیسے اس نے ابراہیم علیہ السلام کی کی تھی اور اسے دنیا اور آخرت میں سرخرو کر دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ البقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ﴾ (ابراھیم: ۱۲۴)

"یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب باتوں میں پورا اتر گیا، تو اس نے کہا: میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔"

اور اللہ نے انہیں واقعتاً سب لوگوں کا پیشوا بنا دیا۔ آج تمام الہامی مذاہب کے پیروکار (یہودی، عیسائی اور مسلمان) ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔

قربانی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک یوم النحر (دس ذوالحج) کو قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں ہے۔ قیامت کے روز قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت حاضر ہوگا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے نہیں پاتا کہ اللہ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قربانی دل کی خوشی اور پوری آمادگی سے کیا کرو۔" (ضعیف: جامع ترمذی: ۱۴۹۳۔ سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۶۔ ابوشی سلیمان بن یزید الخزاعی ضعیف راوی ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا چیز ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس میں ہمارے لیے کیا اجر وثواب ہے؟ فرمایا: ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ نے پوچھا، اور اُون کے بدلے یا رسول اللہ! فرمایا: ہاں، اُون کے ہر روئیں کے بدلے بھی ایک نیکی ملے گی۔" (ضعیف: سنن ابن

Marfat.com

ماجہ: ۳۱۲۷۔ عائذ اللہ المجاشعی ضعیف ہے۔)

قربانی کا فلسفہ

بعض تعلیم یافتہ حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قربانی مال کے ضیاع کا سبب ہے، ہر سال کروڑوں افراد قربانی کرتے ہیں جس پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ اگر یہی روپیہ غرباء ومساکین کی بہبود پر خرچ کیا جائے تو زیادہ مفید ہوگا، بہت سے لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں گے اور اس سے ملکی معیشت بھی بہتر ہوگی، وغیرہ، وغیرہ۔

بلاشبہ اہل حاجت کی مدد کا جذبہ بڑا اچھا جذبہ ہے اور یقیناً ان کی مدد ہونی چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہم سے زیادہ اپنے بندوں کی فکر ہے اور اس نے حاجت مندوں کی مدد کے لیے پورا پورا انتظام کیا ہے اور اس کے لیے زکاۃ اور صدقات کا نظام لاگو کیا ہے اگر اہلِ نصاب حضرات اس پر دیانت داری سے عمل کریں تو چند سالوں میں مسلم معاشروں سے غربت دور ہو جائے گی۔

دراصل قربانی کا وہ مقصد ہی نہیں جو یہ معترض حضرات اس سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قربانی کا مقصد تو اللہ کی رضا کے لیے اپنی پیاری سے پیاری چیز وار دینا ہے۔ قربانی کی تاریخ تو یہی درس دیتی ہے۔ اسلام میں قربانی کے موجودہ نظام کی ابتدا ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کو سنتِ ابراہیمی فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ قرآن میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے جس میں سے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی رضا کے لیے قربان کرنے کا واقعہ اس سے پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی قربانیوں سے عبارت ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے آگ میں ڈالا جانا گوارا کیا، اپنا گھر اور وطن چھوڑا، ساری عمر اولاد کو ترستے رہے اور بڑھاپے میں جب بیٹا پیدا ہوا تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں اسے اور اس کی ماں کو مکہ کے بیابان میں چھوڑا اور وہی بیٹا جب دوڑنے بھاگنے اور باپ کی مدد کرنے کے قابل ہوا تو اللہ کی رضا کے لیے اسے بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ تب اللہ نے اپنی طرف سے مینڈھا بطور فدیہ بھیج کر

Marfat.com

اسماعیل علیہ السلام کو بچالیا اور امتِ مسلمہ میں ہمیشہ کے لیے قربانی کی رسم جاری فرمادی۔

اس قصہ پر غور کر لیجئے۔ آپ کو قربانی کا فلسفہ سمجھ آ جائے گا۔ کیا اس میں کہیں بھی کوئی معاشی پہلو نظر آ تا ہے؟ کیا اس میں مستحقین کی امداد کا کوئی تصور ہے؟ یہ تو سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے وار دینے کا قصہ ہے اور قربانی سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے وار دینے کے جذبے کی آبیاری کرنے کے لیے واجب کی گئی ہے۔ اس میں سود وزیاں کا کیا حساب؟ اس میں تو سود وزیاں کے چکر میں پڑنے کی نفی کی گئی ہے۔ ہمارے جو دانشور اس میں سود وزیاں کا حساب کرتے ہیں اور معاشی پہلو تلاش کرتے ہیں وہ قربانی کے فلسفے سے ہی نابلد ہیں۔ اللہ ان کی اور ہماری رہنمائی فرمائے۔ آمین۔

قربانی کا وقت

قربانی کا وقت عید کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اگر عید کی نماز سے پہلے جانور ذبح کر دیا گیا تو وہ شرعاً قربانی نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک عید کی نماز کے بعد سے لیکر بارہ ذوالحج کی شام تک قربانی کا وقت ہے۔ لیکن امام شافعی کے نزدیک تیرہ ذوالحج کو بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔ حج یا عمرہ کرنے والا حدودِ حرم میں کہیں بھی قربانی کرسکتا ہے۔

ذبح کا طریقہ

ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ لٹانا اور یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾ .... ﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾

"میں نے (سب سے تعلق ختم کر کے) اپنا چہرہ اس ذات کی طرف متوجہ کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے

Marfat.com

سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔''

(صحیح: سنن ابی داود: ۲۷۹۵۔ سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۱)

جب ذبح کرنے لگے تو یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ))

''اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! یہ تیری طرف سے ہے اور تیرے لیے ہے۔'' (حسن: سنن ابوداود: ۲۷۹۵)

مستحب یہ ہے کہ خود ذبح کرے، لیکن اگر خود ذبح نہ کرسکتا ہو تو کسی دوسرے سے ذبح کروانا بھی جائز ہے۔ جانور کی گردن میں چار رگیں ہوتی ہیں، ان میں سے تین کا کٹ جانا ضروری ہے۔ اگر صرف دو رگیں کٹیں تو جانور حلال نہیں ہوگا۔ ذبح کرتے وقت تیز چھری استعمال کرنا چاہیے۔

گوشت تقسیم کرنے کا مستحب طریقہ

قربانی کا گوشت تقسیم کرنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اسے تین حصوں میں تقسیم کرلیا جائے۔ ایک حصہ خود کھائیں، ایک حصہ خیرات کردیں اور ایک حصہ احباب واقرباء میں تقسیم کردیں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''کھاؤ، ذخیرہ کرو اور خیرات کرو'' (صحیح بخاری: ۵۵۶۹۔ صحیح مسلم: ۱۹۷۴)

ذبح کرنے والے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت میں سے دینا جائز نہیں ہے۔ جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو وہ ذوالحج کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کا جانور ذبح ہونے تک نہ بال کٹوائے نہ ناخن کاٹے۔

قربانی کا جانور کیسا ہو؟

قربانی کی روح کا تقاضا تو یہی ہے کہ اچھا پلا ہوا اور خوبصورت جانور ذبح کیا جائے لیکن اگر بہت اچھا نہ ہو تب بھی کم ازکم درمیانہ درجہ کا تو ہونا ہی چاہیے۔ عیب دار جانور کی

Marfat.com

قربانی جائز نہیں ہے۔ کانے، لنگڑے، کان کٹے، سینگ ٹوٹے، بیمار اور بہت کمزور جانور کی قربانی قابلِ قبول نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''چار جانور قربانی میں جائز نہیں ہیں۔ واضح طور پر آنکھ کا کانا، واضح بیمار، لنگڑا جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو اور کمزور جس میں چربی نہ ہو۔''

(صحیح: سنن ابوداود: ۲۸۰۲۔ جامع ترمذی: ۱۵۷۱)

نبی ﷺ نے فرمایا:

''مُسِنہ ہی ذبح کرو، الا یہ کہ تم پر تنگی ہو تو بھیڑ کا جذع ذبح کر سکتے ہو۔''

(صحیح مسلم: ۱۹۶۳)

''جذع'' بھیڑ کا وہ بچہ جو ایک سال کا ہو یا اس کے قریب قریب۔ بھیڑ کے علاوہ بکری، گائے اور اونٹ میں ''مُسِنّہ'' (جس کے سامنے کے دودھ کے دو دانت ٹوٹ کر نئے دانت نکل آئیں) ضروری ہے۔ عموماً بکری دوسرے سال میں، گائے تیسرے سال میں اور اونٹ پانچویں سال میں دانت توڑتا ہے، اس لیے بکریوں میں وہ جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں داخل ہو، گائے میں وہ جو دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں داخل ہو اور اونٹوں میں وہ جو چار سال سے تجاوز کر کے پانچویں سال میں داخل ہو جائے کی قربانی جائز ہے۔

Marfat.com

بارھواں باب:

اللہ کی راہ میں جہاد

جہاد کی تعریف

لفظ جِہاد کا مادہ جَہَدَ ہے جس کے معنی ہیں کوشش کرنا، تگ و دو کرنا، کسی کام کے کرنے میں اپنے آپ کو تھکا دینا، اپنی طرف سے انتہائی کوشش کرنا، کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے لڑنا۔ جہاد کے اصطلاحی معنی ہیں اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں استعمال کرنا، اپنی جسمانی، ذہنی اور مالی صلاحیتیں اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے لگا دینا اور اگر ضرورت ہو تو اللہ کی راہ میں قتال کرنا۔ اگر یہ سارے کام اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کے لیے کیے جائیں گے تو یہ جہاد فی سبیل اللہ یا اللہ کی راہ میں جہاد ہوگا۔

احناف کے نزدیک جہاد کی تعریف، دین کی طرف دعوت دینا اور جو اسے قبول نہ کرے اس کے خلاف جان و مال کے ساتھ لڑائی کرنا ہے۔ مالکیہ کے نزدیک اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے کسی غیر معاہد کافر سے لڑائی کرنا جہاد ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جہاد کی بڑی جامع تعریف کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جہاد یا تو دل کے ساتھ ہوتا ہے، مثلاً اسلام پر عمل کے لیے پختہ ارادہ کر لینا یا زبان سے ہوتا ہے جیسے اسلام اور اسلامی شریعت کی طرف دعوت دینا جہاد ہے۔ باطل پرستوں کے خلاف دلیل و برہان قائم کرنا، حق کو واضح کر دینا اور شبہات کا خاتمہ کر دینا بھی جہاد ہے، مسلمانوں کے اجتماعی فائدے کے لیے رائے و تدبیر کرنا بھی جہاد ہے۔ یا جہاد ہاتھ سے ہوتا ہے، جیسے اعداء اللہ کے خلاف اپنی جان کے ساتھ لڑائی کرنا۔ پس ان تمام صورتوں میں سے جو ممکن ہو، یا جس کی ضرورت ہو اس کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے۔

امام ابنِ قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ کا جہاد دل و جان، دعوت و بیان اور سیف و

Marfat.com

سنان کے ساتھ تھا اور آپ کے تمام اوقات جہاد بالقلب، جہاد باللسان اور جہاد بالیدٗ کے لیے وقف تھے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جہاد دل سے بھی ہوتا ہے، زبان سے بھی اور ہاتھ سے بھی۔ اعلائے کلمۃ اللہ کی خواہش دل میں پالنا، زبان سے اس کی دعوت دینا اور اس کے راستے کی رکاوٹوں کو بزور دور کرنا سب جہاد میں شامل ہیں۔

جہاد فرضِ عین یا فرضِ کفایہ

اکثریت کے نزدیک جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ لیکن بعض لوگ اسے فرضِ عین بھی سمجھتے ہیں۔ فرضِ کفایہ اجتماعی فریضہ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اتنے لوگ اس میں شریک ہو جائیں جو ضرورت کے لیے کافی ہوں تو باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور جہاد میں شریک نہ ہونے والوں میں سے کوئی بھی گناہگار نہیں ہوتا اور اگر بقدرِ ضرورت لوگ شامل نہ ہوں تو سوائے شرکاء کے باقی سب لوگ گناگار ہوں گے۔ اس کے برعکس فرضِ عین انفرادی فریضہ ہے۔ یعنی یہ ایسا فرض ہے جس کا ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

دونوں فریقین کے پاس دلائل ہیں۔ جو لوگ جہاد کے فرضِ کفایہ ہونے کے قائل ہیں ان کے پاس سب سے بڑی دلیل تو نبی ﷺ کا اپنا عمل ہے کہ آپؐ نے کسی غزوہ میں بنفسِ نفیس شرکت فرمائی اور کسی میں نہیں فرمائی۔ اگر جہاد فرضِ عین ہوتا تو نبی ﷺ ہر جہادی مہم میں خود شرکت فرماتے۔

نیز ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے خواہ اس نے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی ہو یا اسی زمین میں ہی بیٹھا رہا ہو جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔'' (صحیح بخاری: ۲۷۹۰)

اس حدیث میں جہاد کے بغیر جنت میں داخلے کی بشارت دی گئی ہے جس کا مطلب ہے کہ یہ فرضِ عین نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے

Marfat.com

کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے۔

جو لوگ جہاد کو فرضِ عین سمجھتے ہیں ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ (التوبہ: ۴۱)

''نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔''

﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَیْـًٔا ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾ (التوبۃ: ۳۹)

''تم نہ اٹھو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا، اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا، اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ نہ تو اس نے کسی غزوہ میں حصہ لیا اور نہ ہی اس کے دل میں کبھی اس کا خیال آیا تو وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرا۔'' (صحیح مسلم: ۱۹۱۰)

سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے نزدیک جہاد فرضِ عین ہے۔

درحقیقت جہاد کے دو پہلو ہیں۔ اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ برائی کے خلاف جدوجہد کی جائے، خواہ وہ برائی انسان کے اپنے اندر ہو یا معاشرے میں موجود ہو، اور اس طرح سے ایک ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس میں اللہ کے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف قتال کے ذریعے اسلام کی اشاعت کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو دور کیا جائے۔ جہانتک پہلے پہلو کا تعلق تو یہ فرضِ عین ہے اور دوسرا پہلو فرضِ کفایہ ہے۔ اپنے اندر کی برائی کے خلاف لڑنا تزکیۂ نفس ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعہ پر جب آپؐ ایک غزوہ سے لوٹ رہے تھے، اُسے جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف واپس آ گئے ہو۔'' صحابہ

Marfat.com

کرام نے عرض کیا: وہ بڑا جہاد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: آدمی کی خود اپنے نفس کے خلاف جدوجہد۔" اس سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ہمیں اپنے اندر کے دشمن یعنی نفسِ امارہ کی طرف توجہ کرنی چاہیے اور جس طرح باہر کے دشمنوں کا قلع قمع کرنا ضروری ہے اسی طرح اس اندر کے دشمن کا قلع قمع کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر اس اندر کے دشمن پر قابو نہ پایا جائے تو دین کے لیے یہ باہر کے دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

معاشرے کے اندر موجود برائیوں کے خلاف جہاد کرنا اور انہیں ختم کرنے کے لیے تگ و دو کرنا بھی معاشرے کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ جب تک معاشرے کا ہر فرد اس جنگ میں شامل نہ ہو معاشرتی برائیاں ختم نہیں کی جا سکتیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کے ریوڑ کے بارے میں باز پرس ہوگی۔" (صحیح مسلم: ۱۸۲۹)

مراد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے دائرۂ اختیار میں ذمہ دار اور مسئول ہے۔ مرد گھر کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے سارے گھرانے کا ذمہ دار ہے، عورت ماں ہونے کی حیثیت سے بچوں کی تربیت کی ذمہ دار ہے اور اگر ان کے دائرہ اختیار میں کوئی برائی سرزد ہوتی ہے تو برائی کرنے والوں کے ساتھ ان سربراہان سے بھی باز پرس ہوگی جن کے دائرہ اختیار میں یہ برائی واقع ہوئی۔

فرمانِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق برائی کے خلاف کوشش کرنا ہر شخص کا فرض ہے۔ ملاحظہ ہو درج ذیل حدیث:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے (بزور) بدل دے (ختم کر دے)، اگر ایسا نہ کر سکتا ہو تو زبان سے (اس کے خلاف آواز اٹھائے) اور اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو دل سے (اسے برا سمجھے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔" (صحیح مسلم: ۴۹)

یعنی اگر کسی کے دل میں برائی کے خلاف نفرت بھی نہ ہو تو گویا وہ شخص ایمان سے عاری ہے۔

جہاد کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے دین کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کیا جائے

Marfat.com

اور آج اللہ کے دین کے قیام کے راستے میں ہمارا نفس اور ہمارا معاشرتی بگاڑ ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت آزاد ہے۔ ان کی اپنی آزاد مملکتیں ہیں۔ اگر آج مسلم ممالک اپنی ملکی حدود میں اللہ کے دین کو نافذ کرنے کا فیصلہ کرلیں تو کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔ لیکن آزادی کے باوجود بھی اسلامی نظام کہیں نافذ نہیں ہے۔ اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلم معاشروں میں اس کی خواہش ہی نہیں۔

اصل مسئلہ ہمارا اپنا نفس ہے۔ اسی لیے نفس کے خلاف جہاد کو جہادِ اکبر فرمایا۔ اس کے خلاف جہاد کیے بغیر بیرونی دشمن سے بھی جہاد نہیں کیا جا سکتا۔ یہ جہاد فرضِ عین ہے جو ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ بیرونی دشمن کے خلاف قتال اجتماعی فریضہ ہے جو اجتماعی طور پر ہی ادا کیا جا سکتا ہے اور یہ فرضِ کفایہ ہے۔ لیکن نفس کے خلاف جہاد انفرادی فریضہ ہے جو انفرادی طور پر ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ ان احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نفسی اور معاشرتی برائیوں کے خلاف تگ و دو کرنا بھی جہاد ہے اور یہ جہاد کی وہ قسم ہے جو فرضِ عین ہے۔

جہاد کب فرض ہوا

مکی دور میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہیں تھی۔ یہ تربیت کا دور تھا۔ اس دور میں مسلمان ظلم سہتے رہے لیکن جوابی کاروائی کی انہیں اجازت نہیں تھی۔ سب سے پہلے انہیں کفار کے خلاف قتال کی اجازت سورہ الحج کی درج ذیل آیات میں دی گئی جو ذوالحج ایک (۱) ہجری میں نازل ہوئیں۔

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ﴾

(الحج: ۳۹۔۴۰)

”اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو (لڑنے کی)، جن کے خلاف جنگ کی جارہی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے

Marfat.com

تھے: ہمارا رب اللہ ہے۔''

اس آیت میں صرف اجازت دی گئی ہے، اس اجازت کے چند ماہ بعد جنگِ بدر سے پہلے رجب یا شعبان ۲ ہجری میں سورہ البقرہ کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں جنگ کا حکم دیا گیا ہے:

﴿وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ۝ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝﴾ (البقرہ: ۱۹۰-۱۹۲)

''اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو، مگر زیادتی نہ کرنا کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکے سے) وہاں سے تم بھی ان کو نکال دو۔ اور (دین سے گمراہ کرنے کا) فساد قتل وخونریزی سے کہیں بڑھ کر ہے اور جب تک وہ تم سے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑیں، تم بھی وہاں ان سے نہ لڑنا۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں، تو تم ان کو قتل کر ڈالو۔ کافروں کی یہی سزا ہے اور اگر وہ باز آ جائیں تو خدا بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے۔''

﴿كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤی اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۲۱۶)

'' (مسلمانو) تم پر (اللہ کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو۔ اور (ان باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

Marfat.com

﴿وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴾ (البقرہ:۲۴۴)

"مسلمانو! اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور خوب جان رکھو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

جہاد کے مقاصد

جہاد کے مختلف مقاصد ہیں، جن میں سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ دین کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کیا جائے تا کہ لوگوں کو اپنے لیے زندگی گزارنے کا طریقہ (دِین) منتخب کرنے کی آزادی ہو اور دین (زندگی گزارنے کے طریقے) کے معاملہ میں ان پر کوئی پابندی اور جبر واکراہ نہ رہے۔ ظاہر ہے کوئی بھی رائج نظام، خواہ وہ کتنا ہی کمزور اور بودا کیوں نہ ہو، کسی نئے نظام کے لیے خواہ وہ کتنا ہی اعلیٰ وارفع ہو، جگہ نہیں چھوڑتا جب تک کہ اس پرانے نظام کے حامیوں کو اس پر مجبور نہ کر دیا جائے اور اس مقصد کا حصول بغیر جہاد کے ناممکن ہے۔ اسی لیے یہ حکم دیا گیا:

﴿وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرہ:۱۹۳)

"تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے پھر اگر وہ باز آ جائیں، تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔"

اور سورہ محمد میں حکم دیا گیا کہ کفار کا زور توڑ دو تا کہ وہ اللہ کے دین کی مزاحمت نہ کر سکیں:

﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ﴾ (محمد:۴)

"پس جب اِن کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے، یہاں تک کہ جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو، اس کے بعد (تمہیں اختیار ہے) احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرلو، تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔"

جہاد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ان کمزور اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کی جائے جو کفار کے غلبے کی وجہ سے ظلم وستم کا شکار ہوں۔ خصوصاً ایسے مسلمان جو اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کر

Marfat.com

رہے ہوں اور بغیر مدد کے اس پر قادر نہ ہوں۔ ملاحظہ ہو سورہ النساء کی یہ آیت:

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا﴾ (النساء: ۷۵)

''آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔''

جہاد کا ایک مقصد مذہبی آزادی اور عبادت گاہوں کی حفاظت بھی ہے۔ اللہ جہاد کے ذریعے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ الحج کی یہ آیت:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (الحج: ۴۰)

''اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجے اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔''

قیامِ امن کے لیے بھی جہاد و قتال کا نظام بہت ضروری ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو دنیا ظلم اور فساد سے بھر جاتی۔ یہ اللہ کا عین فضل ہے کہ وہ جہاد کے ذریعے ظلم کا خاتمہ کرواتا رہتا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ البقرہ کی یہ آیت

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِينَ﴾ (البقرہ: ۲۵۱)

''اگر اس طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے ہٹاتا نہ

Marfat.com

رہتا، تو زمین کا نظام بگڑ جاتا، لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے" (کہ وہ اِس طرح دفع فساد کا انتظام کرتا رہتا ہے)۔

جہاد کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ اس کے ذریعے مومنین کی آزمائش کرنا چاہتا ہے کہ کون اللہ کے راستے میں جاں فشانی کرتا ہے، اپنی جان لڑاتا ہے، اللہ کی راہ میں آنے والے مصائب پر صبر کرتا ہے، ثابت قدم رہتا ہے، مشکلات میں صرف اللہ، اس کے رسول اور مومنین پر بھروسا کرتا ہے اور کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی طرف نہیں جھکتا۔ ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (ال عمران: ۱۴۲)

"کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔"

﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (التوبۃ: ۱۶)

"کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیے جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اس کی راہ میں) جانفشانی کی اور اللہ اور رسولؐ اور مومنین کے سوا کسی کو جگری دوست نہ بنایا۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔"

﴿وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ ۙ وَ نَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ﴾ (محمد: ۳۱)

"ہم ضرور تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تمہارے حالات کی جانچ

Marfat.com

کریں اور دیکھ لیں کہ تم میں مجاہد اور ثابت قدم کون ہیں۔“

ان سب مقاصد کے حصول کے لیے طاقت کی ضرورت ہے اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اندر اتنی قوت پیدا کریں کہ دشمن کو ان کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔ ملاحظہ ہو سورہ الانفال کی یہ آیت:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ یَعْلَمُهُمْ ؕ﴾ (الانفال: ٦٠)

”اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے اُن کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دُوسرے اعداء کو خوف زدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔“

جہاد کی اہمیت

نیکی اور برائی کی قوتیں انسانی فطرت کا حصہ ہیں اور انسانی فطرت کا حصہ ہونے کی وجہ سے ان کا وجود ہر انسانی معاشرے کا جزوِ لاینفک ہے، خواہ وہ غیر ترقی یافتہ معاشرہ ہو یا ترقی یافتہ۔ نیکی اور بدی کی قوتوں کے درمیان جنگ بھی ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ ہر قوت دوسری پر غالب آنے کی جدوجہد میں مصروف ہے۔ کبھی ایک غالب آ جاتی ہے کبھی دوسری۔ بہر حال حق یہی ہے کہ نیکی کی قوت غالب رہے، انسان کی بھلائی اسی میں ہے، لیکن اس کا انحصار حق پرستوں کی جانفشانی اور جدوجہد پر ہے۔ نیکی کی قوت کو غالب کرنے کی کوششوں کا دوسرا نام جہاد ہے۔ جو شخص نیکی کو پھلتا پھولتا اور معاشرے میں غالب قوت کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہے اس کے لیے جہاد ناگزیر ہے۔ جہاد کی ابتدا اپنے نفس سے ہوتی ہے اور انتہا اللہ کے راستے میں قتال پر۔ گو بظاہر یہ ایک مشکل کام ہے لیکن خیر اسی میں ہے۔

ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات:

Marfat.com

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾﴾ (البقرہ:٢١٦)

''تمہیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو، اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔''

کامیابی انسان کی تمنا ہے، ہر انسان کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ انسان کی سب سے بڑی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے جس کی ضمانت صرف اللہ کے راستے میں جہاد کرنے میں ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ النساء کی یہ آیت:

﴿فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾﴾

(النساء:٧٤)

''اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے اُن لوگوں کو جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو فروخت کر دیں، پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اُسے ضرور ہم اجر عظیم عطا کریں گے۔''

جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے جی چراتے ہیں وہ فاسق ہیں۔ ملاحظہ ہو سورہ التوبہ کی یہ آیت:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾﴾ (التوبة:٢٤)

''اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور

Marfat.com

تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔"

درحقیقت جہاد سے وہی لوگ جی چراتے ہیں جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کے مال و متاع کی آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو سورہ التوبہ کی یہ آیت:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَا لَـكُمۡ اِذَا قِيۡلَ لَـكُمُ انْفِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اثَّاقَلۡتُمۡ اِلَى الۡاَرۡضِ‌ ؕ اَرَضِيۡتُمۡ بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ‌ ۚ فَمَا مَتَاعُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيۡلٌ ۝﴾ (التوبة: ٣٨)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟ ایسا ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ دنیوی زندگی کا یہ سب سروسامان آخرت میں بہت تھوڑا نکلے گا۔"

جہاد سے بچنے کی کوشش کرنا ایمان کے منافی ہے، سچے اہلِ ایمان کبھی ایسی کوشش نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہوں سورہ التوبہ کی درج ذیل آیات:

﴿لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اَنۡ يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ۝ اِنَّمَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ فَهُمۡ فِىۡ رَيۡبِهِمۡ يَتَرَدَّدُوۡنَ ۝﴾ (التوبة: ٤٤-٤٥)

"جو لوگ اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو کبھی تم سے یہ درخواست نہ

Marfat.com

کریں گے کہ انہیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے سے معاف رکھا جائے۔ اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ ایسی درخواستیں تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخر پر ایمان نہیں رکھتے، جن کے دلوں میں شک ہے اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں۔"

ایمان اور اسلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک معاہدے کا دوسرا نام ہے جس میں انسان اپنے جان و مال اللہ کے ہاں جنت کے بدلے بیچ دیتا ہے اور اس کے بعد اس کا کام صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے جہاد و قتال کرنا ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ التوبہ کی یہ آیت:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١١﴾﴾ (التوبة: ١١١)

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکا لیا ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔"

مومنین کو کفار کے خلاف جنگ میں نرم نہیں پڑنا چاہیے۔ ملاحظہ ہو سورہ التوبہ کی یہ آیت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣﴾﴾ (التوبة: ١٢٣)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جنگ کرو اُن منکرین حق سے جو تم سے قریب ہیں اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں، اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔"

اللہ کی راہ میں جہاد کرنا تو ایک سعادت ہے جو صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے

Marfat.com

جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے کام کے لیے چن لے۔ ملاحظہ ہو سورہ الحج کی یہ آیت:

﴿وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ﴾

(الحج: ۷۸)

"اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے، اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا تھا اور اِس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔"

(صحیح: سنن ابوداود: ۲۵۰۴۔ سنن نسائی: ۳۰۹۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں۔ جب وہ یہ کام کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اموال محفوظ کر لیے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔" (صحیح بخاری: ۲۵۔ صحیح مسلم: ۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا:

"اس فتح کے بعد ہجرت نہیں، لیکن جہاد باقی رہے گا اور اس کی نیت بھی، اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل پڑو۔" (صحیح مسلم: ۱۸۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم بیع عینہ (سودی کاروبار کی ایک قسم) شروع کر دو گے اور گائے بیلوں کی دموں کو پکڑ لو گے اور کھیتی

Marfat.com

باڑی ہی میں راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس وقت تک نہیں ہٹائے گا جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ گے۔'' (یعنی جب تک تم جہاد کی طرف نہیں راغب ہو گے) (صحیح: سنن ابوداود: ۳۴۶۲۔ سلسلۃ الصحیحۃ: ۱۱)

جہاد کی فضیلت

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا مددگار کہا ہے۔ کیا انسان کے لیے اس سے بڑا اعزاز ہو سکتا ہے؟ اس سے بڑی فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اس خالقِ کائنات کا مددگار کہلائے جو بے نیاز ہے اور کبھی کسی کا محتاج نہ تھا، نہ ہے، اور نہ ہوگا، جو ہر کسی کی مدد پر قادر ہے اور جس کی جب چاہے مدد کرتا ہے۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑاتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان کے لیے اللہ کی رحمت، مغفرت اور نعمت بھری جنت ہے۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ دنیا میں ان کے لیے اللہ کی مدد اور آخرت میں دردناک عذاب سے نجات اور ابدی جنتوں کا وعدہ ہے۔ حقیقت میں یہی کامیاب لوگ ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی فضیلت اور انعامات کا بے شمار آیات میں تذکرہ ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

﴿فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (النساء: ۷۴)

''اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے اُن لوگوں کو جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی کو فروخت کر دیں، پھر جو اللہ کی راہ میں لڑے گا اور مارا جائے گا یا غالب رہے گا اُسے ضرور ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے۔''

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ فَضَّلَ اللّٰهُ

Marfat.com

الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾﴾ (النساء: ۹۵-۹۶)

''مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں، اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں، دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔ اللہ نے بیٹھنے والوں کی بہ نسبت جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک کے لیے اللہ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے، مگر اُس کے ہاں مجاہدوں کی خدمات کا معاوضہ بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ اُن کے لیے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں اور مغفرت اور رحمت ہے، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾﴾ (الانفال: ۷۴)

''جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدوجہد کی، اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی، وہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔''

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾﴾ (التوبۃ: ۲۰-۲۲)

''اللہ کے ہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا، وہی کامیاب ہیں۔ ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لیے پائیدار عیش کے سامان ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً اللہ

Marfat.com

کے پاس خدمات کا صلہ دینے کو بہت کچھ ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴﴾ (الصف:۴)

''اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔''

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۳﴾ (الصف: ۱۰۔۱۳)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمہیں عذاب الیم سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے، یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ابدی قیام کی جنتوں میں بہترین گھر تمہیں عطا فرمائے گا۔ یہ ہے بڑی کامیابی، اور وہ دوسری چیز جو تم چاہتے ہو وہ بھی تمہیں دے گا، اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح۔ اے نبیؐ، اہل ایمان کو اس کی بشارت دے دو۔''

جہاد کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ سے بھی بے شمار احادیث مروی ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ کیجیے: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وقت

Marfat.com

پر نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: والدین سے اچھا سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔" (صحیح بخاری: ۵۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: "اے اللہ کے رسولؐ! اس عمل کی طرف رہنمائی فرمایئے جو جہاد کے برابر ہو۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا جو جہاد کے برابر ہو، پھر ارشاد فرمایا: کیا تم میں اتنی ہمت واستطاعت ہے کہ مجاہد کے جہاد پر جانے کے فوراً بعد تم اپنی مسجد میں داخل ہو جاؤ اور اس کے لوٹ آنے تک مسلسل قیام کرو اور کبھی سست نہ پڑو اور مسلسل روزے رکھو اور کبھی افطار نہ کرو؟ پھر آپؐ نے خود ہی فرمایا: یہ طاقت کس میں ہو سکتی ہے؟" (صحیح بخاری: ۲۷۸۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے مجاہدین کے لیے تیار کیے ہیں۔ دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ پس تم جب بھی اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کیا کرو، یہ سب جنتوں کے درمیان میں ہے اور سب سے عالی شان جنت ہے، اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں اور اسی کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔"

(صحیح بخاری: ۷۴۲۳)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرو، کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعے پریشانی اور غم سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔"

(حسن: مسند احمد: ۲۲۶۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین بندے ایسے ہیں جن کی مدد کرنا اللہ پر حق ہے: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا، ایسا مکاتب غلام جو رقم کی ادائیگی کرنا چاہتا ہو، اور وہ نکاح کرنے والا جو پاکدامنی کا ارادہ رکھتا ہو۔" (صحیح:

Marfat.com

جامع ترمذی: ۱۶۵۵۔ مستدرک حاکم: ۲۶۷۸۔ صحیح ابن حبان: ۴۰۳۰)

حضرت ابوعبس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''جس شخص کے قدموں پر جہاد کے راستے پر چلنے کی وجہ سے گردوغبار پڑی، اس پر جہنم کی آگ حرام ہوگئی۔'' (صحیح بخاری: ۲۸۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ کے راستے میں لمحہ بھر کھڑا ہونا حجرِ اسود کے قریب لیلۃ القدر کے قیام سے بہتر ہے۔'' (صحیح: صحیح ابن حبان: ۴۶۰۳۔ شعب الایمان: ۳۹۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''کیا تو جانتا ہے کہ میری امت کا کونسا گروہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا؟ میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والے قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آئیں گے اور اسے کھٹکھٹائیں گے تو جنت کا دربان ان سے پوچھے گا: کیا تمہارا حساب وکتاب ہو چکا؟ وہ جواب دیں گے، ہمارا کس چیز کا حساب! ہمارا حال تو یہ تھا کہ اللہ کے راستے میں (جہاد کرتے ہوئے) تلواریں ہمیشہ ہمارے کندھوں پر رہیں حتیٰ کہ ہمیں موت آ گئی۔'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہ لوگوں کے جنت میں داخل ہونے سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو کر اس میں آرام کریں گے۔'' (صحیح: مستدرک حاکم: ۲۳۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں لڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھنے والا عبادت گزار اور قرآن خوان جو کبھی روزہ رکھنے اور نماز پڑھنے سے نہیں تھکتا جب تک کہ وہ جہاد سے واپس نہ آ جائے۔'' (صحیح مسلم: ۱۸۷۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا خیال نہ ہوتا کہ بہت سے

Marfat.com

مسلمان مجھ سے جدا ہو کر ناخوش ہوں گے تو میں کبھی کسی جہاد سے پیچھے نہ رہتا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا۔ لیکن میرے پاس کافی سواری نہیں ہے (کہ میں سب مسلمانوں کو جو جہاد میں شامل ہونا چاہتے ہیں اپنے ساتھ لے جاسکوں) اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر مارا جاؤں۔" (صحیح بخاری: ۲۷۹۷۔ صحیح مسلم: ۱۸۷۶)

شہادت

اللہ کی راہ میں شہادت ایک ایسا اعزاز ہے جو کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ بے شمار لوگ اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرتے ہیں، شہادت کا رتبہ کتنوں کو ملتا ہے؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بے مثال جرنیل اور نہایت جری مجاہد تھے۔ شہادت کی بے انتہا خواہش رکھتے تھے اور بستر پر مرنا انہیں سخت ناگوار تھا۔ جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار اور نیزے کے زخم تھے، لیکن موت بستر پر آئی:

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(یہ سعادت تو اللہ کی دین ہے، بزور حاصل نہیں کی جاسکتی)۔

موت تو ناگزیر حقیقت ہے جو بھی پیدا ہوا ہے اس نے مرنا ہے سوائے شہید کے۔ وہ مر کر ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتا ہے۔ یہ بات اصطلاحاً نہیں کی جارہی بلکہ حقیقت ہے۔ زندگی اور موت کا مالک اگر کہتا ہے کہ شہید کو مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہے، میں اسے روزی دے رہا ہوں لیکن تمہیں اس کی زندگی کا شعور نہیں ہے تو ہم اس کی حیات میں شک کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ ایک مومن کے لیے تو قرآن و حدیث کی گواہی کافی ہے۔ شہید کی زندگی اور درجات کے لیے ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات اور احادیث:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝﴾ (البقرہ: ۱۵۴)

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مُردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو

Marfat.com

حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔“

﴿وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ﴾ (آل عمران:۱۵۷)

”اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمہارے حصہ میں آئے گی وہ اُن ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنہیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔“

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ ۙ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۘ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

(آل عمران:۱۶۹۔۱۷۱)

”جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اُس پر خوش وخرم ہیں، اور مطمئن ہیں کہ جو اہل ایمان انکے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں، ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں ہے۔ وہ اللہ کے انعام اور اس کے فضل پر شاداں و فرحاں ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔“

﴿وَ الَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا اَوْ مَاتُوْا لَیَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ لَیُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا یَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ﴾ (الحج:۵۸۔۵۹)

”اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی، پھر قتل کر دیے گئے یا مر گئے، اللہ ان کو اچھا رزق دے گا اور یقینا اللہ ہی بہترین رازق ہے۔ وہ انہیں ایسی جگہ

Marfat.com

پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔ بے شک اللہ علیم اور حلیم ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۸۸۶)

اور ایک دوسری روایت میں فرمایا: ''اللہ کے راستے میں قتل ہونا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ بن جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم: ۱۸۸۶۔ ۱۲۰)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے اور مجھے لیکر ایک درخت پر چڑھے پھر مجھے ایک ایسے عالی شان اور خوبصورت گھر میں داخل کیا جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔'' (صحیح بخاری: ۲۷۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں داخل ہونے والا کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا اور دنیا کی کسی چیز کو حاصل کرنا پسند کرے سوائے شہید کے۔ وہ (شہید) تمنا کرے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے اور دس مرتبہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی فضیلت دیکھ چکا ہے۔''

(صحیح بخاری: ۲۸۱۷۔ صحیح مسلم: ۱۸۷۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''احد کے روز تمہارے جو بھائی شہید ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیا ہے۔ یہ پرندے جنت کی نہروں سے سیراب ہوتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرشِ الٰہی کے سائے میں لٹکی ہوئی سنہری قندیلوں میں آرام کرتے ہیں۔ انہوں نے جب اچھا کھانا پینا اور اچھی آرام گاہیں دیکھیں تو یہ آرزو کی کہ کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو یہ خبر کر دے کہ ہم زندہ ہیں اور جنت میں ہیں؟ تاکہ ہمارے بھائی جنت سے ناامید نہ ہو جائیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش دیکھ کر فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے یہ پیغام ان کو پہنچا دیتا ہوں۔

Marfat.com

چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴾ (آل عمران: ۱۶۹)

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو، وہ تو حقیقت میں زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔'' (حسن: سنن ابوداود: ۲۵۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہداء جنت کے دروازے کے پاس سبز خیمے میں نہر کے کنارے پر ہوں گے۔ ان کو صبح و شام جنت سے رزق ملے گا۔'' (حسن: مسند احمد: ۲۳۹۰۔ صحیح ابن حبان: ۴۶۵۸)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہید کے لیے اللہ کے ہاں چھ اعزاز ہیں: پہلے ہی لمحے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیا جاتا ہے۔ عذابِ قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ قیامت کی مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا صرف ایک یاقوت ہی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، سے زیادہ قیمتی ہے۔ گوری گوری بڑی آنکھوں والی بہتر (۷۲) حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔ اس کے ستر (۷۰) رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔''

(حسن: جامع ترمذی: ۱۶۶۳۔ سنن ابن ماجہ: ۲۷۹۹۔ مسند احمد: ۱۷۱۸۲)

مجاہد اور شہید کی فضیلت کے بارے میں تورات اور انجیل میں بھی گواہیاں موجود ہیں لیکن قرآن و حدیث کے بعد کسی اور الہامی کتاب کی گواہی پیش کرنا مجھے پسند نہیں ہے۔

Marfat.com

یومِ قیامت

قیامت اچانک آئے گی

قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت بالکل اچانک اور پلک جھپکنے کی دیر میں واقع ہو جائے گی۔ اس کے واقع ہونے سے پہلے لوگوں کو اس کے وقوع کا قطعاً اندازہ نہیں ہوگا جیسا کہ سورہ النحل کی اس آیت میں فرمایا گیا:

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝﴾ (النحل:۷۷)

''اور زمین وآسمان کے پوشیدہ حقائق کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ کچھ دیر نہ لے گا مگر بس اتنی کہ جس میں آدمی کی پلک جھپک جائے، بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔''

قیامت کا آغاز صورِ اسرافیل سے ہوگا اور وہ صور منہ میں لیے اس میں پھونک مارنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں مزے کی زندگی کیسے گزاروں؟ حالانکہ صور والے فرشتے نے صور منہ میں لے رکھا ہے اور اللہ کے حکم کی طرف کان لگا رکھا ہے اور پیشانی جھکا رکھی ہے اور اس انتظار میں ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہو جائے اور میں فوراً صور پھونک دوں۔''

(ضعیف: جامع ترمذی: ۲۴۳۱۔ مسند احمد: ۱۱۰۳۹۔ تفصیل دیکھئے: سلسلۃ الصحیحۃ: ۱۷۹)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تہائی رات باقی رہ جاتی تھی تو

Marfat.com

اسلام

(قرآن و حدیث کے آئینے میں)

ایمانیات اور عبادات

جلد اوّل

الاحسان

قاضی حبیب الرحمٰن

Marfat.com